اسی وجہ سے قابل یادگار نہیں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ اس معاہدہ کے وقت روس اور ٹرکی پہلی مرتبہ ایک عام یورپین کانگرس میں شریک ہوئے۔ اور نیز اس لئے کہ انگلستان اور ہالنڈ کے سفرا کو جن ملکوں میں سے کوئی بھی جنگ میں شریک نہیں تھا اوس کانگرس میں داخل کرنے سے زار اور سلطان نے تسلیم کر لیا۔ کہ یورپین طاقتیں عام بہبود و بہتری کے لئے ایک دوسرے کے معاملات میں ثالث بالخیر بن سکتی ہیں؟ میں حیران ہوں کہ وان ہیمر نے اس ثالثی کو عام بہبود و بہتری پر مبنی ہونا کس طرح تحریر کر دیا ہے۔ یورپین سلطنتوں کیلئے ایسا ہو تو ہو۔ ٹرکی کیلئے یہ دونوں جدتیں سم قاتل سے کم مہلک ثابت نہیں ہوئیں۔ اور یہی وہ عام بہبود کے معاہدے ہیں جو اوسے کبھی سنبھلنے نہیں دیتے۔ مگر ان دونوں باتوں پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

معاہدہ کارلووز کے رو سے ایک کو موریا اور دوسری کو کامی نیک ملجانے سے وینس اور پولنڈ کی کمزور سیحی ریاستوں کی پھر کچھ عرصہ کے لئے عزت و وقعت قایم ہو گئی۔ مگر دراصل قابل غور وہ تغیر تھا۔ جو جنگ سترہ سالہ سے تینوں بڑے متخاصمین کی حالت میں واقع ہو گیا تھا۔ ۱۶۸۲ء میں روس گوشہ گمنامی میں پڑا تھا۔ اب بحیرہ اسود اور بحیرہ آزاف کے سواحل تک سلطنت وسیع کر لینے سے وہ یورپین نظام کا ایک فرو بن گیا۔ آغاز محاربہ کے وقت آسٹریا کو اپنے دار الخلافہ اور قومی وجود تک کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ انجام مخاصمت پر خاندان ہیپسبرگ (شاہی خاندان) کی سلطنت نہ صرف محفوظ بلکہ وسیع۔ اور نہ صرف وسیع بلکہ ہمیشہ کے لئے مضبوط و مستحکم اور اوس کی طاقتیں مجتمع ہو گئیں۔ برعکس اس کے خاندان عثمانیہ اپنا لیا لیا خود اپنے ہی کئی زرخیز صوبے ہاتھ سے کھو بیٹھا۔ اور بقول کریسی "عیسائی حملہ آوروں سے باقیماندہ صوبوں کے بچے رہنے کیلئے اوسے دو دیگر ثالث مسیحی طاقتوں کا مشکور ہونا پڑا۔" شلاسر اپنی کتاب "اٹھارھویں صدی کی تاریخ" کے مقدمہ میں لکھتا ہے۔ کہ اوس وقت سے یورپ میں کسی کو ٹرکی کی فوجی طاقت کا ایسا بڑا خوف نہیں رہ گیا تھا۔ اوسکی قدر و منزلت ڈپلومیٹیک (یعنی یورپین سلطنتوں کے باہمی جوڑ توڑ اور تدابیر میں کارآمد ہونیکی) رہ گئی ہے۔ اور دوسری قومیں وقتاً فوقتاً اوسے آسٹریا یا روس کی روز افزوں طاقت کے برخلاف پولیٹیکل مشین کا کام لینے کی کوشش کرتی رہی ہیں چنانچہ جسقدر روسی فرمانرواؤں کے دلوں میں اپنے مقاصد کی تکمیل کیلئے بحیرہ اسود پر پورا تسلط کرنیکی خواہش بڑھتی گئی اوسی نسبت سے ٹرکی کی اس ڈپلومیٹک وقعت میں اضافہ ہوتا گیا۔" کریسی صاحب نے ایک سب سے لطیف نکتہ اس موقعہ پر تحریر کیا ہے پہلی جلد میں میں لکھ چکا ہوں۔ کہ ترکوں کی موجودہ کمزوری اور اعداء کی دلیری کا سر نہاں یہ ہے کہ وہ جارحانہ پہلو کو چھوڑ کر صرف مدافعت پر انحصار کر بیٹھے ہیں حالانکہ اونکے پاس اوّل الذکر پالیسی کے اختیار کرنیکے جمیع سامان موجود ہیں۔ کسر فقط اولوالعزمی اور امنگ کی ہے۔

ؔ گریسی تو اسی ثالثی کو ان کے زوال کا فوری باعث سمجھتے ہیں۔ اور گو جب وزراء عثمانیہ نے صلح کر لینے کا عزم کر لیا۔ سلطنت

مسٹر گریسی کی تحریر سے میرے اس بیان کی بالواسطہ طور پر پوری تصدیق ہو رہی ہے - وہ لکھتے ہیں - کہ ٹرکی معاملات میں دوسری طاقتوں کو برابر کمال دلچسپی اور تردد آمیز لگاؤ ہونے کا بڑا باعث جو ساتھ ہی دیرپا بھی ہے یہ ہے کہ ہر ایک طاقت کو یہ اندیشہ ہے کہ اگر کسی سلطنت نے عثمانیہ مقبوضات کو فتح کر کے اپنے ممالک محروسہ میں شامل کر لیا تو اس سے اُسکی جارحانہ طاقت میں خطرناک اضافہ ہو جائیگا - یہ سلطنت ترکوں کے ماتحت گو بتقاضاء عمر جارحانہ مقاصد اور فاتحانہ اغراض کے لئے عضو معطل ہو رہی ہے - مگر دوسروں کے ماتحت وہ دنیا کی آزادی کو ملیا میٹ کرنے یعنے دیگر آزاد قوموں کو محکوم و مفتوح بنانے کیلئے کافی وسائل اور سامان دریا ہیوں [?] وغیرہ کیصورت میں، بہم پہونچا سکتی ہے "

اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ ٹرکی کے پاس فاتحانہ اغراض کیلئے بدستور سامان موجود ہے - مگر ترک اوس سامان کو زمانہ کے حسب حال صورت میں ڈھالکر اوس سے کام نہ لیں - تو یہ اون کا اپنا قصور اور اپنی ہمت کی کوتاہی ہے - خوشی کا مقام ہے - کہ عبدالحمید خان ثانی الغازی کے ظل عاطفت میں چند برس تربیت پانے سے اون میں پھر کچھ نہ کچھ "سپرٹ" اور اُمنگ پیدا ہو گئی ہے - اور پچھلے برس (۱۸۹۷ء) سے اونہوں نے کئی صدیوں کے خواب خرگوش کے بعد پھر اس میدان میں قدم رکھ دیا ہے - مگر پھر بھی ابھی تک وہ بہت دبے ہوئے ہیں - اور جب تک ہمت مردانہ کر کے اس رنگ میں اوسی طرح نہ رنگے جائیں گے - جیسے کہ اون کے فاتح بزرگ و اسلاف تھے یا جیسے کہ اب دنیا کی چند خوش اقبال مسیحی طاقتیں اور قومیں ہیں - تب تک اون کی حالت میں بہتری کی طرف بہت کم تغیر ہو سکے گا - وہ اس میدان میں اس قدر پیچھے ہیں - کہ اون کو شب و روز اس کمی کو پورا کرنے کے سوائے اور کوئی فکر نہیں ہونا چاہیئے - اور چونکہ اکثر دوسری طاقتوں پر اون کو یہ فوقیت حاصل ہے کہ اون کے پاس اس مدعا کے لئے خداداد سامان اور وسائل موجود ہیں وہ سر توڑ کوشش کرنے سے تھوڑے عرصہ میں مسیحی طاقتوں کے ہم پلہ بن سکتے ہیں اور خداوند کریم کے فضل و کرم سے قوی اُمید ہے کہ امیر المومنین عبدالحمید خان ثانی کے ظل ہمایوں میں اون کی یہ سست رفتاری بہت جلد ویسی ہی سرگرم مستعدی و چستی سے جسکی فی زمانا سخت احتیاج ہے - متبدل ہو جائے گی -

اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَاد

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳ - کی حالت بہت خستہ و تباہ ہو رہی تھی - پھر بھی مجھے کریسی صاحب کے برخلاف مسٹر [?] صاحب سے اتفاق رائے کرنے میں کچھ بھی تامل نہیں - لوئی کی نصیحت ہلکر اگر ایسی ذلیل شرائط کی بجائے لڑائی کو جاری رکھا جاتا - تو غالباً ایسا برا نتیجہ نہ نکلتا - مولف -

باب ہفتم

حسین کوبرلی کا انتظام بمتعدد بغاوتوں کا انسداد اور اوس کی وفات مصطفیٰ ثانی کی معزولی۔ احمد ثالث کی تخت نشینی۔ فرانس۔ چارلس دوازدہم شاہ سویڈن کا ٹرکی میں ورود۔ روس کے ساتھ محاربہ۔ ترکوں کی فتحیابی اور معاہدہ پرتھ۔ وینس کے ساتھ محاربہ موریا کا پھر فتح کرلینا۔ آسٹریا کے ساتھ محاربہ۔ ترکوں کی شکست یابی۔ معاہدہ پاسورونٹز۔ ایران کے برخلاف روس سے اتحاد۔ احمد ثالث کی معزولی۔ صوبجات جنوب کے گورنران یعنی ہوسپیودار۔ خاندان فناریاں۔

معاہدہ کارلووٹز کے بعد آسٹریا۔ پولنڈ۔ اور روس کے سفراء اوس کی آخری تصدیق کیلئے قسطنطنیہ پہونچے اور گو روس کے ساتھ عرصہ تک شرائط صلح پر جھگڑا رہا۔ مگر دوسری سلطنتوں سے فوراً معاہدہ کی تصدیق کردیگئی کیونکہ حسین کوبرلی اندرونی اصلاحات کیلئے ہی امن کی سخت ضرورت نہیں دیکھ رہا تھا۔ بلکہ مصر۔ کریمیا۔ عرب عراق عرب اور افریقہ کے دیگر صوبجات میں بھی کچھ عرصہ سے کمال بدامنی پھیل رہی تھی جسکا تدارک نہایت ضروری تھا عراق عرب میں رعایا کی ناراضگی کا بڑا باعث وہاں کی مشہور نہر دیاب کا ٹوٹ جانا تھا۔ یہ نہر دریاء فرات کو دجلہ سے ملاتی ہے۔ متواتر بیرونی جنگوں سے اندرونی انتظام کی کل ایسی بگڑ رہی تھی کہ عرصہ سے اوسکی مرمت و درستی کیطرف کوئی توجہ نہ کیگئی۔ اوس کے کنارے اور پشتے برسوں کی بے توجہی سے کمزور اور بوسیدہ ہوگئے اور آخر طغیانی کے موسم میں پانی اون کو توڑ کر کل دوآبہ میں پھیل گیا۔ اور زرخیز میدان لق ودق دلدل بن گئے جس سے رعایا محاصل اراضی ادا کرنے سے بالکل عاجز ہوگئی۔ مگر مقامی حکام نے اون کی حالت زار پر رحم کرکے اور اون کی زمینوں کا انتظام کرنے کی بجائے مالگذاری بجبر وصول کرنیکی کوشش کی۔ رعیت پہلے ہی زیست سے تنگ آئی ہوئی تھی۔ وہ بر سر فساد ہوگئی۔ اور ہمسایہ ایرانیوں نے جلتی آگ پر تیل ڈالکر زمینداروں کو امداد کا وعدہ کرکے بغاوت پر ثابت قدم رہنے کیلئے درپردہ اکسانا شروع کردیا۔ لیکن بے سروسامان دہقانوں کی شاہی طاقت کے سامنے کیا حقیقت تھی۔ وہ بری طرح سے شکست یاب ہوکر پامال کردیئے گئے۔ اور فتح کی یادگار اور بقیۃ السیف کی عبرت کیلئے مقتولین کے سروں کو چن کر ایک بلند مینار بنا دیا گیا۔ مگر رعیت کی بربادی خود سلطنت کی خوشحالی کی بیخکنی ہوتی ہے۔ اسی واسطے دانا کہہ گئے ہیں۔ کہ رعیت کی بغاوت صعب ترین بیرونی محاربہ سے بھی زیادہ مضر ہے۔ کیونکہ بغاوت کی کامیابی اور ناکامیابی دونوں ملک۔ حکومت کیلئے نقصان سے خالی نہیں۔ چنانچہ اس فتح سے سلطانی سطوت کا سکہ تو بیٹھ گیا مگر رعیت کی خونریزی اور تباہی اپنا پہل

دبے رہے بغیر نہ رہی۔ دیہات کے میدانوں کو پھر کبھی پہلے ایسی زرخیزی حاصل نہ ہوئی۔ نہ تجارت کو کبھی فروغ ہوا شاہی محاصل میں بہت کمی ہوگئی۔ اور ایسی وقت ہوئی جبکہ گورنمنٹ کو جس کا خزانہ بیرونی لڑائیوں سے بالکل خالی ہو رہا تھا۔ روپیہ کی سخت احتیاج تھی۔ اسی قلت کی وجہ سے سلطان حجاز کے بدوؤں کو جنہیں حاجیوں کے قافلوں کی حفاظت کے معاوضہ میں سالانہ وظیفے ملتے ہیں حسب معمول زر وظیفہ نہ بھیج سکا۔ اور انہوں نے برافروختہ ہو کر حاجیوں کے قافلوں کو بیدریغ لوٹ لیا۔ ادھر ترکمانوں اور کردوں نے ایشیائی صوبجات کے کئی علاقوں میں تباہی برپا کردی۔ کئی قزاق گرفتار کر کے قتل کئے گئے۔ اور اون کے سر قسطنطنیہ کو بھیج دیے گئے۔ مگر اس سختی سے دبنے اور مخوف ہونے کے بجائے تاخت و تاراج کے فطرتی شوق کے ساتھ ہی ان جنگجو قبائل میں عوض کشی کا جوش بھی پیدا ہوگیا۔ کریمیا میں ریاست کے وارثوں کی خانہ جنگیوں نے کل ملک میں تزلزل ڈالدیا اور بابعالی کو یہ خطرہ پڑگیا۔ کہ مخالف فریقوں میں سے کوئی روس سے حمایت کی درخواست نہ کر بیٹھے۔ لیکن کوپریلی کا حسن انتظام ان تمام خرابیوں پر غالب آگیا۔ اور اوس کی وزارت کے آخری حصہ میں سب جگہ امن و امان ہوگیا۔

ان بدامنیوں کے فرو کرتے وقت حسین المقلب بہ عاقل اندرونی اصلاحات اور رعایا کی تسخیر قلوب کی تدابیر سے غافل نہ رہا۔ سب سے اول اوس نے اپنے چچا مصطفیٰ کی تقلید کر کے عیسائی رعیت کو لطف و مدارات سے خیرخواہ سلطنت بنانے کی کوشش کی۔ اور معاہدہ پر دستخط ہوتے ہی سرویا اور ضلع تیمسوار کے باشندوں کو ایک سال کا خراج و جزیہ معاف کردیا۔ صوبہ دیبایا اور یونان کے عیسائیوں کو جنگی ٹیکس کا بقایا جو ۵ لاکھ قرش کے قریب تھا چھوڑ دیا اور شام کے باشندوں کو سرکاری چراگاہوں میں مویشی چرانیکی عام اجازت دیدی۔ وہ مسلمانوں کی اصلاح سے بھی غافل نہ رہا۔ وہ ہر وقت اون کو یہی نصیحت کرتا رہا۔ کہ اپنے مذہب کے احکام سے واقف ہو کر خلوص دل سے ونکی تعمیل کریں۔ اور علم و ہنر سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں۔ مالی صیغہ کی کامل اصلاح کیگئی۔ ینگچری فوج کا پورا انتظام کیا گیا۔ تمام ایسے شخصوں کے نام جو فوجی رجسٹروں میں درج اور برابر تنخواہ پاتے تھے مگر خدمت نہیں دیتے تھے رجسٹروں سے کاٹ دیئے گئے۔ اور صرف ایسے آدمی رہنے دیئے گئے جو فی الواقع سلطنت کی خدمت کرتے تھے۔ بحری فوج کی بھی باحسن طریق درستی کیگئی۔ اور ترقی فقط لیاقت پر منحصر کردیگئی۔ بیشمار رفاہ عام کی عمارتیں۔ آبپاشی کی نہریں۔ پل۔ مساجد۔ مدارس۔ تجارتی منڈیاں۔ فوجی بارکیں شہروں میں آبنوشی کیلئے پانی لانے کی مسقف نہریں اور اسی طرح کی دوسری چیزیں۔ کبھی اپنے ذاتی اور بعض اوقات سرکاری خرچ پر تعمیر کرائیں اور بلغراد۔ تیمسوار اور نش کے قلعوں کو خوب مضبوط کردیا۔ مگر افسوس یہ علم دوست۔ عالی ہمت و فیاض اور قابل مدبر زیادہ عرصہ قوم و ملک کی خدمت نہ کرسکا۔ اور ایک نامراد حادثہ غیر مترقبہ کیوجہ سے اوسے اپنے عہدہ سے مستعفی ہو جانا پڑا۔ اوس کا بھتیجا علی بک ایک شاہی کنیز کے عشق میں مبتلا ہو گیا جسے وہ ضبط

نہ کر سکا۔ اور معشوقہ پر اپنا جذبۂ اشتیاق ظاہر کر دیا۔ یہ راز وزیر کے چند اعداء کو معلوم ہو گیا اور انہوں نے سلطان کو کل معاملہ کی خبر کر دی عاشق و معشوق اسی وقت ملکِ عدم کو بھیج دیئے گئے۔ حسین کو اپنے بھتیجے کی بد اعمالی سے ایسا سخت رنج اور صدمہ پہنچا۔ کہ وہ سلطان سے اجازت لیکر شکستہ دل و مغموم خانہ نشین ہو گیا۔ اور چند ہفتوں کے بعد (ستمبر ۱۷۰۲ء) میں جنت آبادی کو سدھار گیا۔ اور اپنی دیانت و تقویٰ اور دانائی کی ایسی نیک شہرت پیچھے چھوڑ گیا۔ کہ اب تک بہت کم ترکی مدبروں کو وہی حاصل ہوئی۔

محاربہ گذشتہ کی فتوحات سے روس کو بحیرۂ آزاف اور اسود کے ساحل پر قدم رکھنے کی جگہ ملجانے سے عثمانیہ مدبرین کو سخت تردد پیدا ہو گیا تھا اور وہ ہر وقت اسی ادھیڑبن میں رہتے تھے۔ کہ جس طرح ہو سکے اس نئے دشمن کا کوئی کما حقہٗ انتظام کیا جائے۔ اسی لئے گو دو سال معاہدۂ صلح کی کوئی خلاف ورزی نہ کیگئی لیکن صلح کی قطعی شرائط چھ ماہ کے مسلسل نامہ و پیام کے بعد جس بحث میں کئی مرتبہ شکر رنجیاں پیش آئیں بمشکل طے ہوئیں۔ یہ گفتگو ۱۷۰۲ء میں ہوئی تھی اس معاہدہ کی اوّل دفعہ کے روسے صلح کی میعاد تیس برس قرار دیگئی۔ دوسری شرط کی رو سے روسیوں نے چار نو معتوضہ مقامات طوغان۔ غازی کرمان شاہین کرمان اور نصرت کرمان کے قلعوں کے مسمار کر دینے کا اقرار کیا۔ پانچویں دفعہ میں فریقین نے عہد کیا کہ دونوں سلطنتوں میں حد فاصل قایم کرنے کیلئے آزاف اور پریکاپ کے درمیان بارہ لیگ عریض علاقہ بیابان چھوڑ رکھا جائیگا دفعہ ششم کے روسے روسیوں اور تاتاریوں کو پریکاپ اور قلعہ موش کے درمیانی ضلع میں شکار ماہی گیری شکار جانوروں کا پکڑنا آتار نے لکڑی کاٹنے اور نمک جمع کرنے کے یکساں حقوق عطا کئے گئے۔ ہفتم دفعہ ہشتم روس کو قصبہ آزاف کے متعلق دریا کے کوبان یعنے جنوب کیطرف سات لیگ چوڑا علاقہ دیا گیا۔ اور ترکوں نے ذمہ لیا۔ کہ نوغائی تاتار و نیز چرکس سپاہیوں کو اس علاقہ میں کوئی تکلیف نہ پہنچائینگے ہشتم دفعہ کا منشاء یہ تھا کہ آئندہ کر یمیا کے تاتار روسی علاقہ میں یورش نہ کریں۔ نہم دفعہ اسیران جنگ کے تبادلہ کے متعلق تھی۔ دہم میں آزادیٔ تجارت۔ یازدہم میں روسی حاجیان یروشلیم کی حفاظت کی شرط کیگئی۔ تیرہویں میں روسی گماشتوں اور ترجموں کو چند رعائتیں دیگئیں۔ اور چودہویں دفعہ میں یہ لکھا گیا کہ ہر فریق دو مہینوں کے اندر اپنا اپنا سفیر ان شرائط کی تصدیق آخری کیلئے بھیجدے ✦

اس معاہدہ سے چند ماہ بعد لارڈ پیجٹ کی جگہ سر رابرٹ سٹن قسطنطنیہ میں انگریزی سفیر مقرر ہوا۔ انگلستان نے سلطان کو سبز باغ دکھا کر کچھ ایسا گرویدہ کر لیا ہوا تھا اور وہ یہی نہیں کہ اسکی چالوں کو تہ تک نہ پہنچا۔ بلکہ اپنے تئیں انگلستان کا بہت ممنون احسان سمجھتا تھا۔ چنانچہ لارڈ موصوف جب الوداعی ملاقات کیلئے حاضر خدمت ہوا۔ تو سلطان نے اوسے ان الفاظ سے مخاطب کیا۔ "انگریز ہمارے قدیم اور مخلص دوست ہیں۔ اور جب کبھی موقعہ آیا۔ اون کو دکھا دیا جائیگا۔ کہ ہم بھی اون کے سچے دوست ہیں بالخصوص ہم تمہارے بادشاہ پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ معاہدہ کارلووٹز میں اوس کی دوستانہ ثالثی اور مداخلت ہمیں بخوبی ثابت ہے اور ہمکو کامل اعتبار ہے کہ وہ ہمارا سچا دوست ہے"

کریسی صاحب لکھتے ہیں کہ انگریزی دوستی کی یہ اعلیٰ قدر غالباً اسلئے بھی کیگئی تھی کہ ۱۷۰۲ء کو معاہدہ کی باضابطہ تصدیق ہو جانیکے بعد بھی روس اور ٹرکی کے تعلقات برابر کشیدہ تھے۔ اور نئے انگریزی سفیر کے قسطنطنیہ وارد ہونے کیوقت بحیرۂ اسود کے شمالی جانب روسی

سلہ معاہدہ میں اسے آزوف لکھا گیا تھا ✦ سلہ لیگ انگلستان میں تین اور جرمنی اور ہالنڈ میں چار میل کا ہوتا ہے ۔ مؤلف ✦

اور ترکی فوجوں میں مقابلہ ہو جانیکا قوی احتمال تھا۔ خان کریمیا اور کئی دیگر اعلیٰ مسلمان عہدہ دار لڑائی از سر نو شروع کرنا چاہتے تھے اور یہی لئے قسطنطنیہ کو مبالغہ آمیز خبریں بھیجتے رہتے تھے کہ روسی بحیرہ آذاف میں زبردست بحری تیاریاں کر رہے ہیں اور نہایت مضبوط مستحکم قلعے بنا رہے ہیں۔ روسی سفیر نے ان خبروں کی تکذیب کی اور سلطان نے خان کریمیا کو جھوٹی خبریں دینے کے جرم میں معزول کر دیا مگر اس کے ساتھ ہی ترک اپنی سرحدوں کو مضبوط کرنے میں شب و روز مصروف رہے۔ زار کے بیڑہ کو بحیرہ آذاف میں بند رکھنے کیلئے کوبیا کے مشرقی گوشہ پر انا پا برج کے شمالی دہانہ کی نگرانی کیلئے زبردست قلعہ تعمیر کیا گیا اور اس کا نام ینی دنیا قلعہ رکھا گیا اس کی عمارت ۱۷۰۶ء میں ختم ہوئی اور اس میں سطح آب کے برابر باڑیاں نصب کی گئیں۔ جس سے کوئی جہاز جو جبراً گذرنے کی کوشش کرتا اونکی گولوں کی زد سے نہیں بچ سکتا تھا۔ دوسری تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ آذاف کو خوب مستحکم کیا گیا اور بمقام طیمان (طوغان) جو اب آغن روک کے نام سے مشہور ہے نیا قلعہ تعمیر کر کے کاسی نکار (کامی نیک) واقعہ بر دریا نیسٹر کے پرانے قلعوں کی بھی مرمت کی گئی۔

کوبرلی کے مستعفی ہونے پر سلطان نے مفتی فیض اللہ کے مشورہ سے دلت بان پاشا کو وزیر بنایا یہ شخص نہایت تند اور جاہل محض تھا لکھنا پڑھنا مطلقاً نہیں جانتا تھا۔ مگر بہادری اور شجاعت کی وجہ سے سپاہ میں بہت ہر دلعزیز تھا اوس نے اہتمام لیتے ہی فرمان صادر کر کے یہودیوں، عیسائیوں اور عورتوں کے لباس و پوشاک کے متعلق جدید ضوابط و قواعد مقرر کئے۔ جس سے عام جاہل مسلمانوں میں وہ وزیر بنا ہر دلعزیز ہو گیا۔ اوس نے حسین کوبرلی کی جائداد ضبط کر کے اس خاندان کو اور بہت ایذائیں پہنچائیں۔ جیسوئٹ پادریوں کے خلاف سخت احکام نافذ کئے۔ سابقہ وزراء اگرچہ اون کو تکلیف بھی نہیں پہنچاتے تھے۔ دلت بان روس کیساتھ لڑائی کرنیکا بہت خواہاں تھا اور کریمیا میں اوس کے حامی ہونے سے اسے سرحد پر جرار فوج جمع کرنیکا بہانہ بھی مل گیا۔ مگر اوسے عین موقعہ پر خلاف توقع بیدخل ہو گیا۔ کیونکہ مفتی اور رامی پاشا اس امر کے مخالف میں۔ کارلوز کو جو عثمانیہ سفیر بھیجے گئے تھے۔ رامی پاشا بھی ان میں شامل تھا۔ وزیر نے اس مخالفت کو دور کرنے کیلئے مفتی کو بیہوش کر دینے کی صلاح کی۔ اور اس غرض کیلئے اوسے اپنے مکان پر مدعو کیا مگر فیض اللہ کو اس سازش کا پتہ ہو گیا۔ اور اوس نے اوسی وقت سلطان کے پاس شکایت جا کی۔ دلت بان کی سفاکی اور درشت اطواری سے مصطفیٰ پہلے ہی آزردہ ہو رہا تھا اوس نے مفتی کی شکایت سنتے ہی وزیر کو بلا بھیجا۔ اوسے اپنی نسبت کوئی اندیشہ نہیں تھا فوراً حاضر خدمت ہو گیا۔ سلطان نے اوسے معزول کر کے زندان میں بھیج دیا۔ جہاں تین دن کے بعد اوسے قتل کر دیا گیا۔ اوس نے صرف چار مہینے وزارت کی۔

مصطفیٰ ثانی کی معزولی

دلت بان کے بعد رامی پاشا وزیر ہوا۔ اوس کی سفارش بھی فیض اللہ نے کی تھی مگر دلت بان کے برعکس وہ اس چالاک شیخ الاسلام کے ہاتھ میں محض کٹ پتلی بن گیا۔ رامی خود بھی صلح کا خواہاں تھا اور فیض اللہ کا بھی یہی منشا تھا۔ رامی نے حسین کے قدم بقدم چلکر اوس کی اصلاحات کی تکمیل کا عزم بالجزم کر لیا اور مالی صیغہ کے انتظام میں کئی ضروری اور مفید تبدیلیاں کیں۔ ان معقول تدابیر سے اوس نے خزانہ میں معقول رقم جمع کر لی۔ جو بدوان حجاز کو وظیفہ دینے اور ایڈریانوپل کی مسقف نہروں کی مرمت پر خرچ کی گئی۔ وہ خزانہ کی معموری کیلئے کسی جائز وسیلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑتا تھا لیکن ساتھ ہی وہ فقط اپنے ذاتی معاملات بلکہ سرکاری امور کے انصرام میں بھی بے نظیر

منصف مزاجی اور میانہ روی سے کام لیتا رہا اوس نے کوبرلی خاندان کی جائداد واگذار کردی۔ اور تا وقتیکہ وہ شاہی خزانہ کا مقروض نہ ہو کسی سرکاری عہدہ دار کے مرنے پر اوسکی جائداد سے تعرض نہ کرتا۔ اوسنے ینگچری فوج کے کئی افسروں کو جو تغلب کے مجرم ثابت ہوئے تھے تازیانہ کی سزا دلوائی۔ خود سپاہ اسے اپنی ہتک سمجھکر ناراض ہو گئی۔ ادھر اکثر ملازم اس وجہ سے ناراض ہو گئے۔ کہ اوس نے فیض اللہ کے پاس خاطر سے اوس کے اکثر رشتہ داروں کو جن میں سے اکثر محض ناقابل تھے۔ مختلف بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کر دیا تھا۔ انہی دنوں فوج کو تنخواہ ملنے میں کچھ توقف ہو گیا۔ اوسنے قسطنطنیہ میں ہنگامہ برپا کر دیا۔ جو لغزش کی تائید و اعانت سے زبردست بغاوت کی شکل میں بدلگیا۔ دارالخلافہ کے عام باشندے بھی سلطان کے زیادہ تر ایڈریانوپل میں رہنے سے آزردہ ہو رہے تھے اور اکثر علماء بھی سلطان کی کاہلی اور کیفیت سے برگشتہ خاطر ہو گئے تھے انہوں نے بغاوت کے جواز کا فتویٰ دیدیا۔ سلطان مصطفیٰ بھی اب وہ پہلا مصطفیٰ نہیں رہگیا تھا۔ ارادوں کی ناکامی نے اوسے شکستہ دل مایوس اور لاپرواہ بنا دیا تھا۔ بہادرانہ مستعدی وغیرہ تو درکنار اوسے اپنے منصبی فرض ادا کرنیکا بھی شوق نہیں رہگیا تھا۔ اللہ اکبر وہی شخص جو کبھی سلطان سلیمان عظیم الشان کو اپنا نمونہ بنا کر اپنی افواج کی خود سپہ سالاری کیا کرتا تھا۔ آج ابراہیم ثانی یعنے اول درجہ کا کاہل اور عیاش ہو گیا ہوا تھا۔ اوس نے لطف و مدارات اور طول طویل نامہ و پیام سے باغیوں کو راہ راست پر لانا چاہا۔ لیکن ینگچری اس سے آگے نکل گئے۔ اور قسطنطنیہ سے ایڈریانوپل پہنچ گئے۔ وہاں وزیر کی فوج بھی جو اوس نے جمع کی تھی باغیوں سے ملگئی۔ مصطفیٰ نے ملک میں خانہ جنگی برپا کرنی مناسب نہ سمجھکر یا کاہلی و عیاشی سے مقابلہ کے قابل نہ رہنے کی وجہ سے خود ہی تخت چھوڑ دیا اور اپنے بھائی احمد کے پاس جا کر کہا۔ بھائی مسلمان تجھے بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ یہ کہکر تاج و عصا اوس کے سامنے رکھدیئے اور خود دولت گزین ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۷۰۳ء میں گذرا +

سلطان احمد کی تخت نشینی

احمد ثالث اوسی وقت سلطان تسلیم کیا گیا اور اوس نے باغیوں کو خوش کرنے کیلئے اونہی کے پسند کردہ لوگوں کو وزیر مفتی اور آغائے ینگچریاں مقرر کر دیا۔

تخت نشینی کے دوسرے دن احمد ثالث بجلوس شاہانہ مسجد کو جا رہا تھا۔ کہ باغیوں نے اوس کے گھوڑے کو گھیر کر کل ایسے افسروں کو جنہیں وہ غدار سمجھتے تھے۔ اور بالخصوص مفتی فیض اللہ کو سزا دیئے جانیکا مطالبہ کیا۔ مفتی اس سے پہلے کا ہی جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ مگر اصرار پر وہ راستے سے واپس منگوا کر اونکے حوالہ کر دیا گیا۔ تین دن کے بعد اوس کے جانشین نے فتویٰ دیکر عالم کے قتل کی اجازت دیدی اس اثنا میں اوس پر طرح طرح کی سختیاں کیجاتی رہیں۔ اور جب فتویٰ پہنچگیا تو کینہ توزی جہانتک موت کو عذاب دہ اور ذلت بخش بنا سکتی ہے ویسا ہی عمل میں لایا گیا۔ معزول شیخ الاسلام کو مفتیانہ لباس میں دُم کیطرف مُنہ کر کے گدھے پر سوار کیا گیا۔ اور لگام ایک یہودی کے ہاتھ میں دیگئی۔ اس طرح بازاروں میں تشہیر کرنے کے بعد اوسکا سر قلم کیا گیا۔ اور غضب آلود رعایا نے اوسکی لاش کو لیکر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ احمد یہ خوفناک نظارہ بچشم خود دیکھتا رہا۔ اور دم تک نہ مارا۔ بعد ازاں حسب دستور عثمانی شمشیر مسجد ایوب میں زیب کمر کرنے کیلئے قسطنطنیہ چلدیا۔ احمد کی عمر اوس وقت تیس سال کی تھی۔ سلطانی سواری بڑے ٹھاٹھ سے دارالخلافہ کو روانہ ہوئی جلوس میں مصطفیٰ کی پالکی سب سے آگے تھی۔ وہ بند پالکی تھی اور سفید غلام اسکے محافظ تھے۔ اسکے بعد معزول سلطان کی والدہ اور

ہمشیرہ کی سواریاں تھیں اور تیس گاڑیوں پر اوس کے حرم کی کنیزیں سوار تھیں جنمیں سے کسی کو دیکھنا پھر اُسے نصیب نہ ہوا۔ شمشیر بندی کی رسم کے بعد مصطفےٰ اور اوس کے چاروں بیٹے محلسرائے کے اوس حصہ میں جو شہزادوں کے حبس کا کام دیتا تھا بھیجدیئے گئے جہاں وہ چند مہینوں کے بعد فوت ہوگیا +

احمد ثالث کو تخت پر بیٹھتے ہی محسوس ہوگیا تھا۔ کہ جب تک پچھلی بغاوت کے سرغناؤں کو ہلاک یا انکے اقتدار کو معدوم نہ کیا جائیگا حکومت کا قیام محال ہے۔ مگر اوس نے صبر سے کام لیکر پہلے اپنی طاقت کو مضبوط اور اقتدار کو استوار کرنا ضروری سمجھا۔ دریں اثنا وہ اُن لوگوں سے بمدارات پیش آتا رہا۔ آخر سب سے بڑا شریر اوس کے قابو میں آگیا جسے فوراً جلادوں کے سپرد کردیا گیا جس وزیر کو باغیوں نے منتخب کیا تھا اوسکی جان تو بخشدی گئی۔ مگر جسقدر روپیہ ناجائز طریق سے جمع کیا تھا وہ سب اگلوا لیا گیا اور اوسے لیبانٹو جلاوطن کردیا گیا اس کی جگہ داماد وزیر حسن مقرر کیا گیا جسکی پہلی ہی کارروائی سے اوسکی نیکدلی واضح ہوگئی۔ اوس نے رامی پاشا کو جو کریٹ چلا جانیکی اطمینان دلایا اور اوسکی جان و مال کی حفاظت کیلئے جو دونوں قسطنطنیہ میں ہر وقت معرض خطر میں تھے اوس کو قبرس کا گورنر مقرر کردیا۔ بعد ازاں اوس نے اون افسروں کو برطرف کیا جو باغیوں نے سلطان سے جبراً مقرر کرائے تھے مفتی اور اکثر سرکش علماء قبل اسکے کہ کسی کو خبر ہو گرفتار کرکے جہاز پر سوار کردیئے گئے لیکن وہ سلطان کی اس اہم خدمت سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اوسے موقوف کردیا گیا مگر نہ اوسکی جان لی گئی نہ جائیداد چھینی گئی۔ اوسکے جانشین احمد پاشا نے چند مہینے وزارت کرکے محمد پاشا المعروف بلتہ جی لکڑہارا[1] کیواسطے جگہ خالی کردی وہ بھی نا قابل پایا گیا۔ اور اس کی جگہ علی پاشا چورلی مقرر ہوا جو اگرچہ خاندانی نہ تھا مگر اوس نے اپنے قبل پیشینوں سے کہیں زیادہ قابلیت ظاہر کی +

سلطان احمد نے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی جو کام کئے ایک اُنمیں سے یہ تھا کہ اوس نے زار پیٹر کو خط لکھکر روس کے جنوبی صوبجات میں اوس کی زبردست تیاریوں کی شکایت کی اور آخر میں تحریر کیا کہ ٹرکی تمہارے وعدوں اور دوستی کے قول و اقرار پر کبھی اعتبار نہیں کرسکتی۔ لیکن ایک تو احمد بالطبع جنگجو طبیعت کا آدمی نہ تھا۔ دوسرے اندرونی فساد جنکا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ بیرونی محاربہ شروع کرنے سے مانع تھے ادھر روس بھی اوسوقت سویڈن کیساتھ مشغول کارزار تھا۔ اور ایسے وقت وہ ٹرکی کیساتھ لڑائی ہرگز چھیڑنا نہیں چاہتا تھا چنانچہ دونوں سلطنتوں میں ۱۷۰۲ء میں پھر عارضی طور پر تنازعات کا تصفیہ ہوگیا۔ تاہم باب عالی زار کے ہر ایک فعل کی نہایت احتیاط اور خبرداری کے ساتھ نگرانی کرتا رہا۔ ہر سال ترکی جہازات کا بیڑہ بحیرہ اسود کے سواحل کے کنارے کنارے چکر لگاتے اور جو کوئی نیا قلعہ روسیوں نے تیار کیا ہو اوس کا معائنہ کرنے کیلئے بھیجا جاتا۔ کرچ اور ینی قلعہ کو خوب مضبوط کرکے انمیں باقاعدہ ترکی فوج کے زبردست دستے مامور کئے گئے۔ اور آبنائے کرچ کے ایشیائی ساحل پر بمقام تمن کے قریب ایک اور قلعہ تعمیر کیا گیا۔ اٹھارہویں صدی کے پہلے عشرہ میں ترکوں کو سنبھلنے بلکہ اپنے مقبوضہ علاقوں کو بھی واپس لے سکنے کا غیر مترقبہ موقعہ حاصل ہوا جس سے افسوس کوئی فائدہ نہ اٹھایا گیا۔ ایک تو پچھلی لڑائی نے اونکے ایسے چھکے چھڑا دیئے تھے کہ پھر جنگ کا نام لینے سے ترکی مدبرین

[1] محمد پاشا ابتدا میں یہی کام کرتا رہا تھا۔ مؤلف +

سے کے ہوش پراں ہوتے تھے دوم بدقسمتی سے مصطفےٰ کے عہد کے آخری حصہ اور احمد کے ابتدا میں ملک کی اندرونی حالت ناگفتہ بہ اور خود سلاطین عیش وعشرت میں منہمک رہے اول تو خود یہ موقعہ ہی کچھ ایسا قلیل المیعاد نہ تھا کہ یہ عذر پیش ہو سکے ترکوں کو اوسکی خبر ہوگی اور وہ ہاتھ سے نکل گیا۔ بلکہ وہ اتنے برسوں تک موجود رہا کہ غافل سے غافل کو اسکا علم ہو سکتا تھا۔ مگر یہی نہیں۔ ترکوں کو اس سے مستفید ہونے کیلئے بار بار خوب زور سے تنبیہ بھی کیا گیا لیکن خشاء ایزدی کے سامنے کوئی تدبیر پیش نہیں جا سکتی۔ وہ بدستور گمن رہے اور اگر انہوں نے تو ایسے وقت جبکہ وہ موقع گذر چکا تھا اور ہتھیار اٹھانا ہرگز مناسب نہ تھا۔ شروع صدی کے آغاز میں یوروپ کی تقریباً کل عیسائی سلطنتیں ایک دوسرے کے ساتھ مشغول کارزار تھیں۔ ٹرکی کا نیا جانی دشمن سویڈن کے ساتھ جو اس وقت یوروپ کی اول درجہ کی طاقتوں میں شمار ہوتی تھی۔ لڑ رہا تھا۔ اور اگر ترکوں کو خداوند کریم عقل دیتا۔ تو وہ اوسوقت اس پر حملہ آور ہو کر اس کا نام ونشان صفحہ ہستی سے معدوم کر سکتے تھے۔ دوسری طرف آسٹریا نے فرانس سے تخت ہسپانیہ کیلئے جسے وہاں کا لاولد بادشاہ چارلس ثانی لوئی چہاردہم کے پوتہ فلپ کے حق میں وصیت کر گیا تھا۔ ۱۷۰۱ء میں جنگ شروع کر دیا تھا جس میں انگلستان۔ ہالینڈ۔ سیوائے پرشیا اور پرتگال آسٹریا کے طرفدار تھے۔ اور یہ لڑائی جہانتک آسٹریا کے رفقاء کا تعلق تھا ۱۷۱۳ء تک اور آسٹریا کے ساتھ ۱۷۱۴ء تک جاری رہی۔ یعنی ترکوں کو اپنے اس قدیم دشمن کو تباہ کرنیکا کئی برس تک موقعہ حاصل رہا جس سے باوجود انتباہ کوئی فائدہ نہ اٹھایا گیا۔ لوئی چہاردہم نے جب یہ لڑائی شروع کر دی۔ تو اوس نے اپنے سفیر متعینہ قسطنطنیہ مسمی فیری اول کی معرفت باب عالی کو کہلا بھیجا کہ روس سابقہ شکستوں کا عوض اور مفتوحہ صوبوں کو واپس لینے کا اب ٹھیک موقع ہے۔ ہسپانیہ اور اٹلی کی طرفداری سے فرانس کی طاقت دوگنی ہو گئی ہے۔ ترکوں کو اس طاقت سے ضرور مستفید ہو کر اپنے دشمن سے بدلہ لینا چاہیئے۔ اوسے اب ۱۶۸۴ء والے اتحاد مقدس یعنی آسٹریا۔ روس پولینڈ اور وینس کے اتحاد کا کوئی اندیشہ نہیں رہ گیا۔ پولینڈ اور وینس کبھی لڑائی نہیں کرینگے۔ وہ الگ رہنے کا ارادہ ظاہر کر چکے ہیں۔ ہنگری ابھی تک بر سر فساد ہے۔ ترک وہاں داخل ہو جائیں اور روس کی بربادی کیلئے جو سویڈن کے ساتھ مصروف پیکار ہے۔ خان کریمیا کو اس پر حملہ آور ہونے کی اجازت دیدی جائے۔" اس نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا پہلے تو جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے اندرونی بدامنی مانع رہی جب وہ رفع ہوئی تو سلطان احمد عیش وعشرت میں غرق ہو گیا اوس نے جواب دیا کہ کافر کافر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ ہمیں کیا افتاد پڑی ہے کہ لڑائی میں شریک ہوں جب فرانس کو متحدہ دول کی فوجوں سے متواتر زکیں ملیں تو اوس نے پھر باب عالی پر زور ڈالا کہ اب ہی جاگو یہ غفلت سخت خطرناک اور ذلت بخش ہے مگر اوس کا لکھنا محض فضول تھا۔ ایک تو میدان جنگ میں ہزیمتیں اوٹھانے سے اوس کا وقار و اقتدار کم ہو گیا تھا۔ دوسرے ہالینڈ اور انگلستان کا روپیہ اور چالیں اپنا کام کر رہی تھیں جن کے سامنے غریب فیروال کی کوئی پیش نہ گئی۔ اس بزدلانہ سکوت سے باب عالی نے اپنے دو اعداء کو جو اب تک اوس کیلئے وبال جان بنے ہوئے ہیں۔ ہمیشہ کیلئے پامال کرنے کا موقعہ ہی ہاتھ سے نہ کھو دیا۔ بلکہ اپنے دشمن کے دشمن کو کمزور ہو جانے دینے سے بھی اپنی اغراض کو سخت نقصان پہنچایا فرانس کو ٹرکی کی خاموشی سے ہسپانیہ کے مقبوضات کی حفاظت کیلئے جو جا بجا بکھرے ہوئے تھے اپنی بحری طاقت کو منتشر کرنا پڑا جس سے بحیرہ روم پر اوسے کوئی اقتدار نہ رہ گیا اور اوس کی جگہ انگلستان نے

ے لی اور بحیرہ روم کا اقتدار مکمل شرقی میں اقتدار ہونیکے مرادف ہے۔ دوسرا نقصان یہ پہونچا کہ معاہدہ کارلووز سے ٹرکی کی جنگی ہیبت تو کم ہو ہی گئی تھی اب اس کی ڈپلومیٹیک وقعت بھی تنزل پذیر ہو گئی۔ سوم اس کو اس طویل محاربہ کی طفیل کیلئے سویڈن کو خوب پامال کر کے پھر سلطنت عثمانیہ کیطرف متوجہ ہونے کا موقعہ ملگیا +

روسی کلیسا یونانی کلیسا کی شاخ ہے[1] اس اصل و فرع کی نسبت ایک عیسائی مورخ کی رائے کو نقل کر دینا خود رائے دینے سے زیادہ مناسب ہوگا۔ مسٹر منشن[2] لکھتے ہیں "یونانی کلیسیا نے جو یورپ اور تہذیب کیلئے زہر ہلاہل سے کم ثابت نہیں ہوا ہے ان ایام کے وقت جو آخری درکرہ مصنفہ کو فت اور جنین متقسط جا۔ وہ روسی کلیسیا تھا جسے پیدائش کے وقت انجیل کی تعلیم اور روحانیت کی ہوا تک نہ چھوئی اور جس نے اس تعلیم سے دنیاوی اقتدار کی پولیٹیکل اغراض کی تکمیل کے سوا جس دنیاوی اقتدار و طاقت نے اوسے یعنی کلیسا مذکور کو ہمیشہ اپنا محکوم و غلام بنائے رکھا ہے۔ کبھی کوئی فائدہ نہ اٹھایا ابتدا ہی سے اسکی یہی خواہش رہی ہے کہ ان تمام اقوام کو جو یونانی کلیسا کی معتقد ہیں۔ متحد و متفق کیا جاوے اور اس خواہش سے لازمی طور پر قسطنطنیہ کے مذہبی اقتدار کا وارث بننے اور شاہان ماسکو کے ذریعہ فرمان روائے مشرقی سلطنت" کو پھر دوبارہ قائم کرنیکی تمنا پیدا ہوگئی۔ لیکن پیٹر اعظم ابھی تک گو اس نے بہت ترقی کر لی تھی صرف ایک وحشی ریاست کا مالک تھا جس کے پاس بندرگاہیں۔ فوج اور خزانہ کچھ بھی نہ تھا سویڈن، پولینڈ اور ٹرکی یورپین سلطنت بننے میں اوس کے راستہ میں حائل تھے ان رکاوٹوں کو دور کرنے کیلئے اوس نے مختلف تدابیر اختیار کیں۔ ٹرکی کے برخلاف وہ فوجی طاقت کے علاوہ یہ زبردست چال چلا کہ اس کی عیسائی رعایا نے بالخصوص یونانیوں کو سرکشی پر آمادہ کرنا شروع کر دیا۔ یونانیوں کے دلوں سے محکومی میں بھی لاطینی کلیسا کی نفرت دور نہیں ہوئی تھی انہوں نے شمال کے وحشیوں کے بادشاہ کی دعوت کو بمسرت تمام لبیک کہا اور نہیں پوری امید ہوگئی کہ یہی قوم ہمیں ایک دن آزادی دلانیوالی ثابت ہوگی "مسلمانوں کی بدقسمتی سے اون کی یہ توقع باطل نہ ہوئی اور آخر اون کو ایک دن آزادی ملگئی انگریز مورخ ریکاٹ نے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے ۱۶۷۸ء میں لکھا ہے یونانی مسکو بیوں کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور کل عیسائی بادشاہوں کی نسبت زار ماسکو سے زیادہ دوستی رکھتے ہیں۔ وہ اسے عموماً اپنا شہنشاہ اور محافظ پکارتے ہیں۔ اون کے بیان کے مطابق اون کے بزرگوں کی پیشینگوئیاں ہیں کہ زار اون کے کلیسا اور اون کی آزادی کو بحال کریگا" دوسرا مورخ کورنس جس نے ۱۷۰۱ء میں بمع الجزائر کی سیاحت کی تھی۔ لکھتا ہے "یونانی فخریہ کہتے ہیں کہ ماسکو کا فرماں روا ایکدن اون کو موجودہ دقت و خواری سے نجات دلائیگا۔ اور ترکوں کی سلطنت کو تباہ و پامال کر دیگا۔ اور ایک عیسائی بھی ۱۷۱۰ء میں یہی لکھتا ہے +

روسیوں کی اس مستعدی کے مقابلہ میں ترک بدستور خواب غفلت میں مدہوش رہے۔ جس سے زار کو اپنے ایک دشمن چارلس دوازدہم شاہ سویڈن کو پامال کرنیکا موقعہ ملگیا۔ سلطان کے بعض وزراء تو کچھ کرنا چاہتے تھے لیکن سلطان احمد کی عیاشی اور کاہلی نے ذرا کچھ پیش نہ جانے دی۔ چارلس دوازدہم نے اٹھارھویں صدی کے شروع میں زار کو کئی شکستیں دیں۔ مگر ان شکستوں سے شکستہ دلی ہونیکی بجائے

---

[1] عیسائی مذہب کے پیروان مسیح تین فرقوں میں منقسم ہیں رومن کیتھولک یعنی لاطینی کلیسیا، یونانی کلیسیا اور پراٹسٹنٹ ہر ایک کی پھر آگے کئی کئی شاخیں اور جماعتیں ہیں۔ لاطینی اور یونانی کلیسیا کا فرق پہلی جلد میں بتایا جا چکا ہے۔ مصنف + [2] تاریخ روم جلد ۲ صفحہ ۴۳ +

پیٹر کا عزم اور پختہ اور اوسکی تیاریوں میں اور اضافہ ہوتا گیا، اور وہ آخر کامیاب ہوگیا۔ پولینڈ میں بھی روس کی چالیں اپنے کام میں مصروف تھیں۔ جان سوبی اسکی کے بعد ۱۶۹۷ء میں جرمنی کی ریاست سیکسنی کا حاکم آگسٹس فریڈرک ثانی پولینڈ کا بادشاہ منتخب ہوا اور اوس نے بابھائی اور سویڈن کے برخلاف روسیوں سے معاہدہ کرلیا۔ سویڈن نے پولینڈ پر حملہ آور ہوکر ۱۷۰۲ء میں بمقام کلیسو اوسے شکست فاش دی جس پر اوسے تخت سے[۱] دست بردار ہونا پڑا کچھ عرصہ تخت خالی رہا۔ ۱۷۰۴ء میں پولینڈ کی مجلس امراء نے شانس لاس لیکزنسکی کو عہد و پیمان کیلئے بمقام وارسا شاہ سویڈن کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور آخر الذکر نے اوسے ۱۷۰۵ء میں تخت پر بٹھلا دیا ۔

۱۷۰۷ء میں پیٹر نے سلطنت سویڈن پر جو اوس وقت بحیرہ بالٹک کے مشرقی اور جنوبی کنارہ پر بھی وسیع صوبوں کی مالک تھی چڑھائی کردی۔ مگر ابتداء میں بہادر اہالی سویڈن کے مقابلہ پر ناکام رہا۔ ستمبر ۱۷۰۷ء میں چارلس مشرقی جرمنی کے قصبہ الٹ شاڈ سے جو لیپسک کے قریب واقع ہے۔ ۴۵ ہزار جرار فوج لیکر کاسکون کے صوبہ یوکرین اور ماسکو کو فتح کرنے کیلئے پولینڈ آیا اور دس ہزار فوج شاہ شانس لاس کی حفاظت کیلئے وارسا میں چھوڑ کر آگے بڑھا۔ ۲۰ ہزار سویڈن فوج کونٹ لیون ہاپٹ کے ماتحت بالٹک کے بندرگاہ میں اتری اور ۱۵ ہزار فوج صوبہ فنلینڈ میں موجود تھی یعنے کل اسی ہزار فوج سے جو دنیا کی چیدہ ترین سپاہ تھی۔ چارلس روس پر حملہ آور ہوا شروع شروع میں اوسے روسیوں پر کئی اہم فتوحات حاصل ہوئیں۔ جن سے زار ایسا گھبرا گیا کہ اوس نے صلح کی سلسلہ جنبانی کردی۔ جون ۱۷۰۸ء میں ماسکو اوس مقام سے جہاں چارلس خیمہ زن تھا صرف دس دن کے فاصلہ پر تھا۔ مگر ساتھ ہی پولینڈ اور ریگا ایسے قریب قریب تھے کہ اوسے رسد و کمک وغیرہ باسانی پہونچ سکتی تھی۔ اور اوس کا عقب اور بازو دشمن کے حملے سے بالکل محفوظ تھے لیکن بعد ازاں اوس سے فن حرب کے مسلمہ اصولوں کو پیش نظر نہ رکھنے کی اہم غلطی سرزد ہوگئی۔ وہ چھ ہزار کاسکون کی فوج کو جو روس سے باغی ہٹ مین مزپا کے ماتحت تھی ساتھ لانے کیلئے ماسکو جانیکی بجائے یوکرین کیطرف چلدیا جس سے وہ سویڈن یعنی اپنے بیس آف آپریشن سے بہت دور ہوگیا اور ادھر کا بازو دوبارہ سو میل تک طویل ہوگیا جس کو وہ محفوظ نہ رکھ سکتا تھا۔ نہ کمک اور مدد اپنے ملک سے حاصل کرسکتا تھا۔ ادھر روس کو موقعہ ملگیا۔ کہ بارہ سو میل کے طول میں جس موقعہ سے مناسب سمجھے آگے بڑھ کر دشمن کو عقب سے جا لے۔ زار نے ایک لاکھ فوج جمع کرلی ہوئی تھی۔ جس کو یوروپین افسروں نے خاصہ قواعد دان بنادیا ہوا تھا نیز ان افسروں کی طفیل اوسے خود بھی سپہ سالاری میں خوب مہارت ہوگئی تھی۔ وہ اپنے رقیب کی غلطی کو تاڑ گیا اور اکتوبر ۱۷۰۸ء میں جبکہ کونٹ لیون ہاپٹ رسد و کمک لیکر چارلس کو یوکرین میں جاملنے کیلئے ڈبل کوچ کرتا چلا جارہا تھا اس پر اچانک جا پڑا۔ لیون ہاپٹ تین دن کمال بہادری سے لڑتا رہا۔ مگر ۱۶ ہزار کی ایک لاکھ کے سامنے کیا حقیقت تھی۔ پھر بھی وہ جوانمرد چار ہزار فوج لیکر دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا اپنے بادشاہ کو جاملا لیکن کل توپخانہ اور سامان رسد و حرب اوسے پیچھے چھوڑ جانا پڑا۔ اور ابکی چارلس اور اوسکی نیم فاقہ کش فوج کو سخت ضرورت تھی۔ اس لڑائی میں ۸ ہزار سویڈ قتل ہوئے۔ چارلس کو سرما یوکرین میں کاٹنا پڑا۔ ۱۷۰۹ء کے موسم بہار میں اوس نے پلٹوا کو گھیر لیا

[۱] مگر جنگ پلٹوا میں چارلس کو ہزیمت ملنے پر وہ پھر شاہ پولینڈ ہوگیا۔ اور شانس لاس نکالدیا گیا ۱۷۳۳ء میں آگسٹس کے مرنے پر شانس لاس نے پھر دوبارہ بادشاہی کی۔ مگر روس نے اوسے نکالدیا۔ البتہ اوسے اسی ہزار پونڈ سالانہ وظیفہ ملگیا۔ اور شاہی خطاب برقرار رکھا گیا۔ وہ ۱۷۶۶ء میں فوت ہوا۔ مولف

کوچ کیا اور راستہ میں قلعہ بند قصبہ پلٹوڈا کا محاصرہ کرلیا۔ اس کے فتح ہو جانے سے سوئیڈش فوج کو کل ضروریات بہم پہنچ سکتی تھیں۔ زار
نے اس مقام کو کب دشمن کے قبضہ میں جانے دیسکتا تھا وہ ساٹھ ہزار فوج لیکر آپہونچا۔ چارلس کی فوج ایک چھوٹے سے دوآبہ میں مقیم
تھی۔ زار بھی دریا عبور کرکے اسی دوآبہ میں پہنچ گیا۔ اور اس نے اپنی فوج کو دو صفوں میں آراستہ کرکے اپنی کیمپ کو مورچوں سے محفوظ کرلیا۔
سوئیڈش فوج دوآبہ کے اوس طرف تھی۔ جدھر دوآبہ کے دونوں دریا آپس میں ملتے تھے۔ یعنے شکست کھانے کی صورت میں انکو
دونوں دریاؤں میں سے کسی کو عبور کرنا پڑتا۔ چارلس کے پاس اپنی فوج کے صرف بارہ ہزار آدمی رہگئے تھے۔ اور بارہ ہزار معاون کاسک
اور والیشی تھے۔ چارلس نے عقلمندی کی بجائے تہور سے کام لیا۔ اوس کی حمیت جاہلانہ نے گوارا نہ کیا کہ خود روسی
اوس کے کیمپ پر جو اوس نے پلٹوڈا کے سامنے قائم اور خندقوں اور مورچوں سے محفوظ کیا ہوا تھا حملہ آور ہوں۔ اور وہ اطمینان سے
پہلو پر رہے۔ وہ اس سے باہر نکل کر خود روسی مورچوں پر حملہ آور ہوا۔ جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اون تک پہنچنے سے اوس کی
فوج کا حصہ کثیر روسی توپوں اور بندوقوں کی نذر ہوگیا۔ پھر بھی اوس نے دو مورچے فتح کرلئے اور دست بدست لڑائی شروع
ہوگئی۔ دونوں بادشاہوں نے رن میں گھسکر خوب داد شجاعت دی۔ آخر سوئیڈش ہزیمت یاب ہوئے اور جو تلوار و تفنگ سے بچے تھے انہوں
نے دریا کے کناروں پر پہنچکر مجبوراً ہتھیار ڈالدیئے یا دریا میں غرق ہوگئے۔ فقط چارلس جو زخمی بھی ہوگیا تھا تین سو پولینڈ
سو سپاہی دریا کو عبور کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اور وہ ترکی علاقہ کو بھاگ گئے۔ اس لڑائی میں جو ۸ جولائی ۱۷۰۹ء میں ہوئی دس ہزار
سوئیڈ اور اون کے معاون قتل ہوئے۔ اور اس لڑائی نے فقط سوئیڈن کی قسمت کا ہی فیصلہ کردیا۔ بلکہ کل دنیا کو روس کی
طمع و آز کا آماجگاہ بنادیا۔ اگر زار کو شکست ملتی۔ تو بقول مورخ فلاسفر والٹیر ہم آج روس کی یہ عظیم الشان سلطنت نہ دیکھتے بلکہ
وہ بدستور گوشہ گمنامی میں پڑی ہوئی ہوتی۔ کریسی صاحب[1] اس لڑائی کو ان محاربوں کی ذیل میں درج شمار کرتے ہیں جن سے
متخاصمین کی قسمتوں کا ہی فیصلہ نہیں ہوا۔ بلکہ دنیا کی تمام سلطنتوں کے تعلقات باہمی و پولیٹیکل طاقت کے موازنہ میں انقلاب عظیم
پیدا ہوتا رہا ہے۔ اس فتح سے زار کو اسقدر خوشی حاصل ہوئی کہ میدان جنگ میں ہی باواز بلند پکار اٹھا کہ ابن الصبح آسمان پر سے گر
پڑا ہے۔ اور سینٹ پیٹرزبرگ کی بنیادیں آخر مضبوط و مستحکم ہوگئی ہیں۔ جب چارلس سلطنت ترکی میں پناہ گزین ہوا۔ اوسوقت
علی پاشا چورلی جس کا اوپر ذکر ہوچکا ہے وزیر اعظم تھا۔ جو میر پاشی روپے کے سوا۔ چارلس کو ترک اس نام سے پکارتے تھے
اور "آق بیگ" (سفید موچھ پیر) کا نام ہے کہ باہمی قتال کو بڑے غور اور شوق سے دیکھتا رہتا تھا۔ سلطان احمد کی عشرت پسندی

[1] کریسی اپنی کتاب "دنیا کے پندرہ فیصلہ کن محاربات" میں (یہ کتاب صاحب ممدوح نے ۱۸۵۱ء میں لکھی تھی۔ اس لئے صاحب ممدوح
روس کی اوس ترقی کو جو اوس نے ۱۸۵۱ء کے بعد کی معرض بحث میں نہیں لاسکتے تھے۔ مولف) اس جنگ پر تبصرہ بحث کرتے ہوئے
تحریر کرتے ہیں کہ "یوکرین کے میدان جنگ میں ہی سب سے اول وہ خیال زار کو پیدا ہوا کہ اپنی سلطنت کو وسعت دینے کا تھا بحیرہ بالٹک کے
کے جن صوبوں پر اوس کی نظر تھی وہ اوس کو معاہدہ نسٹاٹ کی رو سے مل گئے۔ اور ترکی اور ایران پر بھی اس فتح کے بعد فوراً ہی حملہ کردیئے
گئے اور گو سلطان کے برخلاف اسے اپنی پہلی کوششوں میں کامیابی نہ ہوئی مگر اوس کے جانشین ترکی اور ہر ایک دوسری سلطنت کے برخلاف

کی وجہ سے وہ عملی طور پر اس محاربہ میں کوئی حصہ نہیں لے سکتا تھا۔ تاہم روس نے یوسف پاشا اور وزاوزا کو رخشا کو کہلا بھیجا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸) ایشیائی ہو یا یورپین جو بدقسمتی سے روس کی ہمسایہ بھی رہا ہے۔ اوسکی غاصبانہ حکمت عملی کی پوری کامیابی کے ساتھ تعمیل کرتے رہے ہیں۔

روس اور سلطنت روما میں موازنہ اور فاتحین یا غاصبوں کا معمولی حصہ

یہی صاحب آگے چلکر لکھتے ہیں کہ ان مصنفوں اور مفکروں نے جنہوں نے روس کی ترقی پر بحث کی ہے۔ عموماً اوس مشابہت کا ذکر کیا ہے جو روس کی زمانہ حال کی وسعت اور سلطنت روما کی زمانہ قدیم کی وسعت میں پائی جاتی ہے۔ مگر اس طرف بہت کم توجہ کیگئی ہے۔ کہ یہ مشابہت صرف وسعت فتوحات میں ہی نہیں بلکہ ان وسائل میں بھی پائی جاتی ہے۔ جن سے حصول فتوحات کا کام لیا گیا۔ سلطنت روما کو اوس ڈیڑھ صدی میں جو کارتھج کے دوسرے محاربے کے بعد تک سب زمانوں سے زیادہ وسعت حاصل ہوئی تھی۔ اوس ڈیڑھ صدی کی تاریخ روما کو پچھلے ڈیڑھ سو برس ۱۷۲۸ء تا ۱۸۷۸ء کی تاریخ روس سے اچھی طرح مقابلہ کرو۔ تو تمہیں اون کی مشابہت تامہ معلوم ہو جائے گی۔ تاریخ قدیم کے جاننے والوں سے سلطنت روما کے سینیٹ اور مجلس عمل مشیران سلطنت، کی یہ حکمت عملی پوشیدہ نہیں کہ وہ جب کبھی کسی دوسرے ملک پر چڑھائی کرتے تھے تو عام طور پر بڑے اہتمام و زور دے یہ ظاہر کرتے تھے کہ یہ مظلوموں کی حفاظت و حمایت کیلئے لڑائی کرنے لگے ہیں جب مقدونیہ پر حملہ کیا تو وہ یونانی شہروں اور اہالی اٹولیا کی حفاظت کیلئے تھا صوبہ تھیبنیا اور دیگر ایشیائی صوبجات پر اون کو شامی بادشاہوں سے بچانے کیلئے حملہ کیا گیا۔ کارتھج پر نومیڈیا کی حفاظت کے لئے چڑھائی کیگئی۔ الغرض اسی طرح کی بیشمار مثالیں پیش ہو سکتی ہیں جن میں کاہل روما نے یہ بہ کر دیا خطاب حامی مظلومان کا اختیار کیا تھا۔ مگر دیرپا ہے بہر حال کوئی قوم جس کی آزادی کسی کاہل زبردست دولت قوی محافظ کی مہربانی پر منحصر ہو جس ریاست کی رو سے حفاظت کی وہ آخرش محکوم ہو کر سلطنت میں ملحق ہوگئی۔ انہیں معنوں میں روس۔ پولینڈ۔ کریمیا۔ کورلینڈ۔ جارجیا۔ امرینیا۔ منگریلیا۔ چرکستان اور کیشی قبائل کا محافظ رہا ہے۔ اول اوس نے حفاظت و حمایت کی اور پھر ان سب کو ہڑپ کر گیا۔ اب وہ مالڈیویا اور ولیشیا کا محافظ بنا ہے روس ہوتے ہوئے عمل کے برخلاف دہشرکی کا بھی محافظ ہوا انقلاب اور ۱۸۳۳ء سے وہ اکثر اس کا محافظ بنا ہوا ہے۔ شاید روس کے طرفدار کہیں کہ روس نے بالکل بیغرضی سے حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔ دیکھو جب ضرورت نہ رہی تو اوس نے قسطنطنیہ اور ہنگری سے اپنی امدادی افواج واپس منگوالیں بلکہ روس وہ اوسکی پالیسی کی تہ کو نہیں پہنچے۔ اس بارہ میں بھی روس روما سے پوری مشابہت رکھتا ہے زمانہ قدیم میں جب تک دو سلطنتیں باہم دست و گریباں رہیں روما بظاہر بیغرضی اور میانہ روی کی چال چلتا رہا کیونکہ اگر وہ اپنے طامعانہ اور غاصبانہ ارادوں کو کھلم کھلا بیان کر دیتا تو ان آزاد سلطنتوں کے متحد ہو جانے کا اندیشہ تھا اور وہ اتحاد سلطنت روما کے حق میں بہت مضر ثابت ہوتا جیتی قوموں کے ساتھ پہلا محاربہ کرنیکے بعد بھی اسی طرح اطاقوں کی حوالی اور کئی دیگر محاربوں کے بعد فاتح روما نے اپنی افواج کو علاقہ جات مفتوحہ سے فوراً واپس منگوالیا۔ وہ دنیا پر یہ ظاہر کرنیکی ہمیشہ کوشش کرتی رہی کہ وہ محض دوسروں کے بھلے کیلئے لڑائی کرتی ہے۔ مگر جونہی مناسب موقعہ پہنچ جاتا ایسے ایک علاقہ میں جس پر اوسکی نظر ہوتی اپنی فوجیں بھیج دیتے اور اوس کو ملحق کر لینے کا ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ نکالا جاتا یاد رکھو قدیم روما کی طرح روس ایسی علاقہ جات کی پیشقدمی انصاف و اعتدال سے نہیں بلکہ محض خوف سے رکا کرتی ہے۔ یعنی جس انصاف نے روما کی طمع کو کبھی نہیں روکا

سلطانِ معظم کا راتا ہے۔

چارلس کے پاس سفیر بھیجکر اوسے فتوحات کی مبارکباد دی اور روس کے برخلاف اوسے ٹرکی کے ساتھ متحد بنانے کی کوشش کرو۔ سفیر چارلس کو بمقام تھلن جا ملا تھا۔ بعد ازاں جب شاہ مذکور صوبہ یوکرین میں تھا تو اوسی گورنر نے اوسے کہلا بھیجا کہ خان کریمیا تمہاری مدد کریگا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ چارلس اسی امداد کے بھروسہ پر یوکرین میں رہا اور پلٹووا کی طرف بڑھا تھا۔ بہرحال جنگ پلٹووا کے بعدہ ترکی علاقہ میں اسی غرض سے آیا تھا۔ کہ وزیر سے اوس کا وعدہ پورا کرائے۔ محض پناہ گزینی کے لئے اوسے ٹرکی آنے کی چنداں احتیاج نہ تھی۔ مگر وزیر نے یہ وعدے سلطان کے بلا علم کئے تھے چارلس کی آؤبھگت تو کمال شان و شوکت سے کی گئی۔ لیکن سلطان نے محض اوس کی خاطر روس سے لڑائی کرنا پسند نہ کیا۔ چارلس پہلے عشاکو پہنچا اور چند دنوں کے بعد وہاں قصبہ بندر کو چلا گیا۔ جہاں باب عالی نے اوس کی حفاظت کے لیے تھوڑی سی فوج روانہ کردی۔ اور جب زار نے مطالبہ کیا کہ چارلس کو ترکی علاقہ میں نہ رہنے دیا جائے اور دھمکی اور نرمی ہر وسیلہ سے ہیمن شاہ کی حوالگی کا تقاضا کیا تو باب عالی نے صاف انکار کردیا +

چارلس کی حفاظت کیلئے فوج بھیجنے کی ضرورت اس امر سے محسوس ہوئی تھی کہ چارلس نے عشا کو آتے ہوئے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک ہزار سویڈ مالڈیویا میں بھیجدیئے تھے کہ وہ وہاں سے پولینڈ کی سرحد کی نگرانی کرتے رہیں۔ زار کی افواج نے اچانک سرحد سے گذر کر مقام زار نوو گرڈ کے قریب سویڈش دستہ پر حملہ کردیا۔ اور چند کو قتل کرکے تقریباً کل باقیماندہ کو اسیر کرکے روس لے گئیں۔ عثمانیہ علاقہ کی اس حق تلفی سے قسطنطنیہ میں سخت ناراضگی پھیل گئی۔ اور اعلان جنگ ہوجانے کا قوی احتمال ہوگیا لیکن روسی سفیر ٹالسٹوی کے جدوجہد سے ایسا نہ ہونے پایا۔ چارلس کے شکست یاب ہوجانے پر علی پاشا کی رائے بھی بدل گئی تھی۔ اس نے تن تنہا روس سے لڑائی کرنا بعید از مصلحت سمجھا۔ ادھر چارلس تقاضے پر تقاضا کر رہا تھا۔ کہ سلطان تیس ہزار سپاہی اور بیس ہزار انگیچری اس کے ساتھ کردے تاکہ یہ فوج اوسے پولینڈ کے راستہ سویڈن پہنچا آئے۔ اس قدر فوج کو چارلس کے ساتھ بھیجنا پولینڈ اور روس دونوں کے ساتھ لڑائی ہوجانے کا باعث ہوتا۔ علی شاربی جیسے کو بسی شعلی علی لکھتا ہے۔ دیوان کو پچھلے محاربہ کے نتائج بدیا دلا کر اس مخمصہ میں پھنسنے سے منع کررہا۔ مگر سلطان کی والدہ جو چارلس کی بہادری دیکھ کر اوس کی بڑی طرفدار ہوگئی تھی بڑی سرگرمی سے سلطان کے پاس اوس کی سفارش کرتی رہی۔ اور باربار اپنے بیٹے سے یہ سوال کرتی "تم کب خرس کے برخلاف میرے شیر برچارلس کی امداد کروگے" ۱۷۱۰ء کے اخیر میں صلح کی طرفدار جماعت کی رائے دیوان میں غالب آگئی۔ اور مصطفیٰ ثانی کے عہد میں جو معاہدہ روس اور ٹرکی میں ہوا تھا۔ اوس کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹) روک سکتی۔ صرف فریق مقابل کی طاقت کا خوف اون کو مانع ہوتا ہے۔ اور خوف کی مقدار اوس مستعدی و برمحل خبرداری کی مقدار کے مطابق ہوتی ہے۔ جس کو دوسری سلطنتیں اپنی آزادی اور قومی وجود کے مشترک دشمن کے برخلاف کام میں لانا پسند کریں۔ ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ یہ ریمارک صرف روس پر ہی نہیں بلکہ ہر ایسی سلطنت پر جو فتوحات اور وسعت مقبوضات کی دلدادہ و شیدا ہورہی ہو برابر حاوی ہوسکتے ہیں۔ روس کو صرف بطور مثال پیش کردیا گیا ہے۔ کیونکہ اس وقت کی ان سلطنتوں میں جن کو لارڈ سالسبری تنزل قوموں کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ اس بارہ میں سب سے بڑھا ہوا ہے ورنہ بجائے خود ان سلطنتوں میں سے اپنی طرف سے فرق کوئی نہیں کرتی مخلف

تجدید ہوکر یہ شرط زیادہ کی گئی کہ شاہ سویڈن کو اختیار ہے جس راستہ سے چاہے اپنے ملک کو چلا جائے۔ کوئی اس کا معترض نہ ہوگا۔ سلطان نے اس امر کی چارلس کو اطلاع کی۔ اور ساتھ ہی دس ہزار ڈیوکٹ زادراہ کے لئے اور کئی گھوڑے اور دیگر تحائف بھیج دیئے۔ چارلس نے تحائف تو قبول کر لیے۔ لیکن ٹرکی سے جانے کی کوئی تیاری نہ کی۔ وزیر نے بہت کوشش کی کہ چارلس کسی طرح ٹرکی سے چلا جائے۔ مگر چارلس نے ایک نہ مانی۔ آخر سلطان بیگی تدابیر کی ناکامیابی سے برافروختہ ہوگیا۔ اور علی پاشا کو وزارت سے برطرف کرکے جون ۱۷۱۳ء میں نعمان کوپرلی کو وزیر اعظم بنا دیا۔

نعمان کوپرلی مصطفےٰ متقی کا بیٹا تھا۔ اس مشہور خاندان کے پھر ایک رکن کو وزارت پر ممتاز دیکھکر سلطنت کے کل باشندوں کو کمال مسرت ہوئی۔ اور ہر ایک کو قوی امید ہوگئی کہ وہ اپنے بزرگوں کی طرح سلطنت کی شان و شوکت کو پھر تازہ کردیگا۔ یہ امیدیں پوری نہ ہوئیں۔ نعمان نے مسلم اور عیسائی دونوں مذاہب کی رعایا سے اپنے باپ کی طرح عقلمندی انصاف اور غیر تعصبی سے برتاؤ کیا مگر وہ ایسے مدبرین میں سے تھا جو کچھ تو خود بینی سے اور کسی قدر دل کی کمزوری سے کل کام اپنے ہی ہاتھ سے کرنا چاہتے ہیں۔ جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ تو معمولی کاروبار کی جزئیات میں غلطان و سرگردان رہتے ہیں اور اہم معاملات یا تو معرض تعویق میں پڑ جاتے ہیں یا مصاحبوں اور مشیروں پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ اور ادھر جزئیات میں بیفائدہ اور بے ہنگام مداخلت کرتے رہنے سے وہ اپنے ماتحتوں اور ساتھیوں کو متنفر اور آزردہ خاطر بنا دیتے ہیں۔ یہی انجام نعمان کی مداخلت کا ہوا۔ کل کاروبار پراگندہ ہوگئے اور دیوان میں نا اتفاقی پڑ گئی۔ اور قاعدہ ہے کہ لوگوں کو کسی شخص سے جس قدر زیادہ امید ہو اوس کے نہ پورا ہونے پر اوسی قدر مایوسی اور آزردگی زیادہ ہوتی ہے نعمان پر انہیں بڑی امیدیں تھیں جب وہ باطل ثابت ہوئیں۔ تو وہ ویسا ہی سخت نا ہر دلعزیز ہوگیا چنانچہ وہ چودھویں مہینے وزارت علیحدہ ہوکر اپنے سابقہ عہدہ پر جو کہ وزارت سے کمتر درجہ کا مگر معزز تھا۔ یعنے مشہور جزیرہ یوبوا[1] کی گورنری پر واپس چلا گیا۔

محاربۂ وینس دور دوم

خارجیہ معاملات میں نعمان کوپرلی کی ایک تدبیر کا نتیجہ اوس کی منشاء کے عین برعکس ہوا تھا۔ وہ بھی علی پاشا کی طرح صلح قائم رکھنے کا طرفدار تھا۔ اور گو کامیاب نہ ہو سکا۔ چارلس کو باامن و امان چلے جانے کے لئے بہتر اسمجھا رہا۔ مگر ساتھ ہی اوس نے دنیا پر یہ ظاہر کر دینا مناسب سمجھا کہ سلطنت عثمانیہ کے جنگی وسائل اور اوس کی فوجی طاقت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اس غرض کے لئے اوس نے جرار فوج جمع کئے جانے کا حکم صادر کردیا۔ اور دیوان کی طرف سے یہ اعلان مشتہر کیا کہ باب عالی چارلس کے ساتھ اسی قدر فوج بیکران بھیجنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جس قدر کہ قرہ مصطفےٰ کے ماتحت ویانا کو بھیجی گئی تھی اس شیخی اور ساتھ ہی اجتماع سپاہ کا یہ اثر ہوا کہ کل عثمانیہ فوج میں اس قدر جنگی جوش پیدا ہوگیا کہ اوس کو روکنا مشکل ہوگیا۔ سپاہ ایک تو پہلے ہی سے شاہ سویڈن کی حامی تھی اور دوسرے وہ سابقہ بدنامیوں کو دور کرنے کا موقعہ ملنے کے لئے بیتاب ہو رہی تھی۔ اس وزیر کی کارروائی نے سونے پر سہاگہ کا کام دیدیا۔

---

[1] اس کو نگروپونٹ اور اگری پاس بھی کہتے ہیں۔ یونان کے مشرق میں چند میلوں کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ اور اب اسی کی ماتحت ہے۔ مؤلف

اودھر روسیوں کی متواتر یورشوں اور بیشمار سینہ زوریوں سے تنگ آکر سرحدی اضلاع کے باشندے اپنی حفاظت اور نقصانات کی تلافی کرائے جانے کے لئے مسلسل عرضداشتیں سلطان کی خدمت میں بھیج رہے تھے۔ مزید براں چارلس کے ایجنٹ جو دربار عثمانیہ میں متعین تھے، سلطان احمد کو لڑائی پر آمادہ کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہے تھے۔ اور فرانس کا سفیر بھی اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا تھا۔ دولت غوری سرغیرائی خان کریمیا بھی شاہ سویڈن کی طرح روس کے ساتھ جنگ کا اعلان ہوجانے کے لئے کمال بے کل ہو رہا تھا۔ زار کی غاصبانہ تیاریوں سے سلطنت عثمانیہ کے کسی صوبہ کو اتنا اندیشہ نہ تھا جتنا کہ جزیرہ نما کریمیا اور اس کے ملحقہ صوبوں کو تھا۔ روسیوں نے بمقام کامی انسکا کے قریب جو پریکاپ سے تھوڑے سے فاصلہ پر ہے کئی قلعے تیار کر لئے تھے۔ دریائے نیپر اور سماما کے محل انفصال پر بمقام سمنجیک اور بمقام طیغان بھی قلعے تعمیر کرلئے گئے۔ آذاف اور نئے بندرگاہ ٹاگرن روگ کی قلعہ بندیاں اور زبردست روسی بیڑہ کی موجودگی بھی جسے زار نے وہاں تیار کیا تھا۔ خان کریمیا کے لئے کچھ کم خطر کا موجب نہ تھیں۔ اوس نے ان کل معاملات کی سلطان کو خبر پہنچادی۔ چارلس کے اعلیٰ ایجنٹ کونٹ پونی آٹوسکی نے سلطان کے ذہن نشین کردیا کہ زار جو اوس وقت آذاف اور بحیرہ آذاف اور داونش کے سواحل کا مالک ہے یہ سب تیاریاں کریمیا کو فتح کرنے کیلئے کر رہا ہے جس کے بعد فاتح روسی جلد قسطنطنیہ پر حملہ کردینگے۔

علاوہ بریں سلطان کو جتایا گیا کہ روس کا اقتدار پولینڈ میں بہت بڑھ گیا ہے۔ اس وقت روس کی فوجیں وہاں کے مضبوط ترین قلعہ کامی نیک میں جمع ہیں۔ مزید براں کاسکوں کے قبائل پوکال اور بریساش کو فتح اور مالڈیویا کے صدر مقام جاسی کے قریب قلعہ شان رشتی پر قبضہ کرلیا ہے۔ لیکن اگر روسیوں سے ایک غلطی نہ ہوجاتی تو غالباً یہ سب تحریکیں بے اثر رہتیں۔ زار نے صلح کو برقرار رکھنے کیلئے سلطان کے پاس سفارت روانہ کی۔ جو بحیرہ اسود کے راستہ قسطنطنیہ آئی۔ اور خود محلسرائے شاہی کی دیواروں کے نیچے اوس کے جہاز لنگر زن ہوئے۔ بحیرہ اسود کو ترک اسلامی سمندر سمجھتے تھے۔ اور کسی عیسائی قوم کے جہاز کو اوس میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ عام مسلمان تو اس جسارت سے اور خود سلطان بیڑہ کے اوس کے محل کے نیچے آجانے سے برافروختہ ہوگیا سلطان نے اسیوقت دولت خان کو کریمیا سے اپنے حضور طلب کیا جس نے شرف باریابی حاصل ہونے پر روسیوں کے ساتھ فی الفور اعلان جنگ کردینے کی ضرورت کو بخوبی ثابت کردیا۔ اوس نے عرض کیا کہ زار کے ایجنٹ عیسائی رعایا کو درپردہ سرکشی پر آمادہ کر رہے ہیں اگر اوس کی ان چالوں کو موثر ہوجانے کی مہلت دیگئی تو روسی ان وسائل سے کل یورپین علاقوں کو فتح کرلینگے۔ اوس کی دلیلیں سلطان پر اثر کر گئیں۔ اوسے خلعت ہائے فاخرہ اور بیش قیمت تحفہ تحائف دیکر بعزت رخصت کردیا گیا اور مفتی سے استفتاء کیا گیا کہ آیا ان حالات میں روس کے ساتھ جس سے میعادی صلح کیگئی تھی۔ اور ابھی تک وہ میعاد ختم نہیں ہوئی لڑائی کرنا درست ہے۔ مفتی نے فتویٰ دیا کہ لڑائی درست و جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے اوسی وقت بیس ہزار ینگچری اور دیگر اقسام کی جرار فوج کے بھرتی کئے جانیکا حکم صادر کیا گیا۔ اور سواحلی صوبجات کے تمام گورنروں کو فہمائش کی گئی کہ ہر ایک اتنے اتنے ایسے جہاز جو چھوٹے پانی میں چل سکیں دیکھو نکہ بحیرہ آذاف میں پانی گہرا نہیں، تیار کرکے کپتان پاشا کے پاس جس کا بیڑہ منزل مقصود کی طرف جانے کو

بالکل تیار ہو بیٹھے۔ ان تیاریوں کے ساتھ ہی روسی سفیر کو حسب دستور قدیم جو تھوڑے ہی عرصہ سے منسوخ ہوا تھا یعنی ایم ٹالنسالی کو بتاریخ ۱۷۶۸ء ۲۰ نومبر قلعہ یدی قلا میں قید اور جنگ کا اعلان کر دیا گیا۔

پیشتر باب عالی کے جس سے مراد عوام و نیز لیکر حیران ہو گیا! دست اپنے سفیر کی جانوں ترکی وزرا کی بد دیانتی۔ دیوان کی سہل انگاری اور خود سلطان احمد کی کاہل الوجودی پر پورا بھروسہ تھا۔ گر اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ ترکی سے مطلقاً لڑائی نہیں کرنا چاہتا تھا برعکس اس کے وہ لڑائی کا خود سخت "متمنی" تھا۔ وہ صرف اپنی تیاریوں کے مکمل ہونے کا منتظر تھا۔ اور اون کی تکمیل پر دوسرے برس خود حملہ آور ہو جاتا۔ بالٹک کے سویڈش صوبے لیو دینا سے اس نے ابھی تازہ تازہ ۱۷۶۱ء کے اخیر میں، فارغ ہو کر اپنی فوجیں اہلی سویڈن اور اون کے بعض معادن و لوان کے مقابلے سے واپس منگوائیں تھیں۔ اور بایں لحاظ وہ ترکوں کے ساتھ لڑائی کرنے کے لئے بالکل ہی ناتیار نہیں تھا۔ مگر پھر بھی اگر جنگ اور ایک سال کے لئے ملتوی ہو جاتا تو وہ اپنی طاقت کو خوب مضبوط کر لیتا لیکن جب اوس کے نامہ و پیام سے سلطان اپنی فوجی تیاریوں سے نہ رکا تو وہ ضروری ۱۷۶۹ء کو اوس نے بھی ماسکو کے بڑے گرجا میں باضابطہ اعلان جنگ کر دیا اور اپنی فوج کے مذہبی جوش کو ابھارنے اور نیز ترکی کی عیسائی رعایا کو اپنے ساتھ شامل کرنے کیلئے لڑائی کو مذہبی طرز میں ظاہر کیا۔ معمولی جھنڈوں کی بجائے روسی افواج کو سرخ علم دیئے گئے۔ جن کی ایک طرف الفاظ "خدا کے نام سے اور دین مسیحی کی حمایت میں" اور دوسری طرف قسطنطنیہ کے سابقہ عیسائی قیاصرہ کا نشان منقوش تھا۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے یونانی المذہب اور سلیو النسل روس کی طاقت عظیم کے نشو و نما سے ترکی کی یونانی اور سلیو رعایا کو اپنی آزادی کے خواب آنے لگ گئے تھے۔ اور ان میں بجد پر جوشی اور امنگ و تحریک پیدا ہو گئی تھی۔ سویڈن سے فارغ ہوتے ہی زار نے ترکوں کی عیسائی رعایا کو ورغلانا شروع کر دیا تھا جس کا اثر مانٹی نیگرو (جبل اسود) کے قلیل الجماعت اور مسافت بعید پر رہنے والے قبائل تک پہنچ گیا تھا۔ اونہوں نے زار کے پاس قاصد بھیجکر اپنا عندیہ ظاہر کیا کہ جب تم ترکی پر حملہ کرو گے تو دوسری طرف سے ہم اون پر حملہ کر دیں گے۔ زار نے خط اور تحائف بھیجکر اون کا شکریہ ادا کیا۔ مگر ترکی کی عیسائی رعایا کے ساتھ نامہ و پیام شروع کرنے سے اوس کا بڑا مدعا یہ تھا کہ مالڈیویا اور ولیشیا کے عیسائی گورنروں کو اپنا رفیق بنا لے کیونکہ وہ پہلے وہیں اپنی فوج لے جانیکا ارادہ رکھتا تھا۔ اور ترکی پر حملہ کرنے کیواسطے مزید تیاریوں کے لئے ان صوبجات کو قاعدۃ الجیش (بیس آف آپریشن) بنانا چاہتا تھا۔

چنانچہ دونوں گورنروں کو بہ طمع زر اپنے ساتھ ملا لیا گیا۔ اور اعلان جنگ سے فی الفور یہ اشتہار مشتہر کیا گیا کہ زار اس امر کا دم بھرتا ہے کہ مالڈیویا اور ولیشیا ترکوں کی محکومی سے آزاد کر دیئے جائیں گے۔ اور یونانی کلیسیا کے سوا اور کوئی کلیسیا وہاں نہیں رہنے دیا جاویگا۔ ادھر یروشلیم میں ایک بشپ نے جو روسی گماشتوں کا سرغنہ تھا۔ یہ روایت مشہور کر دی کہ قسطنطین کی قبر سے ایک کاغذ برآمد ہوا ہے جس پر یہ پیشینگوئی درج ہے کہ روس ہی ترکوں کو یوروپ سے نکالینگے۔ پھر تو یونانی المذہب عیسائی رعایا کی بغاوت کے منصوبے پر فتح کا ایسا یقین تھا۔ کہ اوس نے علانیہ کہدیا کہ عنقریب روسی علم محلسرائے سلطانی پر لہلہاتا دکھائی دیگا۔ اور یہ اوس کے ہمراہ تھا گویا وہ کسی تفریحی مہم پر جا رہا تھا۔ عیسائی مورخ لکھتے ہیں کہ ایسا تعصب اور سرگرمی اوس سے پہلے کبھی ظہور میں نہ آئی تھی۔

اس کا یہ تکبر و غرور بار تعالیٰ کو پسند نہ آیا اور شیطان لعین کی طرح اوس کو اس کا ایسا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ جو مدت العمر اوسے فراموش نہ ہوا۔

برنیکو دان والیٔ ولیشیا کا جو پیٹر سے روس کے ساتھ خط و کتابت کر رہا تھا۔ باب عالی کو اس کی کچھ بھنک پڑ گئی اور اوس نے پرنس کانٹی مرگو گورنر مالڈیویا کو باغی گورنر پر حملہ آور ہو کر اوسے گورنمنٹ سے علیٰحدہ کرنے کا حکم بھیجا۔ مگر یہ نمک حرام بھی جس کا پہلی جلد میں مفصل ذکر آچکا ہے۔ روسیوں کے ساتھ ملگیا ہوا تھا۔ بلکہ زار کے ایسے منہ لگ گیا تھا۔ کہ برنیکو دان آتش حسد سے جل بھن گیا اور بظاہر روسیوں کا طرفدار رہکر درباطن ترکوں کے ساتھ ملگیا۔ اور روسیوں کی فوج کو ایسی جگہ لا ڈالا جہاں ترک اوس کو بآسانی مفتوح و مغلوب کر سکیں۔ ادھر کانٹی مرگو خود روسیوں کا معاون ہو گیا تھا۔ مگر اوس کی رعایا کو ترکوں سے کوئی رنجش نہ تھی اوس نے باغی کا ساتھ نہ دیا۔ دوسری طرف سلطان نے خود اپنی زیر نگرانی فوج کو تیار کیا تھا۔ جس بخوبی آراستہ و جرار سپاہ نے مئی ۱۷۱۱ء میں بلطان جی محمد پاشا کی زیر کمان جس کو علی پاشا کے بعد وزارت کا اہتمام دیا گیا تھا۔ قسطنطنیہ کے نواح سے کوچ کی پیشقدمی شروع کی۔ زار نے اپنی فوجیں پولینڈ کے جنوب میں جمع کیں۔ اور جون میں مالڈیویا کے صوبہ میں داخل ہو گیا۔ جاسی پہنچنے تک راستہ میں اوس کی فوج کو سخت مصائب برداشت کرنے پڑے۔ اور بیشمار جانیں بھوک اور بیماری سے ضائع ہو گئیں پیٹر نے جاسی میں کچھ عرصہ قیام کر کے فوج کے لئے سامان رسد حاصل کرنے کی کوشش کی۔ مگر مالڈیوی وفاداری میں ثابت قدم تھے۔ کانٹی مر بہت کم رسد جمع کر سکا۔ والیٔ ولیشیا گورنر اس وقت علانیہ ترکوں کا طرفدار ہو گیا ہوا تھا۔ اوس سے کسی مدد کی توقع نہ تھی۔ اس مشکل کے وقت کانٹی مر نے نیک نیتی سے یا جیسے کہ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ وہ بھی اب روسیوں کی حالت زار دیکھ کر اپنے بچاؤ کیلئے ترکوں کا طرفدار ہو گیا تھا۔ ازراہ شرارت زار کو یہ کہکر جنوب کی طرف بڑھنے کا مشورہ دیا کہ وہاں بیعنہ دریائے سرتھ کے جنوبی حصہ میں ترکوں کے بڑے بڑے گودام اور میگزین بے حفاظت پڑے ہیں۔ بآسانی ہاتھ آجائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی زار کو دھوکا دیا گیا۔ کہ وزیر کی فوج نے ابھی تک دریائے ڈینوب سے عبور نہیں کیا۔ پس زار کچھ حصہ فوج کا مالڈیویا میں چھوڑ کر اور باقی فوج ساتھ لیکر دریائے پروتھ کے مغربی (داہنی) ساحل کے کنارہ کنارہ جنوب کو چلدیا۔ یہ دریا جاسی کے مضافات سے تقریباً سیدھا جنوب میں بہتا ہوا اوس مقام سے جہاں سرتھ ڈینوب میں گرتا ہے۔ کسی قدر نچلی طرف کو قصبہ گالاز کے قریب ڈینوب سے ملتا ہے۔ مگر روسی فوج ابھی جاسی میں ہی تھی۔ کہ وزیر اعظم دریائے پروتھ کے اتصال سے نچلی طرف بمقام اساق جی ڈینوب کو عبور کر گیا تھا۔ اور صوبہ بسیرابیا میں خان کریمیا تاتاری سواروں کی جرار فوج لیکر اوسے آملا تھا۔ عثمانیہ کمانڈروں کو جب زار کے جنوب رویہ کوچ کی خبر ملی تو وہ اپنی متفقہ فوج کو لیکر دریائے پروتھ کے مشرقی کنارہ کی طرف چلدیئے تاکہ اوسے عبور کر کے روسیوں پر مالڈیویا میں حملہ کریں۔ یہ فوج دریا کے جس حصہ پر پہنچی۔ وہاں روسی جرنیل شرمی ٹیف کی فوج کا کچھ دستہ لیکر متعین تھا۔ اوس نے ترکوں کو دریا کو عبور کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔ مگر دس ہزار تاتاری تیر کر دریا کو گذر گئے۔ اور رات پڑنے سے پہلے دریا پر چار پل بنا لئے گئے۔ جن پر سے ترکی فوج کی زبردست جمیعت مغربی کنارہ پر پہنچ گئی

روسی جنرل تاب مقاومت نہ لاکر پیچھے ہٹ گیا۔ اور مقام فالتاش کے قریب زار سے جا ملا۔ یہ خبر سنکر زار کے چھکے چھوٹ گئے۔ اسکی فوج بیماری اور فاقہ ہی سے کمزور نہیں ہوگئی ہوئی تھی۔ بلکہ جزیلان رینی اور جوناس کے زیر کمان دو زبردست دستے مالڈویا اور والیشیا کے اندرونی اضلاع میں بھیجدیئے جانے کی وجہ سے ترکی فوج کے مقابلہ پر جس میں دو لاکھ ترک اور تاتاری تھے۔ اوس کی جمعیت بھی بالکل بے حقیقت تھی۔ زار اوسی دائیں ساحل کے کنارے کنارے کسی قدر پیچھے ہٹ کر وضع کوش کے قریب دریا پرتھ اور ایک دلدل کے درمیان خیمہ زن ہوگیا۔ اور کیمپ کو خندقوں وغیرہ سے محفوظ کردیا۔ یہ موقع بظاہر نہایت محفوظ معلوم ہوتا تھا۔ اور اوس کو پسند کرنے میں اوس نے سوبی اسکی کی تقلید کی تھی۔ جس نے بھی بمقام زراونا ایسا ہی موقعہ پسند کیا تھا۔ لیکن یہ نشیبی زمین جس پر روسی خیمہ زن ہوئے تھے۔ یہ پہاڑیوں سے گھری ہوئی تھی۔ جو تھوڑے سے فاصلہ پر واقع تھیں کثرت لشکر کی بدولت وزیر نے اون پر آسانی قبضہ کرلیا۔ اور روسی اپنے کیمپ میں بالکل محصور ہوگئے۔ اون کے پاس رسد تقریباً نادرد تھی اوس پر پیاس نے اون کی حالت اور ردی کردی۔ ترکوں نے دریا کے بائیں کنارے پر باتریاں نصب کردی تھیں۔ دوسرا ساحل اون کی زد میں تھا۔ روسیوں کا دریا کے قریب جانا یقینی موت کے مترادف تھا۔ وزیر عقلمندی سے کام لیکر جو روسی کیمپ پر حملہ آور ہونے سے محترز رہا اور روسیوں کے حملہ کی مدافعت کرنے پر قانع رہا۔ اونھوں نے دو دن سخت جانگداز معرکہ آرائی کرکے ترکوں کو پہاڑیوں سے ہٹانے کی کوشش کی۔ مگر ہر مرتبہ ناکام پسپا کردیئے جاتے رہے۔ روسی ایسے نرغہ میں مبتلا ہو گئے تھے کہ اگر کیتھرائین کا دم نہ ہوتا۔ تو وہ ضرور یا بھوک و پیاس سے فنا ہوجاتے یا بلا شرط دشمن کے آگے ہتھیار ڈالدیتے۔ اس عورت سے جس کا ذکر پہلے بھی ہوچکا ہے ۱۷۰۷ء میں زار نے خفیہ شادی کرلی تھی۔ جنگ میرن برگ کے بعد یہ کئی روسی افسروں کی جنمیں جنرل شرمی ٹوف بھی شامل ہے معشوقہ رہی جب پیٹر اوس کے دام محبت میں گرفتار ہوا۔ اس وقت وہ جنرل منشی کوف کی پاس تھی۔ یہ عورت محض ناخواندہ تھی۔ مگر یہ بے نظیر صفت رکھتی تھی۔ کہ جن سے اوس کا تعلق ہوتا اون کے دلی حالات و خیالات اور مذاق سے فوراً واقف ہوکر خود بھی انہی کا رنگ اختیار کرلیتی تھی۔ پیٹر کی تمام تجاویز میں بڑے شوق کے ساتھ فی الفور متفق الرائے ہوجانے سے اوس نے اوس کے دل پر ایسا پورا پورا تسلط کرلیا ہوا تھا۔ کہ بظاہر تو لوگوں کو یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اوس کی دلداری کر رہی اور اوس کی ہاں میں ہاں ملا رہی ہے لیکن دراصل وہ حکومت کر رہی تھی۔ اور زار اوس کی تابعداری کرتا تھا۔ روسی فوج کے کل افسروں کی جنگی کونسل نے فیصلہ کیا کہ بچاؤ کی اب یہی سبیل ہے کہ وزیر سے صلح کی سلسلہ جنبانی کی جائے مگر کسی کو ہمت نہ پڑتی تھی کہ زار کو جو خیمہ میں تن تنہا بیٹھا ہوا ہجوم افکار و تردد میں غرق تھا اس فیصلہ کی جاکر خبر کرے۔ کیتھرائین نے اس بات کا ذمہ لیا۔ اوس نے خیمہ میں جاکر خاوند کو پہلے پیار و دلاسہ سے تسلی دی۔ پھر آہستہ آہستہ اوسے وزیر کے پاس ایلچی بھیجنے پر راضی کرلیا۔ اگر کوئی اور اس کام کا بیڑا اوٹھاتا۔ تو ضرور ہلاک کردیا جاتا۔ بعد ازاں کیتھرائین نے وزیر کو نذرانہ دینے کے لئے جو ایسے موقعوں پر سائل فریق اوس زمانہ میں غالب فریق کے سامنے پیش کرکے صلح کی التجا کیا کرتا تھا۔ فوج کے اعلیٰ افسروں سے روپیہ جمع کیا اور پھر اپنے زیورات بھی اوس میں شامل کردیئے۔ یہ روپیہ اور زیورات چانسلر ملا الہام، شافروٹ کے ہاتھ وزیر کے کیمپ میں

بھیجے گئے۔ اور ساتھ ہی اوسے جنرل شرمی ٹوف نے زار کی طرف سے خط لکھدیا جس میں صلح کی التجا کی گئی۔ وزیر اعظم کے قایہ کو اوس پر بڑا اقتدار حاصل تھا۔ شافروٹ پہلے اوسی کے پاس گیا۔ قایہ نے تحائف لے لئے اور وزیر کے پاس صلح کی سفارش کی محمد بلطان جی رضامند ہو گیا۔ اور معاہدہ صلح کی شرائط کے متعلق گفتگو شروع ہو گئی۔ چارلس کا ایلچی پونیا ٹوسکی بھی وزیر کے ہمراہ تھا۔ اوس نے اور نیز خان کریمیا نے صلح کی سخت مخالفت کی۔ مگر وزیر نے اون کی ایک نہ سنی اور اوس کے میر منشی عمر آفندی نے وہ مشہور عہدنامہ لکھدیا۔ جس سے زار اور اوس کی فوج کو بتاریخ ۲۱ جولائی ۱۷۱۱ء ورطۂ ہلاکت سے نجات مل گئی۔ یہ عہدنامہ معاہدہ پروتھ اور معاہدہ فالکسن کے نام سے مشہور رہے +

عہدنامہ پروتھ

عہدنامہ مذکور کی تمہید یہ تھی "خداوند کریم کی عنایت و نصرت سے فاتح اسلامی لشکر نے ماسکو کے زار اوس کی فوج کو چاروں طرف سے گھیر لیا جس پر اوس نے صلح کی التجا کی اور مندرجہ ذیل شرائط پر صلح کر لی گئی" پہلی دفعہ کی رو سے زار نے قلعہ آزاف اور اوس کے ملحقہ علاقے اور مضافات اوسی حالت میں جس حالت میں وہ اوس وقت تھے جبکہ زار نے اون پر قبضہ کیا تھا واپس کر دینے کا اقرار کیا۔ دوسری دفعہ کی رو سے زار نے نئے شہر ٹاگان روگ کو جسے اوس نے بحیرۂ آزاف کے ساحل پر آباد کیا تھا اور نیز کامی نی ایسکی کی قلعہ بندیوں اور دریائے ثمن کے نئے قلعہ کو منہدم کرنے کا اقرار کر کے وعدہ کیا کہ وہ پھر نہ بنائے جاویں گے۔ کامی نی اسکی کے توپخانہ اور تمام جنگی سامان کی نسبت شرط کی گئی کہ وہ باب عالی کے سپرد کر دیا جاویگا۔ تیسری دفعہ میں زار نے عہد کیا کہ وہ پولینڈ اور نیز ان کاسکون کے معاملات میں جو اہالی پولینڈ یا خان کریمیا کے ماتحت ہیں۔ آئندہ کبھی دخل نہیں دیگا۔ اور تمام روسی فوجیں جو ان ممالک میں ہیں۔ واپس بلا لیجائینگی چوتھی دفعہ آزادی تجارت کے متعلق تھی۔ مگر ساتھ ہی یہ شرط کی گئی۔ کہ آئندہ کوئی روسی سفیر قسطنطنیہ میں نہیں رہیگا۔ یہ شرط اون ان سازشوں کی وجہ سے کی گئی۔ جو روسی یونانیوں اور دیگر عثمانیہ عیسائی رعایا سے کیا کرتے تھے۔ پانچویں دفعہ میں زار نے تمام مسلمانوں کو جو لڑائی کے دوران میں یا اس سے پہلے گرفتار کئے گئے یا غلام بنائے گئے تھے رہا کر دینے کا وعدہ کیا۔ چھٹی دفعہ کی عبارت یہ تھی "چونکہ شاہ سویڈن باب عالی کی ظل حمایت میں آگیا ہے۔ مسکوبی اوسے کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچائیں۔ اور اوس کو بلا مزاحمت بہ حفاظت تمام اپنے ملک کو واپس چلا جانے دیں۔ اور ساتھ ہی دوستانہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ اگر باہمی سمجھوتہ ہونا ممکن ہو۔ تو روس اور سویڈن آپس میں صلح کر لیں" دفعہ ہفتم کا مضمون یہ تھا۔ کہ آئندہ باب عالی مسکوبیوں (روسیوں) کو کوئی نقصان نہ پہنچاوے نہ آئندہ باب عالی کی رعایا اور باجگذاروں کو کوئی اذیت پہنچائیں۔ خاتمہ پر وزیر کی طرف سے یہ عبارت لکھی گئی "میں اپنے شہنشاہ اور آقائے نعمت سے ان شرائط کو منظور فرما لینے اور زار کی سابقہ بد اعمالیوں کو نظر انداز کر دینے کی مؤدبانہ التماس کرتا ہوں۔ میں نے یہ معاہدہ اون کامل اختیارات کے رو سے کیا ہے جو جلالت مآب نے مجھے عطا فرمائے ہوئے ہیں" اس کے بعد جو عبارت درج تھی۔ اوسکا مدعا یہ تھا کہ زار ان شرائط کے ایفاء کی ضمانت میں یرغمال حوالہ کرے اور قریب ترین شرکت سے اپنے ملک کو واپس چلا جائے۔ عثمانیوں کا مظفر و منصور لشکر یا تاتاری یا اور کوئی شخص اوسے تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ زار نے

چانسلر بیرن شافیروف اور جنرل شرمی طوف کو بطور یرغمال وزیر کے حوالہ کر دیا اور بقیۃ السیف لشکر کو یونہی تباہی و ہلاکت سے بچ جانے پر خوش اور اپنے نقصانات اور ذلت سے شرمسار اور پشیمان پروتھ کے ناہموار کناروں سے اپنے ملک کو چلدیا۔

فرانس کا مشہور مؤرخ۔ مسٹر والٹیر جس کی رائے جنگ نروا کی نسبت اوپر درج ہو چکی ہے۔ اس معاہدہ کے متعلق لکھتا ہے کہ "معاہدہ پروتھ زار کے حق میں جنگ نروا سے زیادہ مہلک اور مضر ہوا۔ کیونکہ نروا کی لڑائی کے بعد جس میں اوسے چارلس سے شکست ملی تھی۔ اوس نے اس شکست سے بھی فائدہ اٹھا لیا تھا۔ اوس نے اپنے نقصانات کی درستی کر لی اور آخر چارلس دوازدہم سے مقام انگریا فتح کر لیا۔ مگر معاہدہ فاکسن کے رو سے بحیرہ آزاف کے قلعوں کو چھوڑ دینے سے اوسے بحر اسود کی بادشاہی سے دست بردار ہونا پڑا۔" مگر میں والٹیر کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس معاہدہ سے روسیوں کو کوئی دیرپا نقصان نہ پہنچا۔ اور برعکس اس کے ترکوں نے ایک ایسا موقعہ کھو دیا۔ جو پھر اب تک اون کو نصیب نہیں ہوا۔ اور نہ غالباً آئندہ نصیب ہو گا۔ سب سے مدلل اور درست رائے ترکی تاریخ و قوانین و آئین کے قابل محقق مسٹر ھارن ہن نے ظاہر کی ہے وہ لکھتے ہیں۔ کہ "جب معاہدہ پروتھ پر دستخط ہو رہے تھے۔ اوس وقت سلطنت عثمانیہ کے نیک طالع سو رہے تھے۔ انگریزی شخص بے کچھ پیچھے دور پر افسوس کرتا ہے۔ مورخ یہی نہیں کہتا اب یہ کہنا کہ اگر بلطہ جی زار کے ساتھ صلح نہ کرتا۔ بلکہ اپنے دشمن کو نیست و نابود کر دیتا تو یہ ہوتا یا وہ ہوتا محض فضول ہے۔ لیکن چونکہ انسان ایسا کمزور مخلوق پیدا ہوا ہے کہ باوجود اس بیسودی کے علم و یقین کے وہ بالعموم اپنا دلی اندوہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہتا۔ اکثر مورخین نے آخر یہ لکھ ہی دیا ہے کہ اگر زار اور اوسکی فوج کو اوس وقت معدوم کر دیا جاتا۔ اور چارلس کو کافی کمک اور سامان دیکر جنگ پلٹوا کا بدلہ لینے کے لئے سویڈن واپس بھیجا جاتا۔ تو اغلب قیاس ہے کہ روس پھر سابقہ جہالت اور وحشت میں غرق ہو جاتا۔ کیونکہ جو اصلاحیں روس میں پیٹر کی طفیل ہوئی ہیں۔ اون میں سے اکثر ۱۷۱۱ء تک شروع ہی نہیں ہوئی تھیں۔ اور جو قدرے تکمیل شروع ہو گئی ہوئی تھیں وہ بھی پختگی تک نہیں پہونچی تھیں۔ اور علاوہ بریں سویڈن کو وہی یورپ میں وہی مرتبہ حاصل ہو جاتا۔ جو گسٹاوس[1] اڈولفس نے اوسے بخشا تھا۔ یعنی وہ اول درجہ کی طاقتوں میں شمار اور شمال کی سب سے زبردست سلطنت محسوب ہوتی۔"

جب روسی فوج اس طرح سے محصور ہو گئی کہ اوس کا بچکر نکلنا محال ہو گیا تھا۔ تو پونی اٹوسکی نے فوراً اپنے آقا کی طرف بمقام بندر قاصد دوڑا دیا اور اوس سے التجا کی۔ کہ جلد پہنچکر اپنے دشمن کی تباہی کو بچشم خود معائنہ کرے۔ چارلس اوسی وقت چل کھڑا ہوا۔ مگر جب اوس نے ترکی کیمپ کے قریب پہنچکر دور فاصلہ پر روسی فوج عقب کی آخری صفوں کو اپنے ملک کی طرف واپس جاتے دیکھا تو اوس کے غم و غصہ و رنج و الم کا کوئی پایاں نہ رہا۔ اوس نے وزیر کو سخت ملامت کرنیکے بعد منت کی۔ کہ خدا کیلئے مجھے بیس تیس ہزار سپاہی دیدو۔ میں ابھی زار اور اوسکی کل فوج کو اسیر کرکے واپس لے آتا ہوں۔ لیکن وزیر پر کچھ ایسی مہلک نحوست اور لاپرواہی چھا رہی تھی۔ کہ اوس نے کروٹ نہ بدلی۔ اور حرمت معاہدہ کا عذر کر دیا۔ یہ سنکر چارلس نے بلند حقارت آمیز قہقہہ لگایا۔ اور اوسی وقت وزیر کے خیمہ سے باہر نکلکر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور اودھر سے سرپٹ دوڑاتا ہوا بندر واپس چلا گیا+

[1] سویڈن کے اس بہادر بادشاہ کا پہلی جلد میں ذکر ہو چکا ہے۔ مؤلف۔ [illegible] کے متعلق ہیں ہے+

اس موقعہ پر فریقین کے اون سرکردہ اشخاص کی ذاتی روش پر جنہوں نے محاربہ مصالحت پروتھ میں نمایاں حصہ لیا کچھ تحریر کرنا بے سود نہ ہوگا۔ زار سے اس لڑائی میں اصول فن حرب کے متعلق بیشک سخت غلطیاں سرزد ہوئیں۔ مگر بدوران محاصرہ اس سخت نازک موقعہ پر بحیثیت محب ملک اور فرمانروا جو عالی ہمتی اوس نے دکھائی اوس سے اون سب غلطیوں کی تلافی ہوجاتی ہے بلکہ ہمیشہ کے لئے اس اولوالعزم نیم وحشی بادشاہ کا نام پرو زمانہ پر ثبت ہوگیا ہے۔ اوس وقت وہ ایک سخت مرض کا شکار اور صاحب فراش ہورہا تھا۔ مگر اوس کی ہمت بدستور قائم تھی۔ اسی حالت میں صلح کیلئے کیتھرائین کے سلسلہ جنبانی کرنے سے ایک دن پہلے اوس نے اپنے خیمہ واقعہ کے سینیٹ کو جو خط لکھا اوس سے بقول مؤرخ فلاسفر پیٹر اوسی شہرت دوامی کا مستحق ہوگیا جو زمانہ قدیم کے مشاہیر کو حاصل ہے۔ کیونکہ خط مذکور میں اوس نے اپنی ذات اور اپنے خاندان کو سلطنت کی بہتری پر قربان کردیا تھا۔ خداوند کریم کو بھی اس عالی حوصلہ شخص کی عام شہرت منظور تھی۔ قاصد جسے یہ خط دیا گیا تھا بخیریت ترکی مورچوں کی صفوں میں سے گذر گیا اور اوسے روسی سینیٹ کے پاس پہونچادیا۔ اوس وقت ابھی صلح ہوجانے کی کسی کو خبر نہ ہوئی تھی۔ یہ خط سینٹ پیٹرزبرگ کے شاہی محل میں بحفاظت تمام رکھا ہوا ہے۔ اس کے اصلی ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے اور نہ ہی اون خیالات و تاثرات کے حقیقی ہونے میں کوئی شبہہ ہوسکتا ہے جو زار پیٹر نے اوس میں ظاہر کئے ہیں۔ کیونکہ وہ موقع ہی ایسا تھا کہ تصنع کسی کام آمد نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ خط حسب ذیل ہے:-

میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ غلط خبروں سے دھوکہ کھا کر جس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ میں اس جگہ اپنے کیمپ میں ترکی فوج کے محاصرہ میں آگیا ہوں جس کی جمعیت مجھ سے چوگنی ہے۔ ہمیں کسی طرف سے رسد نہیں پہنچ سکتی۔ اور ہر لحظہ یہی توقع ہے کہ ہم ہلاک کردیئے جائیں گے۔ یا گرفتار کرلئے جائیں گے۔ ہاں خداوند کریم کسی غیر مترقبہ طریق سے ہماری مدد کردے۔ تو وہ دوسری بات ہے۔ اگر ترک مجھے اسیر کرلیں تو پھر تم مجھے اپنا زار اور فرمانروا نہ سمجھنا۔ نہ میرے کسی حکم کی جو میری طرف سے تمہارے سامنے پیش کیا جائے کچھ پرواہ کرنا۔ خواہ تم میرے دستخط کو پہچان ہی کیوں نہ لو۔ بلکہ میرے بذات خود واپس آنیکے متوقع رہنا۔ اگر میں یہاں ہلاک ہوگیا اور تم کو میری موت کی پختہ خبر پہنچ جائے۔ تو پھر تم نے کسی ایسے شخص کو جو تم میں سب سے قابل ہو اپنا جانشین منتخب کرلینا

کرتسبی اس موقعہ پر لکھتا ہے۔ کہ یونانی شجاع لیونائیڈاس[1] اور کاڈروس[2] بھی اس سے زیادہ بیغرضانہ جوانمردی نہیں دکھا سکے فرانسس اول بادشاہ فرانس اور چارلس دوازدہم کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں۔

کیتھرائین نے روس پر واقعی احسان عظیم کیا تھا۔ وہ اوس وقت اپنے خاوند اور اوس کے ملک کیلئے فرشتہ رحمت ثابت

---

[1] یونانی بہادر جو قلیل جماعت سے کئی لاکھ ایرانیوں کو درہ تھرموپائیلی پر کئی دن روکے رہا۔ اور آخر دغا سے میدان جنگ میں ہلاک ہوگیا۔

[2] ایتھنز کا آخری بادشاہ۔ اوسے الہام ہوا کہ اہالی ڈوریا اور ایتھنز کے محاربہ میں وہی فریق غالب رہیگا جس کا بادشاہ لڑائی میں قتل ہوگا۔ اپنے شہر کی فتح کیلئے وہ دلیرانہ دشمن میں گھس گیا اور وہاں ہلاک ہوگیا۔ اہالی ایتھنز نے اوس کی یادگار قائم کرنے کیلئے یہ فیصلہ کردیا کہ اوسکے بعد کسی کو بادشاہ ہی نہیں بنائیں گے چنانچہ اوسکے بعد حکومت نو مجسٹریٹوں کے سپرد کردی گئی۔ [illegible] قبل مسیح میں پیدا اور [illegible] قبل مسیح میں فوت ہوا۔ مؤلف۔

نہ ہوئی۔ اوس نے تمام فراست و ذہانت اور کامل مردانہ استقلال سے کام لیا۔ ۱۷۲۴ء میں زار نے اوسے بحیثیت قیصرہ باضابطہ تاج پہنا کر اس دین اعظم کا پورا پورا اعتراف کیا اور تمغہ دیا اور اپنی رعایا کو بتا دیا کہ دریاے پروتھ کے محاربہ میں کیتھرائن نے جبکہ ہماری تعداد میں روسی فوج صرف ۲۲ ہزار رہگئی تھی۔ اور ترک تعداد میں دو لاکھ ستر ہزار تھے۔ میری کیسی بے نظیر امداد کی تھی۔ اس سخت مشکل کے موقعہ پر اوس نے بالخصوص اپنی جنس سے بڑھکر شجاعت اور سرگرمی ظاہر کی۔ اس امر کی کل فوج اور کل سلطنت شاہد ہے۔ اس عورت کی صفت میں جس نے پروتھ پر ایسی شاندار فرزانگی دکھلائی کل اقوام کے مورخ متفق و یکزبان ہیں۔ مگر اس قابل یادگار معرکہ کے تیسرے بڑے ایکٹر یعنے ترکی کمانڈر کی نسبت اوس کے ہمعصر اور نیز بعد کے مورخوں میں بہت اختلاف ہے۔ بڑا الزام اوس پر یہ لگایا جاتا ہے کہ اوس نے کیتھرائن سے رشوت لیکر اپنے ملک کے جانی اعداء کو بچ جانے دیا۔ اس کا جواب محمد پاشا کے طرفدار یہ دیتے ہیں۔ کہ کیتھرائن بلتان جی اور اوس کے [illegible] کو وہی روپیہ اور تحائف بھیج سکتی تھی جو اوس وقت روسی کیمپ میں موجود تھے۔ اول تو ان سب کو جمع کرنا محال تھا۔ اور بفرض محال اگر کل افسران اور سپاہیوں سے اون کی نقدی لے بھی گئی ہو۔ پھر بھی وہ اور کیتھرائن کے اپنے زیورات اور سموری پارچات اس قدر مالیت کے نہیں ہو سکتے تھے۔ کہ وزیر اعظم کے رتبہ کا شخص اون کو بطور رشوت قبول کرے۔ مزید برآں اگر وہ طامع ہوتا۔ تو وہ اپنے طمع کو زار کو بلا شرط اطاعت گزینی پر مجبور کرنے سے بدرجہا زیادہ اچھی طرح سے پورا کر سکتا تھا۔ اس صورت میں سرکردہ سلیران جنگ کے دوست اوس کو سعی سپارش کرکے انہیں مالی دلانے کے لئے بڑی بڑی رقمیں دینے سے دریغ نہ کرتے۔

بعض کا خیال ہے۔ کہ چارلس وزیر کے ساتھ ناواجب درشتی اور نخوت کے ساتھ پیش آیا تھا۔ جس پر وہ اوس سے چڑھ گیا تھا اور اس لئے اوس نے چارلس کے رقیب پیٹر کے ساتھ نرمی کی تھی مگر وزیر چارلس کی بداطواری کا اگر چاہتا تو اور سینکڑوں طرح سے بدلہ لے سکتا تھا۔ لہذا طبیعت کبھی قبول نہیں کر سکتی کہ کوئی ایسی وجہ اوسے روسیوں کے ساتھ معاہدہ صلح کرنے کی محرک ہوئی تھی ایک مورخ نے لکھا ہے کہ زار نے صلح کی درخواست کرتے وقت خط میں یہ بھی دھمکی دی تھی۔ کہ اگر صلح نہ کیگئی تو میں ترکی صفوں کو چیر کر باہر نکلنے کی کوشش کرونگا۔ اور اس دھمکی کو موثر کرنے کیلئے اپنی فوجوں کو صف آرا بھی کر دیا تھا۔ یہ دھمکی بیجا کام کر گئی اور وزیر نے صلح کی گفتگو شروع کر دی۔ ایک اور روسی مورخ مسمی لیوسق یہ رائے ظاہر کرتا ہے کہ اگر روسی دلیرانہ حملہ کر دیتے۔ تو وہ غالباً کامیاب ہو جاتے مگر اول الذکر بیان محض غلط اور آخر الذکر قیاس بالکل لغو ہے۔ روسی کئی دفعہ حملہ کرکے شکست کھا چکے تھے۔ اور بلتان جی کی فوج کا نظام اور جوش اون متواتر ہزیمت خوردہ عثمانیہ فوجوں کے نظام سے جن کی صفوں کو بعد میں روسی جرنیل رومانوف اسی طرح کے بلیغ چیر کر نکل آیا تھا۔ بدرجہا بہتر اور اعلیٰ تھا۔ مزید برآں خود زار کا اعتراف عجز ایک موقعہ پر نہیں بلکہ چار مرتبہ۔ اوس خط میں جو سینیٹ کو لکھا۔ معاہدہ صلح میں۔ اور پھر ۱۷۱۳ء کے معاہدہ مابعد میں۔ اور آخری دفعہ اوس شاہی اعلان میں جو اوس نے کیتھرائن کو تاج پہنا کر اپنا ہمسر بناتے وقت مشتہر کیا تھا۔ اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ جس وقت وزیر نے صلح کی گفتگو پر رضامندی ظاہر کی تھی اوس وقت روسی فوج کی حالت بالکل مایوسی کی تھی۔ اس بحث کا فیصلہ بقول کریسی یہی ہو سکتا ہے کہ غالباً کسی دفعہ مستقل اصول [illegible]

کیوجہ سے وزیر نے یہ روش اختیار نہیں کی تھی جس میں اوس نے ادھورا کام کیا تھا یعنی پیٹر کو ایسی شرائط پر رہائی دیدی جن سے اوسے وقت نقصان تو پہنچا مگر ایسا نا قابل نہ ہوا کہ پھر بدلہ نہ لے سکے۔ معاہدہ کا نقشہ اوس نے ایسا ہی باندھا تھا کہ بحیثیت سپہ سالار بلتہ جی پوری تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔ مگر گو اسے رشوت کے الزام سے بری کر دیا جائے اوس کی صلح کی متعلقہ کارروائی پر ہم بمشکل یہی رائے ظاہر کر سکتا کہ وہ سخت غیر مدبرانہ تھی۔ اگر وہ فیاضانہ سلوک سے روس کو ترکی کا دوست بنانا چاہتا تھا۔ تو اس صورت میں یہ کہا جا سکیگا کہ اوس نے وعدہ خلافی سے زیادہ جنگجویانہ شرائط سے اس مطلب کو فوت کر دیا اور اگر اوس کا ارادہ روس کی طاقت کو بالکل پامال کر دینے کا تھا تو کہا جاویگا کہ اس صورت میں جو کارروائی ضروری تھی اوس نے اوس سے بہت ہی کم کی۔ اسکو اوس نصیحت پر کاربند ہونا چاہیئے تھا جو کچھ سال سامنائٹس ہرینی اس نے اپنے بیٹے کو اوس وقت دی تھی جبکہ مقام کاڈی کم میں رومی لشکر بعینہ اوسی طرح اوس کے قابو میں آگیا تھا جس طرح پروتھ کے کنارے پر روسی لشکر ترکوں کے۔ وہ نصیحت یہ تھی کہ ایسے موقعوں پر پوری پوری فیاضی دکھانے سے دشمن کو دوست بنایا جا سکتا ہے۔ یا پوری سختی سے اوسے ہمیشہ کیلئے کمزور کیا جا سکتا ہے۔ ان دونوں کے بین بین کاربند ہونا سخت مہلک کمزوری ہے۔ پونٹی ای اس کے بیٹے نے بھی میانہ روی اختیار کی تھی جس کا خمیازہ سامنائٹس کو بری طرح اٹھانا پڑا ایسے ہی اس میانہ روی سے ٹرکی کو ہمیشہ کیلئے متاسف ہونا پڑا۔ یہ درست ہے کہ پیٹر کی حین حیات پھر بابعالی اور روس میں لڑائی نہ ہوئی۔ مگر یہ عام معلوم بات ہے کہ زار کا ارادہ پھر جنگ کرنیکا تھا۔ اور اس غرض کیلئے اوس نے بڑی زبردست تیاریاں کی تھیں۔ جن سے روسی جرنیلوں نے اوس محاربہ میں جو ۱۷۳۶ء میں کریمیا کے ساتھ کیا گیا پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ مزید برآں ترکوں کی نفرت اور عوض کشی کی خواہش پیٹر کے جانشینوں کو یکے بعد دیگرے برابر ورثہ میں ملتی رہی اور آخر ۱۷۷۴ء میں روس نے معاہدہ کناری کیلئے وہی دن مقرر کرنے سے جس دن کے معاہدہ پروتھ پر دستخط ہوئے تھے ترکی کو بتا دیا کہ محمد بلتان جی کے ہاتھوں اون کے زار اعظم کو جو ذلت اٹھانی پڑی تھی۔ اوس سے درگذر نہیں کیا گیا تھا نہ وہ فراموش کی گئی تھی۔"

شاہ چارلس نے بندر پہنچتے ہی وزیر کے برخلاف بابعالی میں شکایتیں بھیجنی شروع کر دیں۔ خان کریمیا نے بھی وزیر کی مخالفت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ روسیوں کی مغلوبی اور معاہدہ کی جب اول اول قسطنطنیہ میں خبر پہنچی تھی تو مسلمانوں نے بڑی خوشی ظاہر کی تھی۔ مگر جب یہ شکایتیں پہنچیں تو اون کی مسرت رنج و افسوس سے بدل گئی۔ اور وزیر کے برخلاف عام ناراضگی پھیل گئی۔ بلتان جی معزول ہو کر جزیرہ ملناس کو جلاوطن کر دیا گیا اور رفاییہ عثمان آغا اور میر منشی عمر آفندی جنہوں نے صلح کے انعقاد میں بڑی سرگرمی دکھائی تھی قتل کر دیئے گئے۔ زار کے شرائط معاہدہ کی ایفا میں لیت و لعل کرنے سے بابعالی جو پہلے ہی بھرا بیٹھا تھا اور برافروختہ ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ اعلان جنگ کر دیا جائے مگر انگریزی سفیر سر رابرٹ سٹن اور ڈچ سفیر کالیر نے بمشکل ترکوں کا غصہ فرو کیا۔ اور ۱۶ اپریل ۱۷۱۲ء کو

لہ یعنی سامنائٹس کا رہنے والا۔ یہ اٹلی کا پرانا صوبہ تھا جو نیپلز کے مشرق میں تھا۔ کاڈی ام اسی صوبہ کا شہر تھا جس کے قریب ایک درہ میں رومی فوج اور اون کے دو اعلیٰ جرنیل غنیم کے قابو آگئے تھے۔ یہ واقعہ ۳۲۱ قبل مسیح میں گذرا تھا۔ مؤلف ۱۲

روس و ترکی میں بمقام قسطنطنیہ دوبارہ معاہدہ ہوگیا جس میں معاہدہ پروتھ کی شرائط کی تجدید کرنے کے بعد یہ اور بھی شرط ایزاد کی گئی کہ روسی فوجیں تیس دن کے اندر پولینڈ کو خالی کردیں۔ مگر باوجود زار نے پولینڈ کے بدقسمت ملک میں فوجی مداخلت سے باز آجانے پر کوئی آمادگی ظاہر نہ کی۔ اور ادھر مشرقی علاقہ میں بھی گو چند چھوٹے چھوٹے قلعے جو بحیرہ اسود و آزاف کے سواحل پر تعمیر کیے گئے تھے گرادیئے گئے لیکن نئے شہر ٹاگرن روگ کی ایک اینٹ نہ اکھاڑی گئی۔ اور نہ آزاف کا قبضہ ترکوں کو دیا گیا۔ اس پر پھر دوبارہ ترکی بھی جنگ کے واسطے تیار ہوگئی۔ مگر انگریز و ڈچ (ہالینڈ) کی دلپذیری سے تیر پھر اتر گئے۔ اور ۱۳ جون ۱۷۱۳ء کو بمقام ایڈریانوپل فریقین میں قطعی معاہدہ ہوگیا۔ اوسکی پہلی چھ اور نیز گیارہویں دفعہ اون سات دفعات کے مطابق تھیں۔ جو بلتاجی نے معاہدہ پروتھ میں لکھائی تھیں۔ گیارہویں دفعہ کی رو سے دریا سمارا اور اوریل کے مابین دونوں سلطنتوں کی حدود اس طرح سے معین کی گئیں۔ کہ جو علاقہ دریاء سمارا کے سواحل کے قریب ہے وہ آئندہ ترکوں کے پاس رہے اور جن علاقوں کی آبپاشی دریاء اوریل سے ہوتی ہے وہ روسیوں کے پاس رہیں۔ ان دریاؤں سے بجانب شرق دریاء ڈون اور آزاف کے بیچ وہی سرحد رکھی گئی۔ جو آزاف پر روسیوں کے قابض ہونے سے پہلے تھی۔ ساتھ ہی یہ شرط کی گئی۔ کہ ایک طرف کاسک و قپچاق جو روسی رعایا تھے۔ اور دوسری طرف کریمیا کے تاتار۔ نوغائی تاتار اور چرکس جو بابعالی کے زیر فرمان تھے۔ آئندہ ایک دوسرے کو اذیت نہ پہنچائیں۔ معاہدہ کی شرائط کے مطابق حدبندی کیلئے پانچ کمشنر مقرر کئے گئے۔ جو ۱۷۱۴ء میں اس کام سے فارغ ہوگئے اور اس پر روسیوں نے آزاف ترکوں کے حوالہ ... اور ٹاگرن روگ کو منہدم کردیا جس سے روس اور ترکی کے درمیان عرصہ دراز تک لڑائی کا اختتام ہوگیا گو جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے زار کے دل سے ان خفتوں کی خلش کبھی دور نہ ہوئی۔ اور وہ پورا بدلہ لینے کیلئے آخر دم تک دریائے ڈان پر میگزین اور جنگی سامان جمع کرتا رہا۔ جس سے اوس کے جانشینوں نے فائدہ اٹھایا!

بلتاجی کے بعد سلطان نے سلیمان پاشا کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ اوس نے بھی شاہ سویڈن کو جو معاہدہ وڈکسن کو توڑ دیئے جانے پر سخت اصرار کر رہا تھا ترکی سے چلے جانے کیلئے بہت کہلایا۔ مگر اوس نے ایک نہ مانی۔ اور کہا اگر مجھے ساٹھ لاکھ ڈیوکٹ نقد اور تیس ہزار فوج دیجائے تو جاؤنگا۔ بابعالی صرف چھ ہزار فوج دینے پر رضامند ہوا جب کئی مہینے اسی طرح گذر گئے۔ تو مجبور ہوکر اوسے جبراً کام لینا پڑا اور اوس کا وظیفہ بند کردیا گیا۔ اور فوج محافظ کو اوسے زندہ یا مردہ گرفتار کرلینے کا حکم دیا گیا۔ چارلس نے اس موقعہ پر بھی حسب معمول ضد اور تہور سے کام لیا۔ اس قدر ترکی فوج[1] اوسے گھیری ہوئی تھی کہ مقابلہ کرنا محض حماقت تھی۔ لیکن اوس نے اپنے ہی ہمراہیوں سے جنکی تعداد صرف تین سو تھی۔ اپنے کیمپ کی جو بند رکھے۔ سبب موضع ورنتزا میں تھا آخری وقت تک حفاظت کرنیکا عزم کرکے کرسیوں۔ چارپائیوں۔ میزوں۔ پیپوں الغرض جو چیز ہاتھ آئی اوسی سے کیمپ کے گرد باڑ قائم کردی۔ ینگچریوں کو مجبوراً حملہ کرنا پڑا اور دست بدست لڑائی شروع ہوگئی۔ چارلس پہلے تو ایک مکان میں پناہ گزین ہوگیا۔ مگر پھر وہاں سے شمشیر بدست باہر نکل آیا نکلتے وقت اوسکی لمبی مہمیزیں ایکدوسرے سے اٹک گئیں وہ گر پڑا اور ینگچریوں نے اوسے گرفتار کرلیا۔ یہ واقعہ فروری ۱۷۱۳ء میں گذرا۔

[1] یعنی چھ ہزار باقاعدہ ترکی فوج جو اوس کی حفاظت پر مامور تھی۔ اور بیس ہزار تاتاری سوار۔ مؤلف۔ ۱۲

سلیمان نے چارلس کو کچھ روپیہ نقد رسید طاش میں مفید دیکھکر بیرانوپل کے قریب دیموتیکا میں بھیجدیا۔ سلطان چارلس کے پہنچنے سے خوش نہیں تھا۔ مگر اوس کی حیثیت اور شان مہربانی یہ بھی کبھی گوارا نہیں کرسکتی تھی کہ مہمان کے ساتھ جبر کیا جائے۔ اوس نے شاہ مذکور کیلئے پھر ماہوار مقرر کردیا اور سلیمان کو اس قصور پر کہ اوس نے بے اجازت زیادتی کی موقوف کردیا۔ مگر چارلس کو اوس کی سازشوں کی وجہ سے ایک طرح نظربندی میں رکھا۔ چارلس اس حالت میں بھی اپنی کوششوں سے باز نہ آیا حتیٰ کہ جب سٹانس لاس نے اوس کو دیموتیکا میں کہلا بھیجا کہ میں تخت پولینڈ سے دستبردار ہوجاتا ہوں تاکہ اگسٹس اور تم میں مصالحت ہوجائے۔ تو اوس نے اس فیصلہ کو سننا بھی پسند نہ کیا۔ اوس کو ابھی تک یہ امید تھی کہ وہ بابعالی کو اپنی اور سٹانس لاس کی حمایت پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو جائیگا۔ چنانچہ اوسکی کوششیں کچھ بارور بھی ہوگئیں اور اگر انگلستان اور ہالینڈ بیچ میں نہ آجاتے تو وہ ٹرکی کو پھر روس کے ساتھ لڑوا دینے میں پورا کامیاب ہوجاتا۔ مگر جب ایک طرف بابعالی نے اگسٹس سے معاہدہ کرکے عارضی کارروائی کی تجدید کردی اور دوسری طرف روس کے ساتھ بھی قطعی مصالحت ہوگئی تو اوسے اپنی اقامت کی بیہودگی کا یقین ہوگیا اور نیز اوس کی ہمشیرہ نے اوسے اپنے ملک کو واپس آجانے کیلئے تاکیداً لکھا۔ اور جرمن قیصر کے سفیر جنرل لیوین نے اوسے اپنے آقا سے یہ وعدہ دے دیا کہ وہ بخطر جرمنی اور آسٹریا کے علاقوں سے گذر جائے کوئی مزاحمت نہیں کریگا۔ اوس نے عزم سفر کرلیا۔ سلطان نے اوس کو بعزت رخصت کیا۔ ایک گھوڑا مع زین مرصع۔ قبا و شمشیر زرنگار بطور تحفہ ارسال کئے۔ اور چھ سو چاؤش ہمراہ کردیئے۔ اور چارلس ترکی میں تقریباً نو مہینوں کی اقامت کے بعد یکم اکتوبر ۱۷۱۴ء مطابق ۱۱۲۶ ہجری کو دیموتیکا سے روانہ ہوگیا مگر راہ میں ترک ایسی سست رفتاری سے چلتے تھے کہ وہ اون کی رفاقت سے اکتا گیا اور صرف دو رفیق ہمراہ لیکر ترکی سرحد کو عبور کرنے کے بعد ہرمانشٹاٹ ٹرانسلوینیا کا صدر مقام، بوداپسٹ ہنگری کا صدر مقام وائنا، ایسلان اور نہایت کے راستہ بعد ستارہ دن کے شمالی جرمنی پہنچ گیا یہ کل مسافت طویلہ جو گیارہ سو میل کے قریب تھی اس نے زیادہ تر زین سواری کرکے ۱۶ دنوں میں طے کی اہالی ملک نے اوس کی آمد پر بے اندازہ مسرت ظاہر کی اور گھر گھر خوشی منائی گئی ۱۷۱۸ء میں اوس نے ناروے پر چڑھائی کی۔ اور ۱۱ دسمبر ۱۷۱۸ء کو محاصرہ فریڈرک شال میں توپ کے گولے سے ہلاک ہوگیا۔

محاربہ وینس و فتح موریا

سلیمان کے بعد سلطان نے ابراہیم پاشا کو وزیر بنایا جو ۲۰ دن وزارت کرکے علیحدہ ہوگیا اور سلطان کا منظور نظر داماد علی پاشا جسے بعض مؤرخ علی کومرغی بھی لکھتے ہیں نیابت کی گورنری سے وزارت پر سرفراز کیا گیا۔ روس کے ساتھ قطعی معاہدہ اسی زمانہ وزارت میں ہوا۔ اوس نے روس کے ساتھ اس لئے مصالحت کرلی تھی کہ وہ اہل وینس سے صوبہ موریا کو فتح کرنے کیلئے یکسوئی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ داماد علی انتظامی قابلیت کا مدبر فصیح و بلیغ مقرر اور جلیل القدر عالم تھا۔ بعض مؤرخوں نے اوسے درشت خو متعصب اور سفاک لکھا ہے جو بالکل غلط ہے۔ چنانچہ کارلووٹز کے عہدنامہ سے ہی ترکوں نے وینس سے بدلہ لینے کی ٹھان رکھی تھی۔ اون سے اوس وقت بھی اس جمہوری ریاست کی ذاتی کمزوری پوشیدہ نہیں تھی۔ وہ جانتے تھے کہ یہ صرف حلیفوں کے سہارے کھڑی ہے جونہی یہ حلیف اوسے تنہا میدان میں لائے بیکار ہوجائیگا

لہ انگلستان کے مشہور شاعر لارڈ بائرن نے جو یونانیوں کی طرف سے ترکوں کے ساتھ لڑا تھا اپنی نظم محاصرہ کارنتھ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ہم آسانی موریا اوس سے واپس لے لینگے۔ درحقیقت تخت ہسپانیہ کے متعلق جنگ عظیم میں ریاست وینس بالکل الگ ہی تھی اس علیحدگی کا
باعث وہ تو یہ ظاہر کرتی رہی کہ اوسے دونوں فریق یکساں ہیں مگر اصل باعث یہ تھا کہ وہ اپنی کمزوری سے واقف تھی اور اس علیحدگی
سے اوسے چھپانا چاہتی جو بیجا کوشش تھی۔ غرض متخاصمین جب اوس کی حدود سے گذر کر ایک دوسرے سے نبرد آزما ہو رہے
تھے اوس کی کمزوری ترکی سے چھپی نہ رہی۔ مزید برآں ریاست کا مشہور جنرل موروزینی جس کی ذاتی قابلیت کے طفیل ہی اوسے پچھلے محاربہ میں
فتوحات عظیمہ حاصل ہوئی تھیں۔ فوت ہو گیا ہوا تھا اور اوس کے عمال نے لطف و مدارات سے عیسائی مذہب یونانیوں کو مسلمان
ترکوں کے برخلاف اپنے ساتھ یکدل و یکجان بنا کر موریا پر اپنے قبضہ و تصرف کو مضبوط کرنے کی بجائے قبرس اور کریٹ کی رعایا
کی طرح مذہبی تعصب اور جبر و ستم سے اونہیں سخت متنفر بنا دیا تھا۔ چنانچہ اہالی موریا لاطینی مذہب اہالی وینس کی محکومی کی نسبت
مسلمانوں کی حکومت کو غنیمت سمجھنے لگ گئے۔ ترکوں نے روس کے ساتھ پھر لڑائی ہو جانے کی پختہ توقع ہونے کی وجہ سے
۱۷۱۱ء اور ۱۷۱۲ء میں عظیم الشان جنگی تیاریاں کی تھیں۔ جب اوس طرف لڑائی کا اندیشہ نہ رہ گیا تو ریاست وینس پر اچانک یورش
کرنے کیلئے ان تیاریوں سے کام لینے کا فیصلہ کیا گیا۔ داماد علی علم نجوم کا بھی بڑا قائل تھا اور منجموں نے اوسے بتا دیا تھا کہ ۱۷۱۵ء
میں وہ موریا کو فتح کریگا۔ اس پیشینگوئی سے اوس کا عزم اور بھی پختہ ہو گیا۔ انہی دنوں ترکی اور وینس کے چند جہازوں کی آپس میں
مڈبھیڑ ہو گئی تھی۔ ادھر مانٹی نیگرو کے چند قبائل نے بغاوت برپا کر دی تھی۔ باب عالی نے جہاز والے معاملہ کے ساتھ ہی
اس بغاوت کو بھی جس میں اہالی وینس پر باغیوں کی مدد کرنے کا الزام لگایا گیا موجب جنگ قرار دیدیا۔ اور وزیر ایک لاکھ فوج اور
ایک سو جنگی جہاز لیکر کارنتھ پر حملہ آور ہو گیا۔ اہالی وینس کو اعلان جنگ کے وقت سے غنیم کے آپہنچنے کے وقت تک اپنی طاقت درست
کر لینے کیلئے کافی مہلت حاصل تھی جس سے کوئی فائدہ نہ اوٹھایا گیا۔ چنانچہ جب ترک کارنتھ پہونچے تو اوس کے قلعے بدستور نیم منہدم

۱؎ مسٹر فنلے اپنی کتاب موجودہ یونان کی تاریخ میں لکھتا ہے "وینس کی ذاتی کمزوری اور اپنے اس قابلیت کے علم ہی کی وجہ سے کہ
مناسب موقع پر وہ اپنے مقبوضات وینس سے چھین لینگے ترکوں نے کارلووٹز کے معاہدہ کو منظور کر لیا تھا۔ کانٹی مر اس بارہ میں ایک روایت لکھتا ہے
کہ سفرائے دول کی کانفرنس میں شرائط کے تصفیہ سے پہلے وینس کا سفیر ترکی سفراء سے ذرا تکبر و غرور سے پیش آیا۔ تو رئیس آفندی نے اوسے اوس چور
کی کہانی سنا کر جو دو پہلوانوں کے کپڑے جنہیں وہ کشتی میں مشغول تھے چرا لے گیا تھا یہ جتاتے ہوئے الفاظ میں چوٹ کی کہ وہ وقت
بعید نہیں جب کہ چور کو مال بغیر واپس کرنا پڑیگا۔ اور غالباً لباس عاریۃً کے ساتھ اوسے اپنا چمڑا بھی دینا پڑ جائے گا"

۲؎ یہ محاربہ جیسا کہ پہلے کسی جگہ لکھا جا چکا ہے عہد نامجات یوٹرکٹ اور راسٹاٹ پر ختم ہوا تھا۔ اول الذکر ۱۷۱۳ء میں ایک طرف فرانس و ہسپانیہ اور دوسری طرف
انگلستان ساوائے پرشیا پرتگال اور ہالینڈ میں ہوا اور دوسرا ۱۷۱۴ء میں آسٹریا اور فرانس میں۔ ان معاہدوں کی رو سے فرنچ شاہزادہ فلپ کو ہسپانیہ کا بادشاہ
تسلیم کر لیا گیا مگر نیپلز میلان سارڈینیا اور نیدرلینڈ بلجیم کے کسی قدر فرانسیسی مقبوضات آسٹریا کو دلا دیئے گئے۔ انگلستان کو فرانس نے براعظم امریکہ میں خلیج
ہڈسن جزائر سینٹ کرسٹوفر و نیو فونڈلینڈ اور نووا اسکوشیا دیدیئے۔ اور ہسپانیہ نے قلعہ جبل طارق اور جزیرہ منورکا جو انگلستان نے لڑائی میں
فتح کئے تھے اوسی کے قبضہ میں رہنے دیئے۔ شاہ پرشیا اور ڈیوک سیووائے کو بھی علاقے ملے۔

اور بوسیدہ پائے گئے جن میں ترک تہ کر کے داخل ہونے ہی والے تھے کہ محصورین نے ۵ جون کو چند شرائط پر اطاعت قبول کر لی تھی تین تقاضیہ یکسی کی شرارت سے ... کا میگزین اڑ گیا۔ وزیر نے اس حادثہ کو جس کا الزام فریقین ایکدوسرے پر لگاتے ہیں۔ معاہدہ کی خلاف ورزی تصور کر کے قتل عام کا حکم دیدیا اور تقریباً سب باشندے تہ تیغ کر دیئے گئے۔ اس فتح سے بعد تھوڑے ہی دنوں بحری فوج نے قصبات پالامیڈی۔ ناپولی ڈی۔ رومانیا۔ مودون اور کرون اور بحری فوج نے جزیرہ انجینا اور وہاں کا بڑا شہر گوس فتح کر لیا۔ اور تھوڑوں کے اندر نومبر ۱۷۱۵ء کے ختم ہونے سے پہلے کل صوبہ موریا اور مجمع الجزائر کے تمام جزیرے ترکوں کے قبضہ میں آگئے بعد ازاں کریٹ کے وہ دو مقام بھی جو ابھی تک عیسائیوں کے پاس تھے فتح کر لئے گئے۔ ان فتوحات سے فارغ ہو کر عثمانیین نے جزیرہ کارفو کا محاصرہ کر لیا جس کو فتح کر لینے کے بعد وہ وینس کے اون تمام مقبوضات پر جو بحیرہ ایڈریاٹک کے سواحل پر واقع تھے یکے بعد دیگرے حملہ آور ہونیکا ارادہ رکھتے تھے۔ مگر اس محاصرہ سے ترکی فتوحات کا سیلاب رک گیا۔

محاربہ آسٹریا۔ ترکوں کی شکستیابی و معاہدہ پاسارووٹز

اہالی وینس نے چارلس ششم[1] قیصر جرمنی و آسٹریا سے جو صلح کارلووٹز کی شرائط کی نگہداشت اور نفاذ کا درانشا ضامن تھا مدد کی التجا کی۔ آسٹریا کا رقیب لوئی چہاردہم ۱۷۱۵ء میں فوت ہو گیا تھا۔ اور اس کے بعد اوس کا پانچسالہ پوتا لوئی پانزدہم تخت نشین ہوا تھا جس کے ولی فلیپ ڈیوک آف اورلینز نے لوئی چہاردہم کی پالیسی کو بالکل ترک کر دیا تھا۔ اور اس وجہ سے چارلس کو ادھر کا کوئی خوف نہیں رہا ہوا تھا اور وہ بیفکری کے ساتھ ٹرکی سے مصروف کارزار ہو سکتا تھا۔ اوس نے پہلے تو بیچ بچاؤ کرنے کی کوشش کی مگر جب عثمانیہ دیوان نے ثالثی کو قبول نہ کیا۔ تو اوس نے بظاہر اہالی وینس کی حفاظت و حمایت اور دراصل مزید ترقی علاقہ فتح کرنے کیلئے ۱۳ اپریل ۱۷۱۶ء کو ریاست وینس سے جارحانہ اور مدافعانہ

[1] چارلس ششم قیصر لیوپولڈ کا جس کے عہد میں معاہدہ کارلووٹز ہوا تھا دوسرا بیٹا تھا۔ لیوپولڈ ۱۷۰۵ء میں مرگیا۔ اور اس کے بعد اوس کا بڑا بیٹا جوسف تخت نشین ہوا جو ۱۷۱۱ء میں بلا اولاد نرینہ فوت ہوا۔ اور چارلس تخت نشین ہو گیا۔ لیوپولڈ نے فرنچ شاہزادہ کے مقابلہ پر اوسی کو تخت ہسپانیہ کے لئے پیش کیا تھا اور اوسی کو تخت دلانے کے لئے فرانس و ہسپانیہ کے ساتھ محاربہ وراثت ہوا تھا۔ یہ ۱۷۴۰ء میں بمقام وائنا فوت ہوا اور اوس پر خاندان ہیپسبرگ کی نسل ذکور کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد اوس کی بھتیجی دختر جوسف کا خاوند چارلس ہفتم شاہ بویریا مدعی تخت ہوا۔ اور کل جرمن ریاستوں نے ۱۷۴۲ء میں اوسے قیصر تسلیم کر لیا۔ مگر چارلس ششم کی بیٹی میریا تھیریسا ملکہ ہنگری نے جسے اوس کے باپ نے اپنے اکلوتے بیٹے لیوپولڈ کے مرجانے پر ولیعہد بنا دیا تھا اس فیصلہ کی مخالفت کی اور اس کی فوجوں نے چارلس ہفتم کو کئی مرتبہ فاش شکستیں پہنچائیں۔ یہ لڑائی جس میں یوروپ کی اکثر عیسائی طاقتیں باہم شریک کارزار رہیں۔ عرصہ دراز تک ہوتی رہی تھی جس کا ذکر اپنے موقعہ پر آئیگا۔ چارلس ہفتم ۱۷۴۵ء میں مرگیا۔ اور میریا تھیریسا نے اپنے خاوند فرانسیس سٹیفن والی لورین کو فرانسس اول کے لقب سے بمقام فرنکفورٹ قیصر بنا دیا۔ مولف۔

اتحاد کرکے ترکی کو کہلا بھیجا کہ لڑائی بند کر دیجائے اور ریاست وینس کو اوس کے نقصانات کا معاوضہ ادا کر دیا جائے۔ یہ پیغام اعلان جنگ کے مترادف تھا؎۔ اکثر ترکی مدبر اور جرنیل جرمنوں سے لڑائی نہ کرنا مناسب سمجھتے تھے۔ مگر وزیر اعظم اون پر حملہ آور ہونے کیلئے بیقرار ہو رہا تھا۔ اوس نے اب پھر اوسی علم سے استصواب کیا جس کا وہ کمال دلدادہ تھا۔ اور اصطرلاب و ستاروں نے اوس کے زعم میں اوسے اب کے بھی فتح و ظفر نصیب ہونیکا مژدہ سنایا۔ ہو پچھلی فتوحات نے اس کے دماغ میں ہوا بھی بھر دی ہوئی تھی۔ اور بقول ترکی مورخ رشید "غرور و تکبر نے اوس کی چشم بصیرت پر پردہ غفلت ڈال دیا ہوا تھا"۔ فتح موریا سے فارغ ہو کر وزیر اعظم اڈریانوپل آگیا ہوا تھا۔ وہاں مشیران سلطنت کی کونسل منعقد کیگئی جس نے آسٹریا کی دعوت جنگ کو قبول کر کے ترکی کیطرف سے بھی اعلان کر دیا۔ اور مفتی کا فتویٰ کل اصحاب قلم و شمشیر کو جلسہ میں پڑھکر سنا دیا گیا۔ وزیر پہلے دیوانوں میں جو اسی غرض کیلئے جمع ہوئے تھے۔ اپنے طریق عمل سے ظاہر کر چکا تھا کہ وہ اپنی رزمیہ پالیسی میں کسی طرح کی مخالفت گوارا نہیں کریگا چنانچہ اس جلسہ میں اوس نے دوسروں کی رائے حاصل کرنے کیلئے حاضرین کو ان الفاظ میں خطاب کیا "ہم یہاں محاربہ کے ضروری یا غیر ضروری ہونے کے متعلق جسکا پختہ عزم کیا جا چکا ہے فضول بحث کرنے کیلئے نہیں بلکہ اوسے بطریق مناسب و احسن اور جاہد الکفار و اغلظ علیہم (سورۃ توبہ) کے ارشاد ربانی کے مطابق بر سر انجام پہنچانے کیلئے اپنی طبیعتوں میں مناسب جوش و مستعدی پیدا کرنے کے واسطے جمع ہوئے ہیں۔ پس اے علمائے دین متین تم اس بارہ میں کیا کہتے ہو؟" چند علماء نے جواب دیا کہ "خدا تمہیں فتح و نصرت دے بسم اللہ کرو"۔ باقیماندہ نے کہا کہ اس سوال کا درست جواب جرنیل دے سکتے ہیں۔ وزیر نے دیوان کے فوجی ارکان کی طرف دیکھا۔ ان سب نے باواز بلند بڑی گرمجوشی سے عرض کیا "ہم بادشاہ کے غلام اور مذہب و ملت اور سلطنت کی خدمت میں جسم و جان قربان کرنے کیلئے ہمہ تن تیار ہیں"۔ یہ سنکر وزیر اعظم پکار اٹھا۔ اگر ہم اس ارشاد ربانی "ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین" (آل عمران رکوع ۱۴) (اور تم سست نہ ہو اور نہ مایوس و اداس ہو تم ہی غالب رہو گے۔ اگر ایماندار رہو) کی تعمیل کریں گے تو بالیقین مظفر و منصور ہونگے۔ بعد ازاں دربار سلطانی کے امام نے بھی اسی مطلب کی آیات قرآنی پڑھکر سنائیں اور جلسہ

؎ فنلا سر اپنی کتاب اٹھارہویں صدی کی تاریخ میں لکھتا ہے :-

"اوس وقت آسٹریا کے کان کھڑے ہوگئے۔ اور خوش قسمتی سے ان دنوں شاہزادہ یوجین کو قیصر پر بہت ہی بڑا اقتدار حاصل تھا۔ شاہزادہ نے حالات موجودالوقت کو نہایت مفید پایا۔ علاوہ بریں ترکوں کے ساتھ لڑائی کر دینے سے فوج کو دوسری عیسائی طاقتوں کے دلوں میں کسی طرح کا شبہہ پیدا ہونے دینے کے بغیر قائم اور حاضر باش رکھنے کے لئے بہت اچھا بہانہ ہاتھ آتا تھا۔ ورنہ یا تو زمانہ امن کیطرح جنگ ختم ہو جانے پر فوج کو حسب معمول گھروں کو رخصت کر دینا پڑتا۔ یا دوسری عیسائی طاقتوں کو آسٹریا کی طرف سے کسی شرارت کا اندیشہ ہو جاتا۔ فوج کو اس لئے بھی رکھنا نہایت ضروری تھا۔ کہ گو صلح ہو گئی تھی مگر ہسپانیہ کے تیور بدستور بگڑے ہوئے تھے۔ ان مصلحتوں کے علاوہ شہزادہ مذکور نے قیصر کو یہ بھی ذہن نشین کرا دیا تھا۔ کہ اگر ترک جزائر ایونین پر قابض ہو گئے تو اوس کے اطالین مقبوضات بلکہ جرمن ریاستوں کے لئے بھی سخت خطرہ پیدا ہو جائیگا۔"

برخاست ہوگیا۔

داماد علی نے اوس فوج کی جس سے آسٹریوں کا مقابلہ کیا جاتا تھا بذات خود کمان لی یہ فوج ماہ جولائی بلگریڈ میں جمع کی گئی تھی۔ اور وہاں جیسے کہ ۱۶۹۶ء کے محاربہ کے آغاز میں جس میں خود سلطان مصطفےٰ شریک تھا کیا گیا تھا۔ اس امر کے تصفیہ کیلئے جنگی کونسل منعقد کی گئی۔ کہ آیا تیمیسور کے راستہ پر پیشقدمی کی جائے یا پیٹر وارڈن پر حملہ کیا جاوے۔ آغائے ینگچریان حسین نے تیمیسور کیطرف بڑھنے کی صلاح دی۔ خان کریمیا نے جو حسب معمول تاتاری سواروں کی فوج لیکر ڈینوب پر عثمانیہ عساکر کو آملا تھا۔ ٹرینسلوینیا پر حملہ کرنے کی تجویز پیش کی۔ رومیلیا کے بیلربے دیگر بک نے زنٹا کی ہزیمت کا واقعہ یاد دلا کر پہلی تجویز کی نسبت کہا کہ پرنس یوجین کی موجودگی میں تیمیسو کا دشوار گذار راستہ کبھی اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ اور خان کریمیا کی تجویز پر رائے دی۔ کہ اگر ایسا کیا گیا۔ تو تاتاری سوار رعایا کو لوٹ کھسوٹ کر اس قدر بوجھل ہو جائیں گے۔ کہ وہ لڑائی کیلئے حاملہ عورتوں سے زیادہ کار آمد نہیں رہجائیں گے۔ اس لیئے مناسب ہے کہ پیٹر وارڈن پر پیشقدمی کیجائے اور اگر دشمن بر سر مقابلہ ہو تو اوس کے ساتھ لڑائی کی جائے۔ ورنہ شہر مذکور کا محاصرہ کر لیا جائے۔ وزیر اعظم نے مباحثہ میں اپنی رائے ظاہر نہ کی۔ لیکن اوس نے پیٹر وارڈن کیطرف جانے کا دل میں فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ اوسے خیال تھا کہ وہاں صرف پندرہ ہزار آسٹرین فوج کونٹ فالفی کے زیر کمان موجود ہے۔ دشمن کی فوج کا بڑا حصہ پرنس یوجین کے ماتحت مقام فوٹاکس میں خیمہ زن ہے لیس غرض کیلئے دریا ساوا پر پل بنایا گیا۔ اور ترکی فوج ڈینوب کے جنوبی کنارہ کے برابر پیٹر وارڈن کو روانہ ہوگئی۔ وزیر نے دریائے ساوا منگل کے دن اور سہ پہر کے وقت عبور کیا۔ عام سپاہیوں نے اوسے سخت بدشگونی سمجھا۔ اون سب کی رائے تھی کہ جبکہ شنبہ دوشنبہ یا پنجشنبہ کے سعد ایام میں سے کسی دن عبور کیا جا سکتا تھا۔ تو پھر منگل کو کیوں دریا کو عبور کیا گیا اور منگل ہی سہی۔ صبح کا مبارک وقت چھوڑ کر سہ پہر کا وقت کیوں پسند کیا گیا۔

آسٹریوں کے ساتھ پہلا مقابلہ مقام کارلوز کے قریب ہوا۔ ترکی فوج ہراول نے وہاں کونٹ فالفی کے زیر کمان بقول عثمانیہ مورخین۔ ہزار اور جرمن جرنیلوں کے بیانات کے مطابق تین ہزار فوج مقیم پائی۔ خورد پاشا کانڈر ہراول نے وزیر اعظم سے اجازت منگوا کر غنیم پر حملہ کر دیا۔ اتفاق اسے کہتے ہیں کہ جس پہلے معرکہ نے صلحنامہ کارلوز کو درہم برہم کیا وہ اوسی جگہ کے قریب وقوع میں آیا۔ جہاں عہدنامہ مذکور پر دستخط کئے گئے تھے۔ ترکوں کو اس میں فتح ہوئی۔ اور انہوں نے سات آسٹرین افسر جن میں جنرل کونٹ برینر بھی تھا اسیر کر لئے۔ دوسرے دن وزیر پیٹر وارڈن کی طرف جو کارلوز سے صرف ۔ میل کے فاصلہ پر ہے بڑہا۔ مگر یوجین اوس کے پہنچنے سے پہلے ہی اگر انہی مورچوں میں جن کو پچھلے محاربہ میں سرمیلی پاشاہ نے تیار کیا تھا۔ قایم ہوگیا۔ یہ مورچے پیٹر وارڈن کے متصل اوسی راستے پر تھے جس پر وزیر کی فوج چلی آرہی تھی۔ داماد علی نے اون کے قریب اپنی فوج کو ٹھہرالیا۔ اور یا بیں توقع کرتا رہا یہ عیسائی مورچوں سے باہر نکلکر اوس پر حملہ کرینگے اپنی سپاہیوں کو تین گھنٹوں تک کمربستہ رکھا لیکن آسٹرین فوج نے حرکت نہ کی۔ اور ادھر وزیر نے مورچہ بند مقام میں دشمن پر حملہ کرنا مناسب نہ سمجھا اوس نے اپنی فوج کو خندقیں کھودنے اور مورچے

بنانے کا حکم دیا۔ جس سے بظاہر یہی پایا جاتا تھا کہ وہ عیسائیوں کا محاصرہ کرنیکا ارادہ رکھتا ہے۔ ترکوں نے ساری رات اِس تندہی سے کام کیا۔ کہ صبح تک وہ اپنی خندقوں کو آسٹرین کیمپ کے بالکل قریب تک پہنچا لیگئے اور اوس سے اون کا فاصلہ بمشکل تیس گز رہ گیا۔

دوسرے دن بتاریخ ۱۳۔ اگست ۱۷۱۶ء (اور بقول بعض ۵۔ اگست ۱۷۱۶ء) یوجین نے کیمپ سے باہر نکلکر اپنی فوجکو باقاعدہ لڑائی کیلئے صف آرا کیا۔ داماد علی کا بھی یہی منشا تھا کہ کسی طرح لڑائی ہو۔ یوجین کے پاس؎۱ ۱۸۰ رسالے اور ۶۲ پلٹنیں فوج کی تھیں۔ اوس نے فوجکو اس طرح مرتب کیا۔ کہ اس کا میسرہ ایک دلدل سے اور میمنہ ایک چھوٹی سی بلندی سے محفوظ تھا۔ یعنی اوس کی صفوں کی ایک طرف دلدل اور دوسری طرف بلندی تھی۔ ترکی فوج تعداد میں ڈیڑھ لاکھ تھی۔ چالیس ہزار ینگچری (باقاعدہ پیدل) تیس ہزار سپاہی (باقاعدہ سوار) اور باقیماندہ تاتاری۔ ڈلیٹی۔ البانوی اور مصری بیقاعدہ فوج پیدل و سواران تھی۔ بعض مؤرخ ترکی فوج کی جمعیت ایک لاکھ لکھتے ہیں۔ علی پاشا نے اپنی کیولری کو میمنہ پر تین کیولری کے مقابلہ پر اور فوج پیدل کو قلب اور میسرہ میں صف آرا کیا۔ لڑائی صبح کے سات بجے شروع ہوئی جرمن سوار پورے قواعد دان بخوبی مسلح اور مضبوط و گرانڈیل گھوڑوں پر سوار تھے۔ بالفاظ دیگر آسٹرین فوج سواران "ہیوی کیولری"؎۲ (گرانبار فوج سواران) تھی۔ ترکوں میں اس کا ابھی تک رواج نہیں ہوا تھا۔ اور اون کی فوج سواران "لائٹ کیولری" (سبکبار فوج سواران) تھی فی زمانا ہر مہذب طاقت کی فوج میں دونوں قسم کی کیولری موجود ہے۔ ترکی کیولری۔ جرمنی کیولری کے باقاعدہ تابڑ توڑ حملوں کی تاب مقاومت نہ لاسکی۔ اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ عیسائیوں نے میدان جیت لیا ہے لیکن اتنے میں ترکی میسرہ کے ینگچریوں نے آسٹرین فوج پیدل کی صفوں کو درہم برہم کرکے عیسائیوں کے میمنہ کو پراگندہ کردیا اور بڑھ کر قلب میں گھس گئے۔ یوجین نے کچھ سوار ریزرو میں رکھے ہوئے تھے۔ اون سے اوس نے فوراً ینگچریوں پر حملہ کرکے لڑائی کے پانسہ کو پھر الٹ دیا۔ وزیر اعظم لڑائی کے آغاز میں سرور کائنات کے مقدس علم کے قریب جو اوس کے خیمہ کے سامنے نصب تھا کھڑا تھا مگر جب اوس کے میمنہ کا کمانڈر ترک لشکر قتل ہوگیا اور اوس بازو کے سپاہی اوس کے پاس سے گذر کر اندھا دھند پیچھے کو بھاگنے لگ گئے اور اس کی لعنتوں اور تلوار کی ضربات سے اون کی بھاگڑ میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہوئی۔ تو وہ اپنے سٹاف کے افسروں کو ساتھ لیکر شیر نر کی طرح عین اوس جگہ جہاں معرکہ کارزار ہو رہا تھا جا پہنچا۔ مگر ترکوں کی بدقسمتی سے ایک گولی اوس کی پیشانی کو چھیدتی ہوئی نکل گئی اور بیہوش زمین پر گر پڑا۔ ہمراہی اوسے گھوڑے پر کارلووٹز لیگئے۔ جہاں پہنچتے ہی اوس کا طائر روح جسد خاکی سے

؎۱ یعنی تقریباً ۸۰ ہزار آدمی۔ مؤلف

؎۲ "ہیوی" اور "لائٹ" کیولری میں یہ فرق ہے کہ اوّل الذکر کے سوار اور گھوڑے زیادہ گرانڈیل۔ لباس زیادہ مہیب اور اسلحہ زیادہ بھاری ہوتے ہیں۔ اور وہ زیادہ تر غنیم کی صفوں کو ٹکر کر کے توڑنے کے کام آتی ہے۔ جو کام لائٹ کیولری ویسی خوبی سے نہیں کر سکتی اوس سے وہ کام لئے جاتے ہیں۔ جن میں پھرتی تیزی اور جلدی مطلوب ہو۔ مؤلف

پرواز کر گیا۔ مقدس علم دو ترکی جرنیلوں اور مورخ رشید کی حفاظت میں تھا۔ جو اوسے لیکر بلگریڈ کو چلدیئے۔ اور وہاں بخیریت پہنچ گئے۔ ترکی میمنہ کے ینگچری سرحد اناطولیا کے بگلربگ کے زیر کمان ابھی تک دشمنوں کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے تھے مگر جب اون کو علم کے محافظین کی گریز اور وزیر کی شہادت کی خبر ملی۔ تو اون کے حوصلے بھی پست ہو گئے۔ وہ بلگریڈ کو پیچھے ہٹ گئے لڑائی دوپہر کو ختم ہو گئی۔ اس میں تین ہزار جرمنی اور چھ ہزار ترک قتل ہوئے۔ اور یوجین کو ترکوں کا کل کیمپ ایکسو چالیس توپیں ایکسو پچاس چھوٹے علم۔ پانچ بادشاہی جھنڈے اور سامان حرب و ضرب کی بے اندازہ مقدار غنیمت میں ملی۔ ترک بھاگتی دفعہ اسیران جنگ کو معہ جنرل برنیر قتل کرتے چلے گئے تھے جس کی لاش کو دیکھ کر عیسائیوں کی خوشی میں بہت کچھ بھنگ پڑ گئی

بعدہ اسیف علی ترک افسروں نے اپنی ہزیمت خوردہ افواج کو بلگریڈ میں جمع کر کے جہاں داماد علی کی لاش کو بھی دفن کیا گیا۔ قسطنطنیہ کو اس تباہی بخش شکست کی رپورٹ بھیجنے اور وہاں سے کسی سپہ سالار کے آنے تک عارضی کمانڈر مقرر کرنیکے لئے علم مقدس کے خیمہ میں کونسل منعقد کی۔ شہید وزیر کے بعد سر احمد بگلربگ رومیلیا سب سے اعلےٰ افسر تھا۔ اور سپہ سالاری اوسی کا حق تھی۔ مگر اوس نے قاپیہ کے حسد و رشک اور سازش و فتنہ کے خوف سے جو فوج کے ساتھ تھا۔ اور سب اوسی سے نفرت کرتے و ڈرتے تھے۔ اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسرے جرنیل بھی اسی وجہ سے جرأت نہ کر سکے۔ لیکن اس پر سب متفق الرائے تھے کہ قاپیہ کو سپہ سالار نہیں بننے دیا جائیگا۔ ایک ممبر نے اپنا قیاس ظاہر کیا کہ سلطان المعظم کا منشا بھی عہدہ دار مذکور کو سپہ سالار بنانیکا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اوسے پاشائی دو گھوڑوں کے دموں والا جھنڈا نہیں ملا تھا۔ اگر سلطان کا منشاء ہوتا تو وہ اوسے پاشائی کے مرتبہ پر سرفراز کر کے وزیر کے ساتھ بھیجتے۔ سب نے اس دلیل کو قطعی تسلیم کیا۔ اور آخر کار فوج کی طرف سے ایک ڈپوٹیشن سر احمد کے پاس حاضر ہوا۔ اور اوس نے اعلیٰ کمان منظور کر لی۔ مگر وہ چند دن ہی سپہ سالار رہا۔ اوس نے کسی خطا پر بلگریڈ کی فوج کو سخت زجر و توبیخ کی۔ جس نے اوس سے بگڑ کر بغاوت کر دی۔ اور سر احمد پاشا کو قتل کر دیا +

پرنس یوجین نے فتح پیٹروارڈن سے بیس دن بعد مقام تمیسوار کا محاصرہ شروع کر دیا۔ ہنگری میں اسلامی حکومت کا اب یہ آخری حصن حصین تھا۔ ترکوں نے محصورین کو امداد پہنچانے کی چنداں کوشش نہ کی۔ خورد پاشا کو تھوڑی سی فوج دیکر بھیجا گیا جسے یوجین نے شکست دیکر پسپا کر دیا۔ اور ۲۰۔ نومبر ۱۷۱۶ء کو تمیسوار کی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور ۱۶۴ برس کے بعد یہ اہم مقام پھر عیسائیوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ لڑائی کے شروع میں یوجین نے اہالی سرویا اور دریا ساوہ کے ترکی علاقوں کے دیگر عیسائی قبائل کو بغاوت پر آمادہ کر کے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تھی۔ اور اون سے وعدہ کیا تھا کہ قیصری افواج اونکو ترکوں کی محکومی سے آزاد ہونے میں امداد دینگی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ سرلی نوجوان جوق جوق یوجین کے پاس جمع ہونے لگ گئے چنانچہ فتح تمیسوار کے بعد بارہ سو سرویوں کی فوج آسٹریوی جنرل ڈوٹین کے زیر کمان والیشیا کو بھیجی گئی۔ جو بخارسٹ تک ملک کو تاخت و تاراج کرتی چلی گئی۔ اس یورش سے ڈر کر حاکم والیشیا بھی آسٹریا کا طرفدار ہو گیا۔ مگر اوس کی طرفداری سے آسٹریوں کو کوئی فائدہ نہ ہوا +

اہالی آسٹریا نے ان فتوحات پر قناعت نہ کر کے لڑائی کو برابر جاری رکھا۔ فتح بلگریڈ ان کا بڑا مدعا تھا۔ جس کا جون ۱۷۱۷ء میں محاصرہ کر لیا گیا۔ یوجین کے پاس اوس وقت اسی ہزار فوج تھی جس میں جرمنی اور فرانس کے کثیر التعداد شہزادگان والا تبار اور امراء والا دودمان بھی شامل تھے۔ جو یوجین جیسے نامور سپہ سالار کے زیر فرمان اور پھر ایسے محاربہ میں جو کافر ترکوں کے برخلاف ہو۔ شمشیر زنی کرنے کو اپنے لئے بڑے فخر و مباہات کا موجب سمجھتے تھے۔ بلگریڈ میں تیس ہزار ترکی فوج مقیم تھی جس نے محاصرین کا جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور دو ماہ تک محاصرہ کی مصائب و شدائد کو تحمل مردانہ سے برداشت کیا۔ شروع اگست میں جدید وزیر اعظم خلیل پاشا سابق والی بغداد، ڈیڑھ لاکھ فوج جرار لیکر ایڈریانوپل کے راستہ قسطنطنیہ سے بلگریڈ کی مدد کو آیا۔ کریسی صاحب بحوالہ وان ہیمر لکھتے ہیں۔ کہ "یوجین کی فوج بدوران محاصرہ نہایت شکستہ حال ہو گئی ہوئی تھی۔ اگر ترک پہنچنے کے ساتھ ہی حملہ کر دیتے تو باغلب وجوہ انہیں کامل فتح نصیب ہو جاتی۔ اون کی تعداد دشمن سے بہت زیادہ تھی اون کی فوج کی حالت بدرجہا بہتر تھی۔ اور نیز اس عظیم کمک کو دیکھکر عیسائیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ہوئے تھے۔ مگر وزیر نے ویسا نہ کیا اور متواتر جنگی کونسلوں کو ہی منعقد کرتا رہا۔ اوس نے حملہ کرنے کی بجائے آسٹرین فوج کے گرد مورچے اور دمدمے تیار کر کے اوسے محصور کر لیا۔ مگر عیسائی لشکر نے جب دیکھا کہ دشمن باوجود کثرت تعداد حملہ کرنے میں درنگ کر رہا ہے تو اوس کے حوصلے پھر تازہ ہو گئے۔ سادہ لوح سپہ سالار پر پھر پورا بھروسہ ہو گیا۔ یوجین کی سپاہ کا حصہ کثیر بلگریڈ کے مغرب دریائے ڈینوب اور ساوہ کے درمیان مقیم تھا۔ مگر شہر کے محاصرہ کی تکمیل اور محصورین کو باہر نکلنے سے روکنے کیلئے ان دریاؤں کے پرلے کناروں پر بھی زبردست دستے متعین تھے۔ وزیر کی فوج یوجین کی سپاہ کے حصہ اعظم کے عقب میں دریائے ڈینوب کے جنوبی اور ساوہ کے مشرقی ساحل کے درمیان نیم دائرہ کی شکل میں صف آرا تھی۔ پندرہ دن تک وزیر کی فوج آسٹرین مورچوں پر سخت گولہ باری کرتی رہی۔ یوجین اس کے جواب کیلئے جسقدر توپیں وہ اپنی باٹریوں سے جو شہر کے بالمقابل نصب تھیں بچا سکتا تھا وزیر کے مورچوں کے سامنے لے آیا۔ اور اون سے تا بامکان پورا پورا کام لیتا رہا۔ مگر اس کا لشکر بیماری تھکان اور قلت رسد سے نڈھال ہو رہا تھا کہ محصورین کی مخلصی اور خود محاصرین کی گرفتاری یا تباہی میں بظاہر کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا۔ وزیر کے مورچے اور خندقیں بھی اب آسٹرین کیمپ کے بہت قریب آ پہنچ گئی تھیں۔ اون کے توپخانہ کی گولہ باری زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ اور صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ترک آسٹریوں کے کیمپ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس سخت مشکل اور نازک موقعہ پر یوجین نے دشمن کے حملے سے پہلے خود پیش دستی کر کے اپنی کمزور اور کم تعداد فوج سے وزیر کے جرار لشکر اور مضبوط مورچوں پر حملہ کرنیکا متہورانہ عزم کر لیا۔ اور یہ حملہ ۱۶ اگست کو رات کے دو بجے پوری کامیابی سے کر دیا گیا۔ ترکی بعیدی چوکیوں کے سنتری خواب غفلت میں مدہوش پڑے تھے۔ کل فوج کا نظام بھی ویسا ہی ابتر تھا۔ سپاہی ایسے بیخبر سوئے ہوئے تھے۔ کہ گویا وہ میدان جنگ میں نہیں بلکہ اپنے گھروں میں ہیں۔ عیسائی حملہ آور بلا مزاحمت مورچوں میں در آئے۔ اس وقت ترکوں کی آنکھیں کھلیں گر وہ سراسیمگی و پریشانی میں بیدار ہوئے۔ اوران کا حصہ کثیر کسی طرح کا مقابلہ کرنا تو درکنار مقابلہ کی کوشش کر کے بھی بغیر فرار ہو گیا۔

دس ہزار عثمانی تہ تیغ یا بھاگتے ہوئے حملہ آوروں کے قدموں تلے پامال ہوئے۔ کل ترکی کیمپ سارا توپخانہ اور تمام سامان حرب اور ذخائر رسد و بارود فاتحین کو غنیمت میں ملا۔ اور بلگریڈ کی فوج نے مجبوراً لڑائی سے دوسرے دن اطاعت قبول کر لی۔ یوجین نے اس موقعہ پر کمال دانائی اور عقلمندی سے کام لیا۔ وہ جانتا تھا کہ گو محصورین کو اب باہر سے کمک کی کوئی امید نہیں رہ گئی تاہم اون کی اپنی تعداد بھی اسقدر ہے کہ اگر سخت شرائط پیش کرنے سے اون کو آخری وقت تک لڑتے رہنے پر مجبور کیا گیا تو غالباً آسٹروی شکستہ حال فوج کیلئے اچھا نہ ہوگا۔ یہ امر مدنظر رکھکر اوس نے محصور فوج سے بہت نرم شرائط پر حوالگی شہر کا معاہدہ کیا الغرض اس طرح سے اوس نے اس محاربہ کو جس کا انجام بظاہر آسٹرین فوج اور خود یوجین کی کامل تباہی اور معدومیت نظر آتا تھا شاندار فتح اور نہایت ہی اہم کامیابی کے ساتھ ختم کیا۔

خلیل پاشا شکست کھا کر قسطنطنیہ بھاگ گیا جہاں اوسے معزول کر کے محمد پاشا کو پھر وزیر بنایا گیا۔ مگر آٹھ مہینوں کے بعد وہ بھی معزول ہو گیا۔ اور داماد ابراہیم پاشا صدارت عظمیٰ پر مامور ہوا۔ فتح بلگریڈ کے بعد آسٹرین جنرل پیٹروش نے صوبہ بوسینیا پر حملہ کر دیا۔ اور اہالی وینس کو بھی صوبہ ڈلمیشیا میں خفیف سی فتوحات حاصل ہوئیں۔ ابراہیم نے صدارت کا اہتمام لیتے ہی صلح کر لینے کا مستقل ارادہ کر لیا۔ انگلستان اور ہالینڈ نے حسب معمول ثالثی کی درخواست کی جو باب عالی نے خوشی سے منظور کر لی۔ قیصر چارلس ششم کو ہسپانیہ کے وزیر اعظم کارڈنیل البرونی[1] کی مستعدی اور ذہانت سے پھر ہسپانیہ کے ساتھ لڑائی ہو جانے کا

---

[1] جیولیو البیرونی۔ ایک غریب اطالین دہقان کا بیٹا تھا۔ اوائل عمر میں ایک گرجا میں گویا تھا۔ پھر اٹلی کے قصبہ پارما کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں کا پادری ہو گیا۔ وہاں اوس نے ایک مرتبہ ہسپانوی ڈیوک ونڈوم کے سکرٹری کو جسے قزاقوں نے لوٹ لیا تھا اپنے مکان میں پناہ دیکر اوس کی خوب خاطر و مدارات کی تھی۔ اس واقعہ سے کچھ عرصہ بعد ڈیوک مذکور نے اٹلی پر فوجکشی کی۔ مگر دہقانوں نے اپنا غلہ چھپا دیا۔ اور اوس کی فوج رسد کے نہ پانے سے فاقہ سے مرنے لگی۔ حسن اتفاق سے ڈیوک اسی گاؤں کے قریب مقیم تھا۔ اوس کے سکرٹری کو جیولیو کا خیال آگیا۔ اوس کو بلایا گیا۔ اور اوس نے دہقانوں کے خفیہ گھتوں کا پتہ بتا دیا۔ ڈیوک اس خدمت سے ایسا خوش ہوا کہ واپسی کے وقت اوسے میڈرڈ ساتھ لیگیا۔ اور وہاں شہزادی ارسنی اس کو جو فلپ پنجم شاہ ہسپانیہ کی معشوقہ اور منظور نظر تھی۔ اس پر مہربان کر دیا جس کی سفارش سے اوسے دن بدن عروج حاصل ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ وزیر اعظم اور کارڈنیل ہو گیا۔ بدوران وزارت اوسنے ہسپانوی قوم کی بہتری اور ترقی کیلئے بہت کوشش کی۔ بری فوج کا نظام درست ہو گیا۔ بحری فوج کی نیو ڈالی گئی۔ بدنظمیوں کی اصلاح کی جن سے ہسپانیہ کو پھر سابقہ عروج حاصل ہو گیا۔ اوس نے زار پیٹر اور چارلس دوازدہم شاہ سویڈن سے اتحاد کر کے آسٹریا اور ٹرکی میں لڑائی جاری رکھوانے ہنگری میں فساد برپا کرانے اور فرانس کی طاقت کو کمزور کرنے کیلئے وہاں بھی آتش فتنہ و فساد مشتعل کرنے کی کوشش کی۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ دیگر یورپین طاقتوں کو کمزور کر کے سلطنت ہسپانیہ کو ویسی ہی زبردست بنادے جیسی کہ وہ چارلس پنجم کے عہد میں تھی۔ [2] چارلس پنجم فرڈیننڈ و ایزابیلا کی بیٹی اور آسٹریا کے آرچ ڈیوک فلپ کا بیٹا تھا۔ جو ۱۵۰۰ء میں پیدا ہوا اور ۱۵۱۶ء میں تخت ہسپانیہ پر بیٹھا ۱۵۱۹ء میں جرمنی و آسٹریا کا قیصر ہوا اور ۱۵۵۸ء میں فوت ہوا ۱۵۵۶ء میں اوس نے تاج و تخت اپنے

جس کے شعلے لازمی طور پر کل مغربی یورپ میں پھیل جاتے۔ سخت اندیشہ ہو رہا تھا۔ اودھر خورد سال لوئی پانزدہم شاہ فرانس، کے ولی ڈیوک اورلینز نے جارج اوّل شاہ انگلستان سے ہسپانیہ اور آسٹریا کو معاہدہ یوٹرکٹ کی حرمت نگاہداشت کرنے پر مجبور کرنے کیلئے اتحاد کر لیا تھا جس سے فرانس اور آسٹریا میں لڑائی ہو جانی اٹل ہو رہی تھی۔ اسی لئے مارکوئس ڈی بوناک فرنچ سفیر نے باب عالی کو اپنے بادشاہ کی امداد کا وعدہ دیکر لڑائی جاری رکھنے کی صلاح دی۔ مگر چارلس ششم نے انگلستان اور فرانس کے مطالبات کو قبول کر کے اودھر پرنس یوجین کو مزید پیشقدمی سے روک دیا۔ اور دوسری طرف جدید فتوحات کو ہمیشہ کیواسطے × × × × × × × × × × ملحق بہ سلطنت کرنے کیلئے اُسی ”یوٹی پوسی ڈیٹس“ یعنی قبضہ کے اصول پر ترکی سے صلح کا نامہ و پیام شروع کر دیا۔ اس اصول سے اس کے معاون وینس کو جس سے موریا وغیرہ ترکوں نے فتح کر لئے تھے اور جسکی ہی امداد کیلئے بظاہر جنگ کیا گیا تھا۔ سخت نقصان پہنچتا تھا۔ مگر دوستوں کو نقصان پہنچا کر خود فائدہ اٹھانا یا اپنے مفاد کے مقابلہ پر رفیق کی اغراض کو نظر انداز کر دینا دنیا میں کوئی نئی بات نہیں۔ ریاست وینس نے ان دو برسوں (۱۷۱۵ء و ۱۷۱۶ء) میں ترکوں پر کوئی نمایاں فتح نہیں پائی تھی۔ البتہ متعدد بحری لڑائیوں میں اوس کا پلڑا بھاری رہا۔ اور اوس کے مقبوضہ جزیرہ کارفو کو بھی آنرنبل کونٹ شاہرم برگ و اوس کی فوج نے ترکوں سے جنہوں نے اوس کا محاصرہ کر لیا تھا بچائے رکھا۔ ریاست وینس نے پہلے تو اس اصول کو ماننے سے انکار کر دیا۔ لیکن آخر اوسے اپنے زبردست رفیق کی بات ماننی پڑی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ تنہا ترکوں کا مقابلہ مشکل ہے۔ ترکوں کو بھی گو اس اصول سے وسیع شمالی علاقوں سے دست بردار ہونا پڑتا تھا مگر صوبجات وغیرہ کے مل جانے سے اُن کی کسی قدر اشک شوئی بھی ہو جاتی تھی ۔

مصالحت کی گفتگو کیلئے سرویا کے چھوٹے سے قصبہ پاسورو وتز کو منتخب کیا گیا۔ جہاں متخاصمین اور ثالث سلطنتوں کے وکلاء جون ۱۷۱۸ء میں جمع ہوئے۔ اور ۲۱۔ جولائی کو باضابطہ معاہدہ صلح پر سب کے دستخط ہو گئے۔ وینس نے موریا ترکی کے حوالہ کر دیا۔ اور گو صوبجات ڈلمیشیا اور البانیا میں چند مفتوحہ قلعے اس کے پاس رہنے دیئے گئے تاہم اضلاع زرینی۔ لوٹو دا اور زبری جنکو ترک فتح نہیں کر سکے تھے۔ اُسکو واپس کر دینے پڑے تاکہ مقام راگوسا سے ترکوں کی آمد و رفت میں کوئی روک نہ رہے عیسائی مؤرخ لکھتے ہیں۔ کہ موریا کے دیدینے سے دنیا پر واضح ہو گیا کہ وینس کی شان و شوکت اور طاقت جسکا کسی زمانہ میں عالمگیر سکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰) بیٹے فلپ کو سپرد کر کے خود دولت گزینی اختیار کر لی تھی۔ ۱۷۳۲ء میں الجزائر کو فتح کرنے کے لئے اوس پر چڑھائی کی مگر بے نیل مرام واپس آیا۔ اس کے حالات پہلی جلد میں بھی مذکور ہو چکے ہیں۔ پانچ برس تک البیرونی ہسپانیہ میں مختار کل رہا۔ مگر آخر کار بادشاہ کے اجنبی درباریوں کی سازش کا شکار ہو کر وزارت سے برطرف اور ملک سے خارج کر دیا گیا۔

پوپ کلیمنٹ یازدہم نے کارڈینل کا مرتبہ بھی اس سے چھین لیا۔ مگر پوپ انوسنٹ سیزدہم نے ۱۷۲۱ء میں اوسے پھر اس عہدہ پر بحال کر دیا۔ ۱۷۳۸ء میں البیرونی نے اطالین قصبہ پیاسنزا میں عزلت اختیار کر لی۔ ۱۶۶۴ء میں پیدا اور ۱۷۵۲ء میں فوت ہوا۔ مؤلف ۔

بیٹھا ہوا تھا۔ اوس کے شجاع سوروسنی کے ساتھ ہی رخصت ہوگئی تھی۔ پاسوروونز کے بعد وینس کے پاس یونان کا کوئی حصہ بجز جزائر ایونین کے سوا نہ رہگیا۔ اور سواحل البانیا پر فقط اضلاع بوٹرنٹو۔ پرجا اور پریویسا رہگئے۔ اس علاقہ کا طول ساٹھ میل اور عرض چھ میل تھا۔ ہسپانیہ کیطرح وینس بھی مسیحی دنیا کو ترکوں کے برخلاف جب کہ اون کی طاقت کمال عروج پر تھی سد سکندری کا کام دیتی رہی تھی۔ اور ہسپانیہ کی طرح بحیرہ ایڈریاٹک کی ملکہ (یعنی ریاست وینس) بھی اپنے بسرعت زوال پکڑتے ہوئے دشمن سے بدرجہا زیادہ جلد خرابی اور انحطاط کے قعر عمیق میں غرق ہوگئی +

اس معاہدہ سے آسٹریا کو فقط شہر تیمیسوار اوس کا علاقہ ہی نہ ملا جو ہنگری میں ترکوں کے آخری مقبوضات تھے بلکہ والیشیا اور سرویا کا بھی بہت بڑا حصہ اوس کے تصرف میں آگیا۔ گو یہ جدید علاقے زیادہ عرصہ اوس کے پاس نہ رہے جس کا اوس کے فرمانرواؤں کو اب تک افسوس اور اون کے واپس لینے کی اب تک تمنا ہے۔ معاہدہ مذکور کی طفیل آسٹریا کو قصبات بلگریڈ۔ سمندریا۔ رینگ۔ کراسووا اور کئی دیگر شہر مل گئے۔ والیشیا کی طرف دریا آلوتا کو حد فاصل مقرر کیا گیا یعنی آسٹریا کو والیشیا خورد کا بھی کل علاقہ ملگیا۔ باقی سرحد کی تعیین دریا ڈینوب۔ تیموک۔ موراوا خورد۔ ڈرینا۔ ساوا اور اونا کرتے تھے۔ بالفاظ دیگر تقریباً کل سرویا اور بوسینیا کے چند بیش قیمت علاقے ٹرکی سے آسٹریا کو منتقل ہوگئے۔ الغرض گو آسٹرویوں کو وہ بات نصیب نہ ہوئی جس کی اون کے جرنیلوں نے شروع محاربہ میں دھمکی دیکر کہا تھا کہ جب تک آسٹرین سلطنت بحیرہ سود اور بحیرہ ابیض تک نہ جا پہنچے گی۔ ہم برابر پیشقدمی کرتے رہیں گے۔ تاہم قیصر چارلس ششم کو مشرقی یوروپ میں وہ اقتدار حاصل ہوگیا۔ جو کسی نامور سے نامور قیصر کو حاصل نہیں ہوا تھا اور جو اس کے قابل سپہ سالار کے مرجانے کے بعد جلد ہی قیصر مذکور کو بھی حاصل نہ رہگیا۔

فریق ثالث کو اس معاہدہ سے جو فائدہ پہنچا۔ اوس کی توضیح خود ایک عیسائی مؤرخ کے الفاظ میں زیادہ موزون ہوگی مسٹر مینیز لکھتا ہے کہ "فرانس نے جس کے بادشاہ کا دلی انگلستان کے ہاتھ میں کٹ پتلی بنا ہوا تھا۔ اس معاہدہ کے نامہ و پیام میں کچھ دخل نہ دیا اور اس طرح سے ثالث (یعنی انگلستان) کو اول اپنے تجارتی و بحری رقیب (ریاست وینس) کو نوچنے کھسوٹنے کا جسے من بعد معاملات یوروپ میں کوئی وقعت وعزت حاصل نہ رہگئی اور بعد ازاں آسٹریا کے نفیبت خاطر ہونے اور عثمانیہ گورنمنٹ پر مزید اقتدار قائم کرنیکا پورا پورا موقعہ ملگیا" اسی ثالث بننے کی بےخرچ عجیب و غریب پالیسی سے جس کی بنیاد دور اندیش ولیم ثالث نے قائم کی تھی آج صرف مشرقی یوروپ میں انگلستان کو جو اقتدار حاصل ہے وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ مالٹا۔ قبرس۔ نہر سویز۔ مصر اور عدن پر اسی پالیسی کی بدولت یونین جیک (انگریزی علم) لہراتا دکھائی دے رہا ہے +

اس معاہدہ کی جب زار پیٹر کو خبر پہنچی تو اوس نے بھی فاکسن۔ ایڈریانوپل اور قسطنطنیہ کے معاہدوں کی ترمیم کا تقاضا کیا اور اپنے مطالبہ میں کامیاب ہوگیا۔ نیا معاہدہ لکھا گیا جس میں دو عجیب دفعات شامل کیگئیں۔ ان میں سے ایک پولینڈ کے اور

دوسری ارض مقدس کے متعلق تھی۔ اِن کی عبارت حسب ذیل تھی:۔

"زار حلفاً اقرار کرتا ہے کہ وہ پولینڈ کا کوئی علاقہ نہیں ملحق کریگا اور نہ ریاست مذکور کی حکومت میں کسی طرح کی مداخلت کریگا اور چونکہ دونوں سلطنتوں کیلئے یہ نہایت ضروری ہے کہ پولنڈ کا تاج و تخت موروثی نہ ہونے دیا جاوے اس لئے وہ اس ریاست کے آئین مراعات اور حقوق کو قائم رکھنے میں باتفاق ساعی رہینگی۔ اور اگر کوئی سلطنت (خواہ وہ کوئی بھی ہو) پولنڈ میں سپاہ بھیجے یا وہاں موروثی سلسلہ کو قائم کرنیکی کوشش کرے تو معاہد سلطنتوں میں سے ہر ایک اپنی اغراض کی حفاظت کیلئے تدابیر ضروریہ پر عمل کرنے کی مجاز ہی نہیں ہوگی۔ بلکہ دونوں سلطنتوں پر لازمی ہوگا کہ وہ جملہ اور ہر ایک ذریعہ سے جو ممکن ہو تاج پولینڈ کو موروثی اور ریاست کے آئین وقوانین کی خلاف ورزی اور اوس کے علاقہ کی قطع برید نہ ہونے دیں +

دفعہ ۲۔ دونوں قوموں کے تاجروں کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے اور تجارت کرنیکی پوری آزادی ہے روسیوں کو یروشلیم اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کرنیکی اجازت ہوگی۔ اور ان سے یروشلیم یا کسی اور جگہ خراج (جزیہ) نہیں لیا جائیگا۔ نہ راہداری کے پروانوں کی بابت کوئی نقدی لیجائیگی۔ جو روسی پادری باب عالی کے ممالک محروسہ میں رہائش پذیر ہوں اونہیں کوئی ایذا نہ پہنچائی جائیگی +

پہلی دفعہ کی جس ایمانداری سے تعمیل ہوئی ہے وہ اس سے ظاہر ہو جائیگی کہ روس ہی کی تحریک پر کئی دفعہ پولنڈ کی بکا بوٹی ہوگئی اور آخر آسٹریا جرمنی اور روس نے اس ریاست کا نام یورپ کے نقشے سے بالکل ہی معدوم کر دیا اسکی مفصل کیفیت آگے درج کی جائیگی۔ دوسری دفعہ کی نسبت عیسائی مؤرخ قیصر فامن لکھتا ہے: "تمام چیزوں کی ابتدا ہوتی ہے اسی طرح بلاد عثمانیہ میں عیسائیوں کی حفاظت کے بہانے سے روسی مداخلت کیلئے یہ دفعہ پہلا زینہ تھی۔ گو یہ پہلا قدم ایسا مختصر ہے کہ اس وقت اسے دیکھکر یہ کبھی گمان نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک دن اسی بنیاد پر روس اتنے لمبے چوڑے دعوے کریگا جس سے ترکی کی ہوا خواہ طاقتوں کو کمال اندیشہ پیدا ہو جائیگا اور ان کی توجہ اس معاملہ کیطرف متوجہ ہو جائیگی" +

صلح سے فارغ ہو کر داماد ابراہیم ملک کی اندرونی اصلاح اور شاہی شان وشوکت کے ازدیاد میں مصروف ہو گیا۔ اس نے ہمسایہ سلطنتوں روس آسٹریا سے صلح قائم رکھنے کا پختہ عزم کر لیا ہوا تھا چنانچہ گو انگریزی سفیر بہت زور لگاتا رہا اس نے شمالی و مغربی یورپ کے معاملات میں کوئی دخل نہ دیا۔ اوس کے عہد میں اسلامی تہوار غیر معمولی جاہ وجلال اور تجمل شاہانہ سے منائے جاتے رہے۔ بڑے بڑے شہروں کی مساجد کو از سر نو مرمت کر کے نیا روپ چڑھا دیا گیا۔ سرحدوں کے قلعوں کی درستی کیگئی اور سلطانی

ئے ناظرین کو پہلی جلد سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ امرائے سلطنت بادشاہ کے مرنے کے بعد دوسرا بادشاہ اپنی جماعت میں سے یا ممالک غیر کے شاہزادوں سے منتخب کیا کرتے تھے۔ شاہی موروثی نہ تھی۔ گو بعض وقت مجلس امرائے متوفی بادشاہ کے بیٹے کو بھی منتخب کر دیا کرتی تھی۔ مؤلف +

محلات کی زیب و زینت نہایت نفیس اور بے نظیر ایوانوں اور قصرات کی تعمیر سے دوبالا ہوگئی۔ لیکن وہ اس کام میں زیادہ عرصہ مصروف نہ رہ سکا۔ ایران کی اندرونی خرابیوں سے روس کو اوس طرف اپنی سلطنت کی توسیع کا موقع مل گیا جس سے قسطنطنیہ میں سخت تشویش اور پرجوشی پھیل گئی۔ اور بابعالی کو بھی موازنہ طاقت قایم رکھنے کیلئے ایران کے خوانِ یغما سے حصہ لینا پڑا۔ مگر اس داستان کے شروع کرنے سے پہلے زار پیٹر کی چند دیگر حکمت عملیوں کا مجمل حال بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ناظرین کو واقعات مندرجہ بالا سے معلوم ہوچکا ہے کہ گوزار نے آخری وقت کسی قدر فائدہ اٹھایا۔ مگر اوس نے محاربہ آسٹریا و ٹرکی میں کوئی دخل نہیں دیا تھا۔ اس عرصہ میں وہ سویڈن اور پولنڈ کے برخلاف اپنی خفیہ تدبیروں اور چالوں کی تعمیل و تکمیل میں مصروف رہا۔ اوس نے ٹرکی کو انہی دونوں ریاستوں سے جدا کرنے پر قناعت نہ کر کے فرانس اور ٹرکی کی رفاقت قدیمہ کو بھی توڑنے کی کوشش کی۔ ۱۷۱۷ء میں وہ پیرس گیا۔ اور وہاں نابالغ بادشاہ کے دلی سے اتحاد کیلئے کہا۔ مگر اوس نے فقط سیاسی معاملات پر رضامندی ظاہر کی۔ جو دونوں ملکوں میں ہوگیا۔ تاہم زار چند فرنچ امرا کو اپنا طرفدار بنانے میں کامیاب ہوگیا۔ اور یہ امرا جو انگلستان اور آسٹریا کو فرانس کے جانی دشمن سمجھتے تھے۔ سویڈن، پولنڈ اور ٹرکی کے اتحاد کی جگہ جو اب ان سلطنتوں کی کمزوری کیوجہ سے انکی رائے میں مفید ہونیکی بجائے زیادہ تر وبال جان ہو رہا تھا۔ روس کے ساتھ اتحاد کر لینے کو زیادہ مفید خیال کرنے لگ گئے۔ عثمانیہ دربار کو زار کی سیاحت پیرس سے خدشہ پیدا ہوگیا۔ یوروپین معاملات اور ڈپلومیسی میں دخیل ہوجانیکے باعث بابعالی کو اب عیسائی طاقتوں کی پالیسیوں کے راز معلوم کرتے رہنے کی ضرورت محسوس ہوگئی تھی۔ چنانچہ مغربی یوروپ کے حالات کا صحیح اندازہ کرنے کیلئے ۱۷۲۱ء میں ایک غیر معمولی سفارت پیرس بھیجی گئی جس پر محمد آفندی کو جو نہایت زیرک اور باخبر ہونیکے علاوہ باساروونز کی مصالحت کیوقت ٹرکی کے سفرا میں شامل تھا۔ اس کام پر مامور کیا گیا۔ بظاہر یہ بہانہ کیا گیا کہ سلطان نے بادشاہ فرانس کو تحائف اور فرامین سلطانی ارسال کئے ہیں جن کے رو سے مقامات مقدسہ کے متعلق فرانس کے مطالبات کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس سفارت کا شور و غل تو بہت ہوا مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ محمد آفندی کی بڑی تپاک سے آؤ بھگت کیگئی۔ اور اسے اچھی طرح سے سمجھا دیا گیا۔ کہ ٹرکی کی بہتری فلاں فلاں امر میں ہے۔ گورنمنٹ فرانس نے اپنی طرف یہاں تک رفاقت قدیمہ کا پاس کیا کہ دونوں سلطنتوں میں جارحانہ و مدافعانہ اتحاد کی تجویز پیش کی۔ مگر ایک تو عثمانیہ دربار کو اوس کی جہالت لاپرواہی اور حمیت جاہلانہ نے کچھ نہ کرنے دیا۔ دوسرے زار نے کمال تدبر سے فرانس کی چالوں کو مات کر کے بابعالی کو اپنے دھرے پر لگا لیا کہ گو زار کی تدابیر کو زک پہنچانے کیلئے فرانس کو سفارت بھیجی گئی تھی۔ اور گو وہ اسکو اپنا خیر خواہ مخلص سمجھنے لگ گیا اور روس و ٹرکی میں دائمی صلح اور دوستی کا معاہدہ ہوگیا۔ زار کو اس وقت دشمنوں کے علاوہ اکثر سابقہ رفقا کے اتحاد مخالفانہ سے بھی اندیشہ ہوگیا تھا۔ انگلستان اور آسٹریا کے سفرا نے بابعالی کو بھی اس اتحاد میں شامل کرنے کیلئے بہت سر پٹکا۔ مگر بابعالی روس کے ایسے چکمہ میں آگیا ہوا تھا کہ اوس نے ایک نہ سنی لیکن زار نے محض دفع الوقتی کیلئے ایسا کیا تھا۔ اپنی مسلمان ہمسایہ سلطنتوں کے علاقے غصب کر کے روس کی مملکت بڑھاتے رہنے کی تدابیر سے کبھی ایک دم کیلئے

بھی اوس کا دماغ خالی نہیں ہوا تھا۔ فرانس سویڈن کو روس کے پنجہ سے بچانے کیلئے شمالی یورپ کی لڑائی کو ختم کرانا چاہتا تھا۔ اوس نے بھی ٹرکی کو روس کے برخلاف اتحاد میں شامل کرنے کیلئے بدلائل معقول سمجھایا۔ جس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر فرانس کو خود عملی مداخلت کر کے لڑائی کو بند کرنے کیلئے کروڑہا روپیہ کے صرف سے جنگی تیاریاں کرنی پڑیں جن سے دب کر ۱۷۲۱ء میں روس نے بمقام لنسٹاٹ سویڈن سے صلح کر لی۔ اور اس طرح سے گو سویڈن کی روس سے مخلصی ہو گئی۔ مگر ٹرکی نے اپنے جانی دشمن کو پامال و برباد کرنے کا ایک اور موقعہ ہاتھ سے کھو دیا۔

روس و ٹرکی کا اتحاد ایران کی تقسیم کیلئے سویڈن کے محاربہ سے فرصت پاتے ہی زار پیٹر دوسری طرف اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کے درپے ہو گیا۔ جس کیلئے اوسے ایران کی اندرونی خرابی سے کافی موقعہ اور بہانہ ملگیا۔ یہ خرابی افغانوں[۱] کے ایران پر حملہ آور ہو جانے سے پیدا ہوئی تھی۔ اس سے پہلے افغانستان میں کبھی کوئی منتظم افغانی بادشاہت قایم نہیں ہوئی تھی۔ ہر ایک قبیلہ خود سر تھا اور ملک برائے نام تاتاریوں مغلوں یا ایرانیوں کے ماتحت رہتا تھا۔ جہانگیر کے عہد میں شاہ عباس صفوی نے قندھار پر تصرف کر لیا شاہجہان کے عہد میں ہندی افواج نے اوسے ایرانیوں سے چھین لیا تھا۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد اسے پھر ایرانیوں نے فتح کر لیا ہرات بھی ایران کے تصرف میں تھا۔ خاندان صفویہ کے آخری بادشاہ سلطان حسین کے زمانہ میں جو نہایت نرم مزاج۔ رحمدل پابند مراسمات ظواہر مذہب اور ملاؤں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھا۔ قندھار کے غلزیوں نے ایرانی حکومت سے سرتابی کا ارادہ کر لیا۔ نیز شاہ کیطرف سے بھی قندھار پر حملہ ہونیکا ہر وقت خدشہ رہتا تھا۔ شاہ حسین نے گرگین خاں سابق والی جارجیا (گرجستان) کو جو مستیاب ہو کر مسلمان اور سلطنت کا معتبر اور معتمد علیہ جرنیل ہو گیا تھا۔ ۲۰ ہزار فوج سے قندھار روانہ کیا۔ اوس کی سخت گیری سے آتش فتنہ فی الفور فرو ہو گئی۔ غلزیوں میں سب سے مقتدر اور مدبر شخص میر ویس تھا۔ جو قندھار کا کلانتر بھی تھا۔ اوس کی ایماء سے سرداران قندھار نے شاہ کی خدمت میں گرگین خاں کی سختیوں کی شکایت میں طویل عرضداشت روانہ کی۔ اس کا تو کچھ اثر نہ ہوا۔ مگر جب گرگین خان کو اوس کی خبر پہنچی تو اوس نے میر ویس کو قید کر کے اصفہان میں بھیجدیا جہاں اوس نے اپنی دانائی اور لیاقت سے شاہ تک رسائی حاصل کر لی۔ اور اس سے حج کی اجازت لیکر مکہ معظمہ گیا۔ جہاں کے علماء سے اوس نے شیعوں کیساتھ لڑائی کرنیکا فتویٰ حاصل کیا۔ اس اثناء میں چند درباری گرگین خان کے مخالف ہو گئے تھے اور میر ویس نے حج سے واپس آکر شاہ کے کان بھرنے شروع

[۱] افغان بنی اسرائیل اور ان کے نام کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب بخت نصر شاہ بابل یروشلیم کو تاخت و تاراج اور وہاں کے باشندوں کو اسیر کر کے واپس آیا۔ تو اوس نے قیدیوں کا کچھ حصہ اس علاقہ میں جو اب افغانستان کے نام سے مشہور ہے۔ روانہ کر دیا۔ اور چونکہ یہ لوگ وطن اور خویش و اقربا کی جدائی سے راستہ میں تا کہ فغان کرتے جاتے تھے۔ ایرانیوں نے اُن کا نام افغان رکھدیا۔ افغانوں کا بیان ہے کہ عرب کے بنی اسرائیل سے اون کی خط و کتابت برابر ہوتی رہتی تھی چنانچہ آنحضرت کے مبعوث ہونے کی اون کو حضرت سرور کائنات کے زمانہ میں ہی خبر پہنچ گئی اور وہ لوگ سیاسی مبارک قرن میں مشرف باسلام ہو گئے۔ دیکھو تاریخ حکم۔ مؤلف

کردیئے جس پر اوسے پھر قندھار کی کلانتری کے عہدہ پر واپس بھیجا گیا کہ اگر گرگین خان سرتابی کرے تو اس کا سدراہ ہو۔ گرگین خان نے اس امر سے غضب آلود ہوکر میرویس کو حکم بھیجا۔ کہ اپنی لڑکی کو جو نہایت خوبصورت تھی اسکے محل میں بھیجدو غرض یہ تھی کہ اگر اوس نے ایسا کردیا تو اعیان واقران میں ذلیل ہوگا۔ اور اگر تعمیل نہ کی تو عدول حکمی میں اوسے قتل کر دوں گا۔

میرویس نے کل رؤسائے قبائل کو جمع کرکے یہ حکم سنایا جس کے سنتے ہی اون کی رگ حمیت متحرک ہوگئی اور سب نے حلف اٹھاکر میرویس کی معاونت کا وعدہ کیا اور اوسے مقابلہ کرنے کی صلاح دی۔ میرویس نے اس طرح سب کو متفق کرکے گرگین کو غافل کرنے کیلئے ایک خانہ زاد کنیزک کو جو نیز بہت خوبصورت تھی بنام نہاد اپنی لڑکی کے اوس کے پاس بھیجدیا اور کچھ عرصہ گرگین کی ہر معاملہ میں بظاہر اطاعت وفرمانبرداری کرتا رہا جس سے اوس کا دل میرویس کیطرف سے بالکل صاف ہوگیا۔ تب میرویس نے ایک دن گرگین اور اوس کے ہمراہیوں کی شہر سے باہر ایک باغ میں دعوت کی اور اون سب کو وہاں قتل کردیا پھر اپنے ہمراہیوں کو گرگین کے ہمراہیوں کی پوشاک پہنا کر شام کے وقت قلعہ میں داخل ہوگیا۔ اور گرگین کی فوج پر حملہ آور ہوکر اون کو تہ تیغ کردیا۔ بعد ازاں شہر میں بھی ایک ایرانی کو زندہ نہ چھوڑا گیا۔ اور قندھار پر میرویس کی حکومت ہوگئی۔ ایرانی گورنمنٹ نے اوسے پہلے نرمی و آشتی سے جادۂ انقیاد پر لانا چاہا۔ جب یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ تو گرگین کے بھتیجے خسرو خان والی گرجستان کو بعسکر جرار قندھار پر بھیجا گیا جسے چند فتوحات کے بعد کامل شکست ملی۔ اوسکے بعد ایک اور ایرانی لشکر رستم خان کی زیر کمان بھیجا گیا۔ اوس کا بھی یہی انجام ہوا اور میرویس کی حکومت خوب مستحکم ہوگئی۔ مگر اوس کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ آخر فتح سے تھوڑا عرصہ بعد فوت ہوگیا۔ اور میر عبداللہ اس کا بھائی والئے قندھار بنایا گیا۔ اوس نے ایرانیوں سے مصالحت کرنے کیلئے اصفہان سفارت روانہ کی اور تین شرطیں پیش کیں۔ افغان امیروں کو جب اس معاملہ کی خبر ہوئی تو وہ میر عبداللہ سے برہم ہوگئے اور میر محمود پسر میرویس نے جو اٹھارہ سال نوجوان تھا۔ چچا کو قتل کرکے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور ایران پر پے در پے یورشیں شروع کردیں۔ اوسی وقت ہرات کے افغان بھی باغی ہوگئے جس سے ایران کی طاقت اور کمزور ہوگئی۔ آخر کار محمود نے اصفہان دار الخلافۂ ایران کا محاصرہ کرلیا۔ اور شاہ حسین نے ۲۲۔ اکتوبر ۱۷۲۲ء مطابق ۱۱۳۵ھ کو ۲۸ سال حکومت کرنے کے بعد سیاہ لباس پہنکر باچشم گریاں شہر میں گشت کرکے افغانوں کی اطاعت قبول کرلینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور ۲۳۔ اکتوبر کو تین سو ہمراہی لیکر افغانوں کے لشکر میں چلا گیا۔ اور اپنے ہاتھ سے تاج شاہی میر محمود کے سر پر رکھدیا۔ افغان شہر میں داخل ہوگئے۔ اور ایران پر اون کی بادشاہی ہوگئی جسکی بیخکنی سات برس کے بعد نادر شاہ نے کی۔ سلطان حسین سات برس مقید رہنے کے بعد ۱۷۲۹ء میں جبکہ افغان نادر شاہ کی حملہ آوری سے ڈر کر اصفہان سے بھاگے تھے۔ میر اشرف پسر میر عبداللہ کے حکم سے جو ۱۷۲۵ء میں میر محمود کے بعد تخت اصفہان پر بیٹھا تھا قتل کیا گیا۔ مؤرخ اس کو آخری صفوی بادشاہ گنتے ہیں۔ کیونکہ گو اوس کے فرزند طہماسپ نے بھی چند سال بادشاہی کی۔ مگر وہ صرف برائے نام تھی۔ اوس کے وقت بھی اصلی بادشاہ

نادرؔ[1] ہی تھا جس نے ۱۱۴۵ھ میں طہماسپ کو معزول کر کے بیٹا اوس کے ہشت ماہہ لڑکے کو تخت پر بٹھلایا اور جب چند برسوں کے بعد یہ لڑکا فوت ہو گیا۔ تو بظاہر چندان انکار کرتے رہکر ۲۔ شوال ۱۱۴۸ھ کو خود تخت ایران پر متمکن ہو گیا۔

افغانوں کے اصفہان پر مستولی ہونے سے پہلے طہماسپ میرزا وہاں سے نکلکر شمالی علاقوں کو چلا گیا تھا۔ وہاں سے اوس نے پیٹر اور سلطان کے پاس سفارتیں بھیجکر امداد کی استدعا کی۔ مگر دونوں نے بلا طمع دینے سے انکار کر دیا۔ زار نے امداد کے معاوضہ میں جارجیا وغیرہ شمالی علاقے مانگے۔ اور باب عالی نے مغربی طہماسپ ابھی اس ششش و پنج میں تھا کہ ان میں سے کس کے ساتھ اتحاد کیا جائے۔ کہ زار نے جواب کا انتظار کرنے کے بغیر ایران پر پیشقدمی کر دی۔ اور بحیرہ کاسپین (خزر) کے متصلہ صوبوں پر تصرف کر لیا۔ پیٹر کی اس مستعدی نے طہماسپ کو ورطۂ تذبذب سے نکالکر یکسو کر دیا۔ اور اوس نے زار سے عہد و پیمان کر لیا۔ افغان کے مقابلے

---

[1] نادر ۱۱۰۰ھ میں خراسان کے علاقہ میں پیدا ہوا تھا۔ ۱۷ برس کی عمر میں اوسے اور اوس کی ماں کو اوزبک پکڑ لے گئے۔ ماں تو وہیں فوت ہوئی۔ اور وہ چار سال کے بعد قید سے بھاگ کر وطن آ گیا۔ اور ایک امیر مسمی بابل بیگ کا ملازم ہو گیا جسے قتل کر کے اوس نے اوس کی لڑکی سے شادی کر لی۔ اوس کا بڑا بیٹا رضا قلی میرزا اسی کی بطن سے ہوا۔ اس کی پیدائش کے وقت نادر کی عمر ۳۱ برس کی تھی۔ اوس کے باپ کا نام امام قلی افشار تھا۔ جو معمولی وجاہت کا آدمی تھا۔ کچھ عرصہ راہزنی اور ڈکیتی کرنے کے بعد وہ والئ خراسان کا ملازم ہو گیا۔ اور اپنی بہادری اور جلادت سے سرداری تک پہنچ گیا۔ ایک دفعہ حاکم نے اوسے خفا ہو کر لاٹھی ماری۔ جس پر یہ ملازمت چھوڑ کر قلعہ قلات میں اپنے چچا کے پاس چلا گیا۔ اوس نے بھی کچھ عرصہ کے بعد اوس کی حرکات سے ڈر کر اوسے اپنے قلعے سے نکال دیا۔ وہ پھر حاکم خراسان کے پاس چلا گیا۔ اور آخر رفتہ رفتہ طہماسپ پسر حسین کی فوج میں نامور جنیل ہو گیا۔ زمانہ سپہ سالاری میں اوس نے افغانوں ترکوں اور روسیوں کو کئی شکستیں دیں۔ حملہ افغانستان و ہندوستان کے حالات بچہ بچہ کو معلوم ہیں۔ اس کے مذہب کا کسی کو پتہ نہیں ملا۔ جب تک افغان جو سنت جماعت تھے۔ ایران پر حکمران رہے یہ سخت متعصب شیعہ رہا۔ جب تخت شاہی پر بیٹھا تو مذہب اثنا عشریہ کو خرابی و تباہی ملک کا باعث بتایا۔ اور جب اوس کی طاقت معراج پر پہنچ گئی۔ تو سب موجودہ مذاہب کو ناقص بتا کر کہا۔ میں خود ایک کامل نیا مذہب قائم کروں گا۔ اس سے مؤرخین نے رائے قائم کی ہے کہ وہ خدا پرست یا مذہب پرست نہ تھا۔ خود پرست تھا جس مذہب کو مفید مطلب پاتا تھا اوسی کا حامی ہو جاتا تھا۔

آخری دنوں میں اوسکی سخت گیری ظلم و جفا سے متبدل ہو گئی تھی چنانچہ ایک دن کسی نے کاغذ پر یہ لکھکر "اگر بادشاہی پرورش و حمایت رعیت کن اگر پیغمبری راہ نجات بنما۔ و اگر خدائی رحم بخلوق کن" کاغذ کو پتھر سے باندھکر اوس کے محل میں پھینک دیا۔ اس کے جواب میں نادر نے یہ اشتہار کل فوج میں تقسیم کرایا۔ "من نہ بادشاہم کہ تا حمایت رعیت کنم۔ نہ پیغمبر تا طریق نجات نمایم۔ نہ خدا تا بر بندگان رحم کنم۔ بلکہ آفت دست قہار علی الاطلاقم کہ بجہت عقوبت گنہگاران آمدم" آخر جب رعایا اور امراء تنگ آ گئے۔ تو انھوں نے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا اور ۱۱۶۰ھ میں فتح آباد سے دو میل بجانب جنوب رات کیوقت چار امیر اوس کے خیمہ میں گھس گئے۔ نادر ان کی آہٹ سے جاگ اٹھا اور دو کو قتل کیا۔ اور پھر خود صالح بیگ کی ضرب سے ہلاک ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اوس نے اپنے بڑے بیٹے رضا قلی مرزا کی آنکھیں بجرم بغاوت نکلوا دی تھیں۔

زار کی پیشقدمی سے مشوش ہوکر فوراً بابعالی کو تحریر کیا کہ "روسی بحیرۂ خضر کے سواحل لے لینے پر ہی قناعت نہ کرکے اپنی فتوحات کو خوب مستحکم کر رہے ہیں۔ اور جارجیا سے بھی انہوں نے خراج ادا کر لی ہے۔ اگر ترک اور تاتاری خاموش رہے تو روس کی سلطنت اس قدر وسیع ہو جاویگی کہ وہ ایشیا میں بابعالی کے مقبوضات کو چاروں طرف سے گھیر لیگی"۔ کچھ اس خط اور کچھ طہماسپ کی کارروائی سے سلطان نے سخت برافروختہ ہوکر آرمینیا اور جارجیا کے ایرانی علاقہ پر فوجکشی کا حکم دیدیا اور روس اور ترکی میں لڑائی بظاہر لازمی ہوگئی۔ زار نے بابعالی کے عزم سے گھبرا کر فرانس سے درخواست کی کہ یا تو وہ روس کے ساتھ اتحاد کرلے یا کم از کم بیچ بچاؤ کرکے ترکی کو لڑائی سے باز رکھے۔ فرنچ سفیر ڈی بوناک اوس وقت وزیر کا بڑا گہرا دوست بنا ہوا تھا اور دونوں ہمسایہ سلطنتوں کی پیشقدمی کی روک تھام کیلئے طرح طرح کی تجویزیں سوچا کرتے تھے۔ وزیر اپنی طاقت کو محفوظ رکھنے کیلئے یورپین طاقتوں کے ساتھ لڑائی کرنے سے محترز رہنا چاہتا تھا جب اوس نے پیٹر کی گھبراہٹ کو دیکھا۔ تو فرنچ سفیر کو روس و ترکی میں ثالث بنکر امور متنازعہ کے فیصلہ کر دینے کا ایما کیا۔ بوناک نے اپنی گورنمنٹ کو اس معاملہ کی خبر کی مگر کارڈینل ڈوبوا نے کوئی ہدایت نہ دی۔ اس پر اوس نے اپنی ذمہ داری پر ثالثی کو منظور کر لیا۔ کیونکہ ایک تو وہ وزیر کا ہمخیال تھا اور دوسرے اوسے بحیثیت ثالث بابعالی کو مزید علاقے دلا سکنے کا پختہ یقین تھا۔ چنانچہ اوس نے مصداق مال مفت دل بے رحم ایک تیسری سلطنت کے وسیع علاقہ کو دونوں میں بانٹ کر ان میں معاہدۂ تقسیم کرادیا جس پر ۲۳ جون ۱۷۲۴ء اور بقول بعض ۱۷۲۵ء میں دستخط کئے گئے۔ دربار فرانس نے اس کارروائی سے ناراض ہوکر ۱۷۲۴ء میں اوسے واپس بلالیا۔ اور مارکوئیس ڈی اینڈریزیل کو اوسکی جگہ مقرر کرکے سفیر کو فرنچ ثالثی کو ترک اور روسی چالوں اور ارادوں کی مزاحمت کرتے رہنے کا حکمدیا۔

اس معاہدہ کے رو سے روس کو وہ ایرانی صوبے جو بحیرۂ خضر کے کنارہ کنارہ ترکمانوں کے علاقہ سے لیکر دریاء کور اور ارس کے محل اتصال اور پھر وہاں سے دربند تک پھیلے ہوئے تھے دیئے گئے۔ اضلاع استر آباد۔ مازندران۔ گیلان اور شیروان کا کچھ حصہ اور داغستان روس کا حق قرار دیئے گئے۔ اور جو علاقے پرانی ترکی سرحد اور اوس فرضی خط کے درمیان تھے جو دریاء کور اور ارس کے

---

(۱) زار بیس ہزار باقاعدہ لشکر اور کئی ہزار قزاق و کالمک، اور تاتاری ہمراہ لیکر ۲۹ جولائی ۱۷۲۲ء کو دریائے والگا کے دہانے سے روانہ ہوکر براہ سمندر (بحیرۂ خضر) چار اگست کو بندر داغستان پہنچا۔ اور اوس پر قبضہ کر کے چند دنوں کے بعد بندر دربند پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور پھر استرخان میں جاکر موسم سرما وہاں بسر کیا۔ (مؤلف)+

(۲) ولیم ڈوبوا۔ ایک غریب عطار کا بیٹا تھا۔ وہ ۱۶۵۶ء میں فرانس کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں پیدا ہوا۔ رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا پہلے ڈیوک آف اورلینز کا پرائیویٹ سکرٹری اور پھر ۱۷۱۸ء میں وزیر ۱۷۲۱ء میں کارڈینل اور ۱۷۲۲ء میں وزیر اعظم اور مختار کل ہوگیا۔ اوس کے زمانہ وزارت میں شاہ فرانس اور اوس کا دربار عیاشی و خرابانی میں اور بھی زیادہ غرق ہوگیا۔ وہ نہایت قابل شخص تھا۔ مگر عیش پرستی طمع اور جاہ طلبی نے سب قابلیتوں پر پانی پھیر دیا ہوا تھا۔ وہ ۱۷۲۳ء میں فوت ہوا+

(مؤلف)

محل انفصال سے سیدھا اردبیل۔ تبریز۔ ہمدان اور کرمانشاہ کو کھینچا گیا تھا۔ وہ ٹرکی کا حصّہ قرار دیئے گئے۔ دونوں سلطنتوں نے وعدہ کیا کہ وہ ایک دوسری کو ان علاقوں کے حصول و فتح میں مدد دینگی۔ ایران کا باقی علاقہ طہماسپ کیلئے چھوڑا گیا۔ لیکن اگر وہ قرارداد کو تسلیم نہ کرے تو ممالک متنفسر پر تصرف کرلینے کے بعد باقی ملک پر کسی اور شخص کو جو قابل ہو۔ ایران میں امن قائم رکھنے کیلئے بادشاہ بنایا جاوے۔ معاہدہ میں یہ بھی شرط کیگئی۔ کہ کوئی فریق محمود کے ساتھ صلح نہ کرے۔ گویا یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ ایران میں افغانی تسلط دونوں کے مقاصد کے منافی ہے۔ دونوں سلطنتوں نے معاہدہ کی تکمیل سے پہلے ہی ایران کے لاوارث ملک پر چڑھائی کردی ہوئی تھی۔ روسیوں نے معاہدہ میں بڑی چالاکی سے کام لیا تھا۔ اونھوں نے اپنے حصّہ میں وہ علاقے لئے۔ جن پر اون کا ایک طرح سے عملی تصرف ہوچکا ہوا تھا۔ اور ٹرکی کو ایسے علاقے دیئے گئے۔ جن کے ابھی بہت تھوڑے حصّہ پر اون کا قبضہ ہوا تھا۔ تاہم عثمانیوں نے بہت تھوڑے ہی عرصہ میں جارجیا کا حصّہ کثیر فتح کرکے صوبجات منگریلیا۔ ایشیا۔ گوریل اور دیگر علاقجات کوہ قاف میں جو بحیرہ اسود کے مشرق میں ہیں۔ اپنی پوزیشن اور اقتدار کو مستحکم کرلیا۔ یہ علاقے گو عرصہ دراز سے سلطان کے باجگذار خان کریمیا کے ماتحت تھے۔ مگر عملی طور پر اب پہلے سلطان کی حکومت وہاں محض برائے نام تھی۔ ان فتوحات کے بعد قلیل مدت میں بغداد کے سرعسکر احمد پاشا اور ٹرکی افواج مقیمہ آرمینیا کے سپہ سالار نے کل کردستان تبریز[1]۔ ہمدان اور کرمانشاہ کو فتح کرلیا۔ اور وہ کل صوبجات جو بروئے معاہدہ ترکوں کے حصّے آئے تھے۔ باب عالی کے تصرف میں آگئے۔

ابھی لڑائی جاری تھی کہ زار پیٹر ۱۷۲۵ء میں مرگیا۔ اور اسی سال اوس کی جانشین قیصرہ کیتھرائن نے ٹرکی کے برخلاف آسٹریا سے اتحادی عہدنامہ کیا۔ جس کی ایک شرط اب تک سرکاری طور پر ظاہر نہیں کیگئی۔ اس شرط کے رو سے دونوں سلطنتوں نے آپس میں امر کا اقرار کیا۔ کہ ان میں سے جب کوئی ایک ٹرکی سے نبرد آزما ہو تو دوسری اوس کی مدد کریگی اور ہر دو فریق میں سے کوئی بھی باب عالی سے جداگانہ مصالحت نہ کریگا۔ مشرقی یوروپ کی تاریخ جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ روس اور آسٹریا دونوں اس شرط کی اب تک پوری پوری تعمیل کرتے رہے ہیں۔ ۱۷۳۷ء کے محاربہ روم و روس میں آسٹریا کو ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر بوسینیا اور ہرزیگوینا کے وہ زرخیز صوبے جو ٹرکی سے ملحقے تھے۔ اوس کا باعث بھی دراصل یہی قدیمی خفیہ عہد و پیمان تھا۔ اس معاملہ میں انگلستان نے بھی آسٹریا کی پوری مدد کی تھی۔ بلکہ بظاہر اس انتقال کا محرک بھی وہی ہوا تھا۔ لیکن یہ سب ظاہرداری کی باتیں تھیں۔ مگر نیکی بدی کا عوض خواہ بہت دیر بعد ملے۔ مگر ملتا ضرور ہے۔ چنانچہ آسٹریا کو اس کا بدلہ ملنا شروع ہوگیا ہے۔ مکر و فریب اور غضب زر سے متضاد عناصر اور مختلف العقیدہ اور مختلف الجنس اقوام کو محکوم و مطیع کرنے کی پالیسی نے رنگ دکھلانا شروع کردیا ہے اور اس سرکار کا نتیجہ احتمالی بلکہ یقینی ہو رہا ہے۔

[1] تبریز کے باشندوں نے اس محاربہ میں کمال شجاعت دکھلائی۔ اور صرف اس شرط پر شہر کو حوالہ کرنا منظور کیا کہ انہیں مع عیال و اطفال اور سامان حرب و ضرب شہر سے نکل جانے کی اجازت دیجائے۔ ترکی سپہ سالار کو جس کے کئی ہزار آدمی محاصرہ میں ہلاک ہوچکے تھے۔ مجبوراً یہ شرط ماننی پڑی۔ مؤلف ۱۲

گو فرمانروائے حال قیصر جوسف کے مرتے ہی آسٹریا کا کل شیرازہ پراگندہ ہو جاویگا۔ مگر روس میں ابھی اس امر کے آثار بالبداہت دکھائی نہیں دیتے۔ مگر اس سے اون کی عدم موجودگی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اعمال قبیحہ کا تخم گو عرصہ دراز تک زیر زمین مکنون رہے مگر وہ ضرور پھوٹتا اور پھل لاتا ہے۔

زار کے مرنے سے روسی فتوحات کا سیلاب کسی قدر دھیما پڑ گیا تھا مگر ترکی پیشقدمی برابر جاری رہی۔ کرمانشاہ مراغہ اور قزوین کی فتح سے فارغ ہو کر احمد پاشا نے اصفہان کا عزم کیا۔ مگر ورینو اعنان حکومت اشرف کے ہاتھ میں چلی گئی ہوئی تھی۔ اوس نے قسطنطنیہ سفیر روانہ کیا کہ شیعہ اور نصاری سے اتفاق کر کے سنت جماعت بادشاہ سے مصروف پیکار ہونا شان خلافت سے بعید ہے علماء اور عوام مسلمین پر اشرف کا یہ جادو کارگر ہو گیا۔ مگر رجال حکومت نے حیلے بہانے کر کے سفیر کو بنیل مرام رخصت کر دیا۔ اب اشرف جس نے ایک سال کے اندر اپنے مقبوضہ علاقہ کی اندرونی اصلاح کر کے اپنی طاقت خوب مضبوط کر لی ہوئی تھی۔ فوج لیکر ترکوں کے مقابلہ کیلئے اصفہان سے روانہ ہوا اور اصفہان سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر ایک ترکی دستہ جس میں دو ہزار سپاہی تھے۔ اچانک حملہ آور ہو کر یکسو تہ تیغ کر دیا۔ اس فتح سے افغانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور ویسے ہی ترکوں کے پست ہو گئے۔ ترکی سپہ سالار اپنی فوج کو پیشقدمی سے روک کر اوسکی حفاظت کیلئے خندقیں اور مورچے تیار کرنے میں مشغول ہو گیا۔ اشرف نے ایک طرف تو ترکی فوجمیں خفیہ جاسوس بھیجدیئے کہ لوگوں کو رشوت و انعام و اکرام کے طمع سے ترکوں سے منحرف کریں۔ اور خود ترکوں میں مشتہر کریں کہ یہ لڑائی خلاف مذہب ہے۔ اور دوسری طرف بظاہر چار مشائخ جو زہد و تقوے میں مشہور تھے۔ سفیر بنا کر احمد پاشا کے پاس بھیجدیئے۔ جب یہ پاشا مذکور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اون میں سے ایک نے اس طرح سلسلہ سخن آغاز کیا "ہمارا بادشاہ اشرف دریافت کرتا ہے کہ تم کیوں اون مسلمانوں سے جنہوں نے حکم خدا کے موافق روافض کی حکومت کی بیخکنی کی ہے لڑائی کرتے ہو اور کس وجہ سے تم نے پیر و رسول کو ایسے ملک سے جو قوانین فقہ اور قواعد انسانیہ کی رو سے اوس کا حق ہے محروم کرنے کیلئے نصاریٰ کے ساتھ اتفاق کیا ہے اگر تم بے انصافی سے کام لیکر لڑائی پر مصر رہے اور اس طرح سے تم نے اپنے بھائی مسلمانوں کو دفاع و مقابلہ پر مجبور کیا تو اس معرکہ میں مسلمانوں کا جو خون گریگا۔ وہ تمہاری گردن پر ہوگا۔"

احمد پاشا نے یہ دیکھ کر کہ اس گفتگو کا اثر حاضرین کے دل پر ہو گیا ہے جواب دیا کہ "سلطان المعظم کی اطاعت جو جانشین خلفاء و اولی الامر ہے ×××× سب مسلمانوں پر واجب ہے۔ پس اشرف کو بھی جو کہ از مسلمین ہے اوس کی اطاعت کرنی واجب ہے یا اوسے اپنی نافرمانی کی سزا اٹھانی پڑیگی"

ہنوز بحث ختم نہیں ہوئی تھی کہ اذان کی آواز سنائی دی۔ اور طرفین نماز ادا کرنیکو اٹھ بیٹھے۔ ادائے فریضہ کے بعد اشرف کے مرسلین نے اتفاق مسلمین اور اجتماع قلوب موحدین کیلئے خداوند کریم سے دعا مانگی۔ الغرض مشائخ کی گفتار و کردار سے اشرف کے حسب دلخواہ ترکوں کے دلوں پر اثر ہو گیا۔ چنانچہ جب وہ رخصت ہوئے تو اکثر کرد اور کسی قدر ترک بھی مشائعت کیلئے کچھ دور تک ساتھ گئے اور اون کی تسلی کی کہ اس جنگ میں خلاف شریعت ہم کبھی پیشقدمی نہیں کریں گے۔ احمد پاشا نے یہ رنگ

دیکھ کر لڑائی مین توقف کرنا خلاف مصلحت سمجھا۔ اوس کے پاس ۶۰ ہزار فوج اور ۷۰ توپین تھین۔ لشکر افغانان اس سے نصف اور اون کے پاس صرف ۱۸ ہزار مورکین تھین۔ جو اونٹون پر رکھی ہوئی تھین مگر چونکہ ترکی فوج بیدل ہی ہو رہی تھی اوسے شکست فاش ملی۔ اور بارہ ہزار ترک میدان جنگ مین ہلاک ہوئے۔ اشرف نے افغانون کو ہزیمت یافتہ فوج کا تعاقب نہ کرنے دیا کیونکہ وہ عثمانیون کے ساتھ لڑائی جاری رکھنے کو قرین مصلحت نہین سمجھتا تھا۔ احمد پاشا اپنے توپخانہ کا کچھ حصہ اور کل اسباب لشکر میدان جنگ مین چھوڑ کر کرمانشاہ کو بھاگ گیا تھا۔ اشرف بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ مگر اپنے لشکر کو کوئی زیادتی نہ کرنے دی جب احمد پاشا کرمانشاہ سے بغداد کو بھاگ گیا۔ تو اشرف نے پیغام بھیجا کہ مین مسلمانون کے مال کو، گو اون سے غلطی حرکت سرزد ہو گئی ہو۔ تاراج کرنا جائز نہین سمجھتا۔ اور نہ اپنے سلطانی نام کو راہزنی کے لقب سے بدلنا چاہتا ہون۔ احمد پاشا، اپنا گماشتہ بھیجدے، مین آلات حرب، سامان جنگ کے سوا اوس کا اور اوس کے لشکریون کا کل اسباب (نقد وجنس)، اسکو حوالہ کردونگا بعد ازان اپنے قول کو پورا کر دیا۔ اور عثمانیہ اسیران جنگ کو بھی رہائی دیدی۔ اس سے بلاد عثمانیہ مین اوسکی ایسی نیکنامی ہو گئی۔ کہ رجال حکومت کو جن کے پاس طہماسپ نے بھی اب شرائط معاہدہ تقسیم کو قبول کر لینے کا پیغام بھیجا تھا۔ مجبوراً اشرف سے صلح کر لینی پڑی۔ شرائط یہ قرار پائین:۔

اشرف سلطان کو اولوالامر تسلیم کرے۔ اور اوس کے عوض اشرف کو بادشاہ ایران تسلیم کیا جائیگا جس قدر ایرانی صوبجات ترکون کے تصرف مین آ چکے ہین وہ ہمیشہ کیلئے ٹرکی کے ہو جائین۔ تمام کردستان اور خوزستان۔ کچھ حصہ آذربائجان کا اور چند شہر عراق عجم کے اور شہر سلطانیہ و طہران بھی علاقہ مفروضہ مین داخل تھے۔ ان کے علاوہ دیگر چند شرائط یہ تھین:۔ جنگ مین جو توپخانہ افغانون کو ملا وہ واپس کر دیا جائے۔ اور اشرف ہر سال حاجیون کا قافلہ مکہ معظمہ بھیجا کرے۔ الغرض اشرف نے جو وضع اختیار کی وہ ہر طرح سے قابل تحسین اور عین مقتضائے وقت کے موافق تھی۔ مگر افسوس مسلمانون کی بدقسمتی سے ایسا قابل نوجوان زیادہ عرصہ بر سر حکومت اور زندہ نہ رہ سکا۔ طہماسپ کے جرنیل نادر نے جلدی ہی افغانون کی مختلف فوجون کو جو دار الخلافہ سے باہر صوبون مین مامور تھین شیعہ اہالی ملک کی مدد سے تہ تیغ یا منتشر کر دیا۔ اور ۱۷۲۹ء مین اشرف اور جملہ افغان امرا اصفہان سے بھاگ گئے اشرف اور اکثر افغان سردار ریگستانون مین بھٹک بھٹک کر یا دشمن اور منافق دوستون کی تلوارون سے ہلاک ہو گئے۔ اکثر افغان غلام اور بردہ بنائے گئے۔ اور معدودے چند ترکی علاقہ سندھ۔ مکران یا عرب پہنچ جانے مین کامیاب ہو گئے۔ جہان وہ محنت و مشقت کر کے شکم پوری کرنے لگ گئے۔

سلطان احمد کا عزل

نادر کی فوج افغانون کے تعاقب سے ابھی ستائی نہ تھی۔ کہ اوس نے ترکون پر حملہ کر دیا۔ اور اول صحرائے ہمدان مین اون کو دو شکستون کو پے درپے شکستین دیکر ہمدان اور اوس کے علاقہ کو غنیم سے مخلص کرا لیا۔ بعد ازان آذربائجان کی طرف جا کر تبریز۔ اردبیل اور تمام بڑے بڑے شہرون سے ترکون کو نکال دیا۔ اور اریوان پایہ تخت آرمینیا کا محاصرہ کر لیا۔ اثنا مین اسے اپنے بھائی ابراہیم خان حاکم خراسان کا خط ملا کہ ہرات کے

افغانون نے نائرہ فساد مشتعل کر دیا ہے جس پر وہ اریوان کو غیر مفتوح چھوڑ کر نیے ہنور ہرات اور فراہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب ان ایرانی فتوحات کی خبر قسطنطنیہ مین پہونچی۔ تو وہان ہلڑ مچ گیا۔ وزیر ابراہیم لڑائی سے بچنا چاہتا تھا اور صلح کیلئے نامہ و پیام کی کوشش کی جب کامیاب ہوا۔ تو باندوہ و تاسف دنی فوجی تیاریون مین مصروف ہوگیا۔ ینگچری اوس کے اس تساہل سے آزردہ ہوگئے۔ اور اون کو شک ہوگیا کہ وزیر دشمنون کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ علاوہ برین احمد کی فضول خرچی اور عیش پرستی سے بھی لوگ ناراض ہو رہے تھے اس شکست نے بارود کو چنگاری لگانے کا کام دیا۔ ۲۸ ستمبر ۱۷۳۰ء کو (۲ محرم ۱۱۴۳ھ) ایک ینگچری نے بیطرونا خلیل (البانوی) کو اپنا سردار بناکر علم بغاوت برپا کر دیا۔ باغیون کی جمعیت چند گھنٹون مین رعایا اور دیگر سپاہیون کے ملجانے سے ہزارون تک پہونچ گئی۔ مفسدون نے وزیر اعظم مفتی اور قبودان پاشا کو ۲۴ گھنٹون کے اندر قتل کرادینے کا مطالبہ کیا۔ سلطان نے اپنے بچاؤ کے لئے اس مطالبہ کو قبول کر لیا۔ اور باغیون نے ابراہیم کو قتل کر دیا۔ مگر باغیون کا جوش اس سے بھی فرو نہ ہوا جس پر سلطان نے خود بخود تخت چھوڑ دیا۔ اور اپنے بھتیجے محمود کو خود تخت پر لاکر بٹھلا دیا۔ اور اسکی بیعت کی۔ بعد ازان آپ اونہی کمرون مین چلا گیا۔ جہان محمود اوس کا بھتیجا لایا گیا تھا۔ اور چند برسون کی نظر بندی کے بعد برضائے الٰہی (اور بقول بعض زہر پینے سے) ملک عدم کو چلدیا۔ اس کے عہد مین ۱۴ مرتبہ قسطنطنیہ مین آگ لگی۔ اور ان آتشزدگیون مین اکثر مکان خاک سیاہ ہو جاتے رہے۔

احمد کے ۲۷ سالہ عہد حکومت مین گو ٹرکی کو محاربہ آسٹریا مین سخت صدمات برداشت کرنے پڑے۔ تاہم بظاہر اوسکی حالت چندان بری نہ رہی۔ آزاف و موریا کی واپسی اور ایرانی صوبجات کی فتح سے بلگریڈ وغیرہ کے قبضہ سے نکلجانیکی بخوبی تلافی ہوگئی تھی اور داماد ابراہیم پاشا کے حسن قابلیت سے عثمانیہ سلطنت کی مالی حالت بہت عمدہ ہوگئی تھی۔ اور خوبی یہ تھی کہ ٹیکسون یا جبر و ستم سے مطلق کام نہین لیا گیا تھا۔ احمد اور اوس کا آخری وزیر دونون علم و ہنر کے فیاض محسن اور قدر شناس مربی تھے۔ قسطنطنیہ مین پہلا مطبع[1] اسی سلطان کے عہد مین قائم ہوا۔ حالانکہ فاسٹ کی اس اختراع و ایجاد سے مغربی یورپ عرصہ دراز سے متمتع ہو رہا تھا۔ دو بادشاہ (چارلس والی سویڈن اور سٹانس والیٔ پولینڈ) کئی برس اس کے مہمان رہے۔ بدقسمتون اور حرمان نصیبون کے لئے اس کی سلطنت کل دنیا مین مامن و ملجا مشہور تھی قسطنطنیہ مین اوس نے کئی عالیشان عمارتین تعمیر کرائین اور مفید انسٹی ٹیوشنین قائم کین جن مین سے خاص طور پر قابل ذکر ایک تو محولہ بالا مطبع اور چار کتب خانے ہین۔ وزیر ابراہیم کے حسن انتظام سے جو ۱۷۱۸ء سے ۱۷۳۰ء تک وزیر رہا۔ ملک کو اندرونی حیرت انگیز امن رہا۔ البتہ سرحدی صوبون مین بالعموم فتنہ و فساد ہوتے رہتے۔ مصر اور عرب تو ہمیشہ سے مخزن فساد چلے آتے تھے۔ بحیرۂ اسود کے شمال اور مشرق کی طرف کے صوبون مین بھی بکثرت بدامنی ہوتی رہتی۔ بالخصوص کوہ کے نواحی قبائل مین تقریباً ہر وقت خانہ جنگی ہوتی رہی۔ بحیرۂ اسود اور بحیرہ خزر کے

[1] لکڑی کے تختون پر سے چھاپنے کا رواج تیرھوین صدی عیسوی مین بھی یورپ مین موجود تھا۔ ٹائپ کی ابتدائی اختراع سنہ ۱۴۴۲ء مین ہوئی تھی۔

درمیانی ممالک کا امن روس اور باب عالی کے مقابل دعاوی سے اور بھی مخدوش ہوگیا۔ کیونکہ ۱۸۲۳ء کے معاہدہ تقسیم کی روسے دونون سلطنتون کی حدود کی تعیین کرنا مشکل امر تھا۔

چنانچہ احمد کے جانشین کے عہد کے شروع مین ہی یعنی ۱۸۳۱ء مین روس اور ٹرکی کے درمیانی علاقہ کبرطاس کے چرکس باشندون پر استحقاق حکومت کے متعلق سخت تنازعہ برپا ہوگیا تھا۔ یہ علاقہ بحیرہ اسود اور خضر کے درمیان مین وسط مین دریائے ترک کے قریب واقع ہے۔ روسیون نے دعوی کیا کہ یہ اون کا علاقہ ہے۔ دلیل یہ پیش کی کہ چرکس دراصل علاقہ یوکرین کے کاسک (قزاق) تھے۔ جو وہان سے روسی قصبہ ترکی کے قرب وجوار مین جا بسے۔ اور اس شہر کے نام سے اپنا نام ترکس یا چرکس رکھ لیا۔ وہان سے وہ کوہن کے قرب وجوار مین چلے گئے۔ مگر مذہب بدستور عیسائی رکھا اور زار کے مطیع رہے۔ اوس علاقہ مین کریمیا کے تاتاریون کے جبر وتشدد سے انہون نے اسلام قبول کر لیا۔ اور بجانب شرق کبرطاس کو چلے گئے۔ پس انکو برابر اپنے اصل بادشاہ کی رعیت اور اون کے علاقہ کو روسی علاقہ تصور کرنا چاہیئے۔ مگر ترک اس عجیب وغریب منطق سے قائل نہ ہوئے۔ جن کے پاس ایک بہت بڑی سند یعنی خود زار کا خط موجود تھا۔ جو اوس نے تنازعہ مذکور سے نو برس پہلو لکھا تھا اور اوس مین چرکسون پر سلطان کی حکومت کو تسلیم کیا تھا۔

ہوسپوڈار اور خاندان فنار یان

اسی سلطان کے عہد مین صوبجات ڈینوب کی حکومت مین اہم تبدیلی کی گئی اب تک بابعالی والیشیا اور مالڈیویا کے امراء مین سے ہی ان صوبون پر گورنر مقرر کرتا رہا تھا۔ ۱۷۱۱ء کے محاربہ روس کے بعد جس مین شاہزادہ کانٹمی مرتکب حرامی کر کے روسیون کے ساتھ مل گیا تھا۔ یہ دستور موقوف کر دیا گیا۔ اور قسطنطنیہ کے یونانیون مین سے ان صوبون کے گورنر مقرر کیئے جانیکا قاعدہ مقرر کیا گیا یہ لوگ عموماً متمول یونانی خاندانون مین سے منتخب کیئے جاتے تھے۔ یہ خاندان قسطنطنیہ کے محلہ فنار مین آباد ہین اور عیسائی رؤسا شمار ہوتے ہین۔

باب عالی ان لوگون کو اون کے عیسائی مذہب ہونیکے باوجود اکثر اہم صیغون مین اعلےٰ ذمہ داریون کے عہدون پر مامور کیا کرتا تھا۔ اور فی زمانا بھی اون پر مسلمان حکمران بدستور پورا اعتبار وبھروسہ کرتے ہین۔ یہ قاعدہ ۱۸۲۱ء تک جاری رہا۔ اس زمانہ کو جس مین یونانی وائسرائے ہوتے رہے۔ اہالی مالڈیویا اور والیشیا اپنی تاریخون مین زمانہ فنار یان لکھتے ہین۔ والیشی حکام کی بے ایمانی کا سیدھا سادہ اور موثر علاج وہی تھا جس پر پہلی جلد مین بحث ہو چکی ہے یعنی ان صوبون کو باقاعدہ ملحق کر کے اون مین بھی وہی نظم ونسق جاری کر دیا جاتا جو دیگر ترکی صوبون مین تھا۔ اور اون پر مسلمان گورنر مقرر کر دیئے جاتے۔ مگر پابندی عہود اوس وقت بھی مانع ہوئی۔ اور باب عالی کو مجبوراً عیسائی گورنر ہی مقرر کرنے پڑے۔ جن کی بے ایمانیون اور بیہودہ کارروائیون سے ٹرکی کو پہلو سے زیادہ نقصان اوٹھانے پڑے۔ ان نقصانات کے متعلق مناسب موقعہ پر مفصل تحریر کیا جاتا رہے گا۔

باب ہشتم (۸)

محمود اول۔ محاربہ ایران۔ طوپال عثمان۔ محاربہ وصلح ایران۔ نادر کی دور اندیشی اور نیک تجویز۔ پولنڈ کی حمایت مین فرانس کا لڑائی کرنا۔ روس اور آسٹریا کی حملہ آوری۔ کریمیا پر روسی فوجکشی۔ آسٹریا پر ترکون کی چیرہ دستی۔ فرانس کی ڈپلومیٹک کاروائی۔ عہد نامہ بلغراد۔ فرانس کا اقتدار۔ سویڈن سے عہد نامہ ۱۷۴۰ء کے امتیازات۔ محاربہ ایران۔ محاربہ وراثت تخت آسٹریا۔ ٹرکی کی صلح آمیز پالیسی اور حیادت۔ فرانس و ٹرکی۔ روسی اغتصاب صوبجات ڈینوب کے نئے گورنرونکی بداعمالیان۔ وہابیون کی ابتدا۔ سلطان محمود کی وفات۔ عثمان ثالث کا مختصر اور با امن عہد حکومت۔ فرانس کی پالیسی مین تغیر۔ مقامات متبرکہ و بیت المقدس۔

سلطان محمود کو باغیون اور نیز ارکانِ دولت نے بھی بادشاہ تسلیم کر لیا۔ مگر کئی ہفتون تک سلطنت کا واقعی فرمانروا باغیون کا گروہ تہا۔ پندرہ دن تک قسطنطنیہ مین چارون طرف ہرتال رہی۔ اور اس اثنا مین کئی باغ اور محل جو سابق سلطان نے یوروپین طرز پر بنوائے تھے۔ تباہ و مسمار کر دئیے گئے۔ چنانچہ جب نیا سلطان رسم شمشیر بندی کے لیئے مسجد ایوبیہ کو گیا۔ تو باغیون کا سرغنہ پٹرونا خلیل اوس کے ہمراہ تہا۔ اس دلیر ینگچری کے حکم سے کئی اہلکار اور عہدہ دار برطرف کیئے گئے۔ اور اوس کے حسب پسند نئے مقرر کئے گئے۔ اوس نے اپنی وضع بالکل نہ بدلی۔ اور وہ سلطان کے سامنے عام سپاہی کی وردی مین گھٹنون تک ننگا حاضر ہوتا رہا۔ ایک یونانی قصاب یاناکی نے اوسے پہلے کسی وقت تھوڑا سا قرضہ دیا تہا۔ اور بغاوت کے پہلے تین دنون مین بھی اوسکی مالی امداد کی تھی۔ پٹرونا نے اوسکے صلہ مین دیوان کو اوسے مالڈیویا کا ہوسپوڈار مقرر کرنے پر مجبور کیا۔ دوسرے باغی سرغنے بھی شورہ پشتی مین خلیل سے کچھ کم نہ تھے تھوڑے ہی دنون مین اونکی سینہ زوری اور تہور دانہ روش حد برداشت سے متجاوز ہو گئی۔ خان کریمیا قسطنطنیہ آیا ہوا تہا۔ اوسے بھی انہون نے معزول کر دینے کی دہمکی دی۔ یہ دہمکی اون کے حق مین مہلک ثابت ہوئی۔ ارکان دولت پہلے ہی انکی بیخکنی کی فکر مین تھے۔ خان کی اعانت سے اونکی طاقت مضبوط ہو گئی۔ اور وزیر اعظم مفتی اور آغائے ینگچریان گورنمنٹ کو اس ذلت بخش محکومی سے مخلصی دلانے مین کامیاب ہو گئے۔ دیوان کے جلسے کے بعد جس مین خلیل نے روس کے ساتھ اعلان جنگ کرنے پر بہت اصرار کیا تہا

سرغنہ مذکور کو خود سلطان کے سامنے قتل کر دیا گیا۔ بعد ازان اوس کے یونانی دوست یاناکی اور جن لوگون نے اوسکی امداد کی تھی اون مین سے بھی سات ہزار آدمیون کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ غرضکہ اکثر رشک و حسد کے باعث خلیل سے بگڑے ہوئے تھے۔ اونکی امداد سے سلطان کے طرفدارون نے باغیونکی جماعت کو جو بے سر ہو رہی تھی بآسانی تباہ و معدوم کر دیا۔ اور اسطرح سے دو مہینون کے بعد سلطنت کو اس بلا سے رہائی ملگئی۔ بعض ترکی مؤرخونکا بیان ہے کہ قبالوق وزیر اعظم نے باغیونکی بیخکنی مین نہایت سختی سے کام لیا۔ چہ مہینون کے عرصہ مین اس کے حکم سے پندرہ ہزار آدمی برسر بازار پھانسی دیئے گئے۔ یا گھرون مین قتل کیے گئے۔

محاربۂ ایران

نادر کے ہرات کی طرف چلے جانے سے ترکی فوجنے اپنی حالت پھر سنبھال لی تھی۔ اور اریوان سے نکلکر اسے چند خفیف سی فتوحات بھی حاصل ہو گئی تھین۔ نادر نے سلطان محمود کی تخت نشینی کی خبر پاکر اپنے بیٹے رضا قلی خان کو بطور سفیر قسطنطنیہ بھیجا۔ اور مطالبہ کیا۔ کہ بابعالی آذربائیجان کو خالی کر دے۔ طہماسپ نے بھی جلوس تخت پر سلطان کو تہنیت نامہ ارسال کیا۔ لیکن رضا قلی کی سفارت کا نتیجہ ابھی معلوم نہ ہوا تھا۔ اور نیز نادر ابھی تک ہرات کے محاصرہ مین ہی مصروف تھا۔ کہ شاہ مذکور نے درباریون کی خوشامد و تملق آمیز باتون مین آکر اریوان کو محاصرہ کیلئے پیشقدمی کر دی۔ مگر مین ہمدان کے قریب خوب گھمسان کی مگر مختصر سی لڑائی ہوئی۔ ترکی رسالون نے ایرانی رسالون کو تہ تیغ کر کے ایرانی فوج پیدل کے دونون بازوؤن پر دھاوا کر دیا جس سے اوسکی صفین پراگندہ و درہم برہم ہو گئین۔ اور وہ کل توپخانہ گولہ بارود اور سامان میدان مین چھوڑ کر فرار ہو گئی۔ اور اہالی ہمدان نے دوسرے دن فاتحین کی اطاعت قبول کر لی۔ اور محاربہ سابقہ میں سال گذشتہ مین نادر کی حذاقت و شہامت سے جو کچھ حاصل ہوا تھا۔ وہ طہماسپ کی شتابکاری اور کم عقلی سے ایک مہینہ مین ہاتھ سے نکل گیا۔ طہماسپ نے ایک ہی شکست کھا کر صلح کی التجا کر دی۔ اور ترکی مدبرین نے غالبًا اس خوف سے کہ کہین نادر مشرقی ایران سے نئی فوج لیکر نہ آنکلے۔ اس معاملہ مین زیادہ توقف نہ کر کے نرم شرائط پر صلح کر لی۔ اس معاہدہ پر۔ جو احمد پاشا والی بغداد کی وساطت سے ہوا تھا۔ ۱۰ جنوری ۱۷۳۲ء کو دستخط ہوئے۔ اس کی رو سے شمال مغربی علاقہ مین دریا ارس دونون سلطنتون مین حد فاصل قرار دیا گیا۔ یعنی داغستان۔ کرسلی۔ نخچیوان۔ اریوان اور تفلیس ترکون کے پاس رہے۔ اور تبریز۔ اردبیل۔ ہمدان اور کل لارستان ایران کو واپس ملگئے۔ البتہ ضلع کرمانشاہ مین سے پانچ محال احمد پاشا کے حسن وساطت کے صلہ مین اوس کے زیر حکومت صوبہ یعنی بغداد مین شامل رہنے دیئے گئے۔ اس معاہدہ سے نہ تو ترک خوش ہوئے نہ ایرانی۔ ان عظیم مراعات پر جن کی کنہ طہماسپ یا عوام ترکون کو معلوم نہ تھی۔ ٹرکی مین اس قدر عام ناراضگی پھیل گئی کہ سلطان کو مجبورًا اپنا وزیر اعظم اور شیخ الاسلام جو مصالحت کرنیپر سب سے زیادہ سرگرم اور مصر تھے۔ موقوف کر دینے پڑے۔ ایران مین ٹرکی سے زیادہ ناراضگی پھیل رہی تھی۔ جو اسوجہ سے اور بھی بڑھ گئی تھی کہ ایرانی اسیران جنگ کی رہائی کے متعلق معاہدہ مین کوئی ذکر نہین تھا۔ نادر کو جب اس معاملہ کی خبر پہونچی تو اوسے اس عام ناراضگی اور طہماسپ کی حماقت سے اپنے ارادہ کو جو وہ برسون سے دل مین چھپائے ہوئے تھا پورا کرنے کا عمدہ بہانہ ملگیا۔ اوس وقت وہ افغانون کی سرکوبی اور فتح ہرات سے فراغت پاچکا ہوا تھا۔

اوس نے جمیع اہالی ایران کے نام ایک فرمان اعلان کی صورت مین صادر کرکے اوسمین معاہدہ اور معاہدہ کنندہ پر سخت لعنت و ملامت کی۔ اور تحریر کیا کہ جبتک معاہدت کے رو سے ایران کی مملکت بزرگ رود ارس تک محدود ہو جائے۔ وہ معاہدہ نہین حماقت ہے۔ اور جس مصالحت سے اہالی ملک کا جم غفیر اعداء کے چنگل مین چھوڑ دیا گیا ہو بلکہ وہ مصالحت اعلانیہ دشمنی ہے۔ یہ معاہدہ حکم خدا اور محبت علی مرتضےٰ کے عین برخلاف ہے جن کے روضہ مبارک کے گرد فرشتے ہر وقت درگاہ باری مین مظلومون کے ہاتھ سے شیعان علیؓ کی رہائی اور مخلصی کیلئے التجا کرتے رہتے ہین"۔ اس کے ساتھ ہی ایک سفیر سلطان محمود کے پاس روانہ کیا۔ کہ یا تو ممالک ایران واپس کر دو یا لڑائی کے لیئے تیار ہو۔ ادہر احمد پاشا کو بھی اپنی فوجکشی کی خبر کہلا بھیجی۔ مملکت روس سے درنبولا اوس نے اس شرط پر صلح کرلی ہوئی تہی۔ کہ روسی تمام ایرانی مقبوضات کو چھوڑ دین۔ اس شرط کی ایفا کی نگرانی کے لیئے دو معتبر بحیرہ خضر کے مغربی علاقون مین بھیجکر خود اصفہان کا عازم ہوا۔ اور وہان پہونچکر طہماسپ کو سخت زجر و توبیخ اور لعن طعن کرنیکے بعد معزول کر دیا۔ اور اوس کے ایک ہشت ماہہ بیٹے کو عباس ثالث کے نام سے تخت نشین کرکے کل مہام سلطنت کو اپنے ہاتھ مین لیلیا +

طوبال عثمان

اس سے فارغ ہو کر نادر نے لشکر جرار سے بغداد پر فوجکشی کر دی۔ اوسے احمد پاشا کی قابلیت اور لیاقت کی خبر تھی۔ اور اس لیئے پوری تیاری کرکے گھر سے روانہ ہوا تہا۔ مگر ادہر باب عالی بھی غافل نہ تہا۔ اوس نے ایک لاکھ چیدہ فوج طوبال عثمان کے زیر کمان نادر کے مقابلہ کیلئے بھیجدی۔ نادر احمد پاشا کی فوجکو شکست پر شکست دیتا ہوا بغداد پہونچگیا۔ اور اوس کا محاصرہ شروع کر دیا۔ مگر طوبال عثمان کے قریب پہونچنے کی خبر ملنے پر بارہ ہزار فوج بغداد کے سامنے چھوڑ کر خود اوس کے مقابلہ کیلئے دریاے دجلہ کے کنارہ کنارہ روانہ ہو گیا۔ طوبال عثمان بغداد سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر موضع سامرہ کے قریب خیمہ زن تہا۔ فریقین مین مقام دجیل ایک سخت خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔ آخر آٹھ گھنٹون کی لڑائی کے بعد ایرانیون کے پانون اکھڑ گئے۔ اور نادر بھی زخمی ہو گیا۔ مگر اوسکی ہزیمت خوردہ فوج اپنے جرنیل کو ہمراہ لے جانے مین کامیاب ہو گئی۔ یہ لڑائی ۱۷ر جولائی ۱۷۳۳ء کو ہوئی۔ اہالی بغداد کو ابھی اس فتح کی خبر نہین پہونچی تھی کہ اونہون نے ایرانی فوج پر حملہ کرکے اوسے تتر بتر کر دیا۔

بقول ترکی مورخین اس محاربہ مین ایرانیون کے ساٹھ ہزار اور بقول ایرانی مورخ میرزا مہدی جس نے نادر کے حالات تحریر کیئے ۳۰ ہزار آدمی میدان جنگ مین تلف ہوئے۔

جنگ کی داستان کو کچھ دیر کیلئے الگ رکھ کر اس موقع پر طوبال عثمان کے مختصر حالات درج کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ اس نیک نہاد ترک کی تعریف مین عیسائی و مسلمان کل مورخ یکسان تر زبان ہین۔ گذشتہ صدی کا یہ نامور وزیر اعظم قابل فرزانہ

؎ چونکہ رعایا کو خاندان صفویہ کے برخلاف برانگیختہ کرکے اپنے ساتھ ملانا اور ترکون پر فوجکشی کرنا مقصود تہا۔ نادر اس وقت پکا شیعہ تہا لیکن جب طاقت مضبوط کرلی۔ اور خاندان صفویہ کا استیصال کر دیا۔ تو آپ سنت جماعت ہو گئے +

اور شجاع ہی نہیں بلکہ ایسا شریف الطبع، فیاض، حق شناس اور نیک طینت تہا کہ مرتے دم تک کسی کا احسان نہیں بہولتا تہا۔ ایک انگریز سیاح مسمی ہیفیوٹ نے بہی جسنے ۱۸۴۳ء اور ۱۸۴۵ء کے درمیان بلاد مشرق کی سیاحت کی تہی، اس کی سوانح عمری تحریر کی ہے جس کے دیباچہ مین وہ یہ تحریر کرتا ہے: "مین نے یہ کتاب محض اسلیئے لکہی ہے کہ ہم نیک نظیر سے مستفید ہون کیونکہ تاریخ کا سب بڑا فائدہ یہی تسلیم کیا گیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس داستان کے پڑہنے سے ہر شخص کو یہی خوشی حاصل ہوگی۔ ان وہ لوگ مستثنیٰ ہین جو احسانمندی کو ایک قسم کی نیک دہشت یا ایسی خوبی تصور کرتے ہین جو صرف چہوٹے دل والون مین پائی جاتی ہو اور انکا مقولہ ہے کہ کیونکہ یہ لوگ کمزور دل کے ہوتے ہین۔ اور انکی یہ کمزوری یعنی احسانمندی، اس قدر نشو و نما پا جاتی ہے کہ آخر خود غرضی اور خود بینی پر نہ ہی جس کی کل بنی آدم پرستش کرتے ہین، غالب آجاتی ہے۔"

عثمان موریہ مین پیدا ہوا اور قسطنطنیہ کے شاہی مدرسہ مین تعلیم پائی جب عیسائی بچون کے لینے کا رواج موقوف ہوا تہا۔ سرکاری ملازمت کو قابل بنانیکیلیئے ترک اپنے لڑکون کو عموماً اسی مدرسہ مین تعلیم دلایا کرتے تہے بتدریج ترقی پا کر اوس کی عمر مین وہ بگلر بیگ کے عہدہ پر پہونچ گیا۔ اور باب عالی کیطرف سے خاص سفارت پر مصر کے گورنر کی طرف بہیجا گیا۔ رستہ مین ہسپانوی قزاقون کے ایک جہاز نے اوس کے جہاز پر حملہ کیا۔ عثمان نے مردانگی سے مقابلہ کیا۔ مگر آخر قزاق غالب آگئے اور اوسکا جہاز پکڑ لیا گیا۔ لڑائی مین عثمان کو ایک ایسا سخت زخم پہونچا جس سے وہ ساری عمر کیلیئے لنگڑا ہو گیا۔ ترکی مین طوبال لنگڑے کو کہتے ہین تب سے اوسکا نام طوبال عثمان پڑ گیا۔ اندلسوی قزاق مال غنیمت مالٹا کو لیگئے جہان اندنون مارسیلز کا ایک فرنچ مسمی ونسنٹ ارناڈ حاکم بندر تہا۔ ارناڈ جہاز پر آکر قیدیون کو دیکہتا پہرتا تہا۔ جب وہ عثمان کے قریب آیا۔ تو عثمان نے اوسے مخاطب کرکے کہا "کیا تم فیاضی و جوانمردی کا کام کر سکتے ہو؟ مجھے زر فدیہ دیکر چہڑا لو۔ مین تمہین یقین دلاتا ہون کہ ایسا کرنے سے خسارہ مین نہ رہوگے" عثمان کی وجاہت اور قطع وضع سے ٹپک رہا تہا۔ کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہین ہے۔ ارناڈ کو اس کی گفتگو سے اس امر کا اور بہی یقین ہو گیا۔ اوس نے قزاقون کے کپتان سے جو ساتہ ہی تہا، دریافت کیا۔ اس اسیر کا فدیہ کیا لوگے۔ جواب ملا ایکہزار سیکون بعوض ہونڈ۔ اس پر فرنچ نے عثمان سے کہا "مین تمہاری نسبت کچہ نہین جانتا۔ کیا مین صرف تمہاری زبان پر اعتبار کرکے ایک ہزار سیکوئن کی جوکہم برداشت کر لون؟"

عثمان نے جواب دیا "ایک محض اجنبی کی زبان پر اعتبار نہ کرنے سے مین تمہین مطعون نہین کر سکتا۔ مگر ساتہ ہی مین اس وقت سوائے اپنے حلفیہ قول کے اور کچہ نہین دے سکتا۔ نہ مین اس امر کی کوئی دلیل پیش کر سکتا ہون کہ تمکو میرے قول پر اعتبار کر لینا چاہیے۔ تاہم مین تمہین یہ کہے دیتا ہون کہ اگر تمنے اس پر اعتبار کر لیا تو تمہین متاسف نہ ہونا پڑے گا۔" یہ ایک مشہور مثل ہے کہ دل را بدل رہ باشد۔ آرناڈ پر عثمان کی صاف بیانی اور مردانہ روش نے اپنا پورا اثر کر دیا۔ اوس نے زر فدیہ مین سے چار سو سیکون کم کرائے اور بقیہ سود کر عثمان کو رہا کرالیا۔ پہر اوسے ایک عمدہ مکان مین اوتار کر اوس کے زخمون کے مندمل ہونے تک مرہم پٹی کرتا رہا اور جب وہ صحتیاب ہو گیا۔ تو اوسے مصر پہونچوا دیا۔ عثمان نے قاہرہ پہونچکر ارناڈ کو ایکہزار سیکون بعوض زر فدیہ اور پانچسو کرون دجار

کرون کا ایک پونڈ) اور بیش قیمت مورتین جو بلاد مشرق مین سوغات تحفہ متصور ہوتی ہین بطور ہدیہ ارسال کرین چند برس کے بعد اہالی وینس سے صوبہ موریا کے پھر فتح کرنے مین نہایت ناموری حاصل کی۔ اور ۱۷۲۲ء مین صوبہ مذکور کا سر عسکر مقرر کر دیا گیا۔ اس عہدہ پر مامور ہوتے ہی اوس نے آنانادو کے بیٹے کو مدعو کیا۔ اور فایدہ بخش تجارت کی کئی ایسی مدین اوس کو اختیار مین دیدیے کہ اوس نے تھوڑے عرصہ مین زر کثیر جمع کر لیا۔ اور اوسے لیکر اپنے باپ کے پاس واپس گیا۔ ۱۷۲۷ء مین عثمان رومیلیا کا گورنر مقرر ہوا۔ اوس نے اپنے محسن اور اوس کے فرزند کو پھر مقام نسا مین جو اوسکی گورنمنٹ کا صدر مقام تہا۔ مدعو کیا۔ اور اونکی ایسی عزت و توقیر کی کہ پہلے کسی ترک نے کسی عیسائی کے ساتھ ایسا برتاؤ نہین کیا تہا۔ رخصت ہوتے وقت آنانادو نے مدحیہ اور نیز دعا کے طور پر یہ آرزو ظاہر کی مجھے امید ہے کہ مین قسطنطنیہ مین وزیر اعظم کی حیثیت سے تم سے ملاقات کرنے کے وقت تک زندہ رہونگا۔ جب ۱۷۳۱ء مین طوپال کو یہ منزلت بھی حاصل ہو گئی تو اوس نے آنانادو اور اوس کے فرزند کو پھر مدعو کیا اور کل اعلے اعیان سلطنت کے روبرو اون سے اپنے محل مین ملاقات کرتے وقت بڈھے آنانادو کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ "اس فرنچ کو دیکھو۔ ایک وقت مین قید فرنگ مین مجبور پابزنجیر۔ لہو مین تر اور زخمون سے چکنا چور ہو رہا تہا یہی وہ شخص ہے جسنے مجھے زر فدیہ دیکر بچایا۔ یہ شخص میرا آقا اور میرا محسن ہے جان و مال اور آزادی غرضکہ جو کچھ میرے پاس اس وقت موجود ہے۔ وہ سب اسی کی طفیل ہے۔ بغیر جاننے کے اوس نے میرے واسطے زر خطیر فدیہ مین دیا۔ اور محض میری زبان پر اعتبار کرکے مجھے رخصت کر دیا۔ اور مجھے ایک جہاز دیدیا کہ جہان چاہون مجھے پہونچا دے۔ عیسائی تو کجا۔ کیا مسلمانون مین بہی کوئی ایسا شخص ہے جو ایسی فیاضی دکھا سکے؟" یہ کہکر اوس نے باپ بیٹا دونون کے ہاتھ پکڑ لئے۔ اور خلوص دل اور شفقت و مہربانی کے ساتھ انسے اونکی خیر و عافیت پوچھی اور دنیاوی کاروبار کے متعلق دیگر سوالات کرتا رہا۔ اس پہلی ملاقات کے بعد اوس نے اون کو کئی مرتبہ پرائیویٹ ملاقاتون کا فخر بخشا جن مین وہ کسی طرح کے تکلف کے بغیر اس طرح ملتے رہے جیسے دوست دوست ملتے ہین۔ اور واپسی کے وقت اون کو بیش بہا تحائف و ہدایا سے لاد دیا۔ ہیمنوے وزیر کے اس اظہار شکر و امتنان پر حسب ذیل برجستہ ریمارک کرتا ہے:-

"اوس کا طریق عمل فی الحقیقت نہایت ہی شریفانہ اور بے نظیر تہا۔ اوس کے ہر فعل سے صاف ظاہر ہو جاتا تہا کہ اوس کا دل تصنع اور بناوٹ سے اعلے و ارفع ہے۔ اوس کا یہ برتاؤ بالخصوص اور بھی زیادہ شریفانہ تہا کیونکہ علاوہ اس کے کہ عموماً ترکون کے دلون مین عیسائیون کی طرف سے تعلیمی تعصبات کی وجہ سے حقارت اور تنفر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وزیر نے خود کو اوس سے ارفع و بلند ثابت کیا۔ مزید قابل غور یہ امر ہے کہ اوس نے یہ اقبال اپنے کل درباریون کے سامنے کیا تہا اور اس سے اوسکی طبعی شرافت کی پوری کیفیت معلوم ہو رہی ہے"

۱۷۳۲ء مین جب عثمان وزارت سے الگ کر دیا گیا۔ تو اوس کے دوست احباب اور متوسلین کو سخت رنج و افسوس ہوا۔ مگر طوپال نے اسکی کچھ پروا نہ کی۔ اور خاص قابل ذکر یہ امر ہے کہ اوسکی یہ لاپروائی عام عقیدہ تقدیر و توکل ہی کی وجہ سے نہ تہی بلکہ اس سے زیادہ شاندار خیال پر مبنی تہی۔ اوس نے اپنے کل اقربا اور احباب کو جمع کرکے حسب ذیل خطاب کیا "تم کیون رنج و اندوہ مین

مبتلا ہو۔ کیا مین ہمیشہ تمہین نہین کہتا رہا تہا کہ کل عہدون سے وزارت عظمی کے عہدہ کی میعاد سب سے کم ہوتی ہے مجہو ہمیشہ اس بات کا خیال رہتا تہا کہ مین عزت و آبرو کے ساتھ اس عہدہ کو چہوڑ دون۔ اور خدا کا شکر ہے کہ مین نے کوئی ایسا کام نہین کیا جسکی وجہ سے مین اپنے تئین ملامت کرون۔ میرا آقا سلطان المعظم میری خدمات سے خوش ہے۔ اور مین بالتسرت تمام مستعفی ہوا ہون۔ اسکے بعد اوس نے خدا کا شکر بجا لائے جانیکا حکم دیا۔ گو یا کہ یہ امر اوسکی زندگی کے نہایت ہی مبارک واقعات مین سے تہا۔

محاربہ ایران و معاہدہ صلح۔ نادر شاہ کی دور اندیشی اور نیک تجویز

مگر طوپال کو عزلت نشین ہوئے زیادہ عرصہ نہ ہوا تہا کہ نادر کی خونخواری سے بابعالی کو اوسکی خدمات کی پہر ضرورت پڑ گئی اور اوسے کامل اختیارات دیکر ترکی افواج مقیمہ ایشیا کا سپہ سالار بنا دیا گیا۔ جہان اوس نے متذکرہ صدر فاش شکست فاتح خراسان و ایران و افغانستان و ہند کو دی۔ فرنچ ڈاکٹر جین نکودمی نے جو بہ حیثیت طبیب عثمان کے ہمراہ گیا تہا۔ اس لڑائی کے حالات فرانس کے مارکوئس ویل نووی کو تحریر کرتے وقت عثمان کے ذاتی اوصاف کی کمال تعریف کی ہے۔ اور اوسکی تحریر سے انگریز سیاح ہین وے کے بیانات کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔ وہ لکہتا ہے کہ:۔

یہ عثمان کی ذات مین کبر و نخوت نام کو نہ تہا۔ وہ اپنے سپاہیون سے برادرانہ برتاؤ کرتا۔ اوس کے ماتحت جس قدر فوج تہی سب کو اس سے دلی محبت تہی۔ اوس نے اپنی سپاہ کی نقل و حرکت مین نہایت قابلیت سے اور معرکہ مین اوسی باحسن طریق قابو مین رکہکر اوس سے قابل تعریف مہارت اور لیاقت سے کام لیا۔ لڑائی کے دن وہ نماز سے فارغ ہو کر پشت توسن پر سوار ہوا۔ اوس دن سے پہلے پرانے زخمون کی درد کہنہ کے تازہ ہو جانے اور علیل ہونے کی وجہ سے وہ کل محاربہ مین گہوڑے پر سوار نہ ہوا تہا۔ اور تخت رون پر سواری کرتا رہا تہا۔ اوس دن جو طاقت و ہمت اوس نے ظاہر کی اوسکی وجہ مین اس کے سوا اور کچہ نہین بتا سکتا کہ اوسے اوسکو جنگی ولولہ و شوق اور اوس آتش تیز سے جو اوس کے سینہ مین مشتعل تہی منسوب کرون۔ مین نے اپنے سامنے ایک ایسے شخص کو گہوڑے پر سوار ہوتے دیکہا جسکی کمر ضعف اور تلوار اور بندوق کے بیشمار زخمون سے جن مین سے اکثر کا علاج اس کے اطبا نے درست طور پر نہین کیا تہا خمیدہ ہو رہی ہے تہوڑی ہی دیر مین مینے اوسی شخص کو نوجوانون کیطرح شمشیر بدست گہوڑے کو ادہر اُدہر دوڑاتے دیکہا اوس کا چہرہ خوشی سے سرخ اور آنکہین مشتعل ہو رہی تہین۔ اوس نے صف بہ صف پہر کر سب کو اپنی آنکہ سے دیکہا۔ اور کل احکام قابل تعریف مستعدی اور استقلال سے دیتا رہا۔

اس فتح سے چند دن بعد اوسنے ایرانی فوج کے ایک اور دستہ کو بمقام لیتان شکست فاش دی۔ مگر تیسری لڑائی مین ترکی کی قسمت کا پانسہ پلٹ گیا۔ نادر اور اوسکی فوج نے شکست کہاکر ہمدان کے صحرا مین جا دم لیا۔ جہان پہونچکر وہ اپنی منتشر فوج کو جمع کرنے مین کامیاب ہو گیا۔ اس شکست کے بعد نادر نے جس بے نظیر تدبر و ہمت سے کام لیا پہلے کبہی اوس سے ویسا ظہور مین نہ آیا تہا۔ اوس نے فوج کو ملامت کرنے کے عوض تحسین کی۔ اور تشنیع و تذلیل کی بجائے اونکی خاطر و مدارات کی۔ اور نقد و جنس اور

حیوانات کی قسم سے جس قدر اہل فوجکو نقصان پہنچا تہا اوس سے دگنا اون کو اپنے پاس سے عطا کر دیا۔ اور اسطرح احسان و تقویت سے اون کو دشمن سے عوض لینے کی تحریک و ترغیب دی۔ اس کارروائی سے نادر کی شہرت اور بھی زیادہ ہو گئی۔ اور کل اطراف ایران سے لوگ جوق در جوق جمع ہونے شروع ہو گئے۔ چنانچہ ابہی تین مہینے نہ گذرے تہے کہ پہلے سے زیادہ فوج لیکر وہ بغداد پر حملہ آور ہو گیا۔ ادہر طوپال کی فتح کی خبر جب قسطنطنیہ پہونچی۔ تو وزرا نے حسد و رشک سے جل بہن کر کمک اور سامان حرب و ضرب حتیٰ کہ فوجکی تنخواہ بہیجنے مین بہی توقف کر دیا۔ تاہم طوپال عثمان نے نادر کی پیشقدمی کو روکنے کیلیے سعی بلیغ کی اور فوج سواران کا ایک زبردست دستہ بطور ہراول آگے بہیجدیا۔ فریقین مین بغداد اور مواخی کندی کے درمیان مقام کرکوک کے قریب مقابلہ ہوا۔ ترکی فوج ہراول شکست کہاکر پیچہے ہٹ آئی۔ اوسے دیکھکر دوسری فوج بہی شکستہ دل ہو گئی اور ترک میدان جنگ سے بہاگ گئے۔ بہادر طوپال آخری وقت تک شمشیر بدست دشمن سے مقابلہ کرتا رہا۔ اوس نے بہاگنے کی ذلت پر موت کو ترجیح دی۔ اور بہادرون[1] کی موت مرا۔ اوس کے چند خدام اوسکی لاش کو میدان جنگ سے اوٹہا لیگئے جو بعد مین قسطنطنیہ لاکر دفن کر دیگئی۔

اس کے بعد نادر نے بغداد کی طرف رخ کیا۔ مگر رستہ مین محمد خان بلوچ کی بغاوت کی خبر سننے پر حسب اقتضائے وقت احمد پاشا والیٔ بغداد سے صلح کرکے فارس کو لوٹ گیا۔ ابہی اس فتنہ کے انطفا سے فارغ نہ ہوا تہا جو اوسے خبر ملی کہ بابعالی نے احمد پاشا کے معاہدہ کو قبول کرنیسے انکار کرکے عبداللہ پاشا والیٔ مصر کو فوج بیکران دیکر اور پورا اختیار دیکر ایران کی سرحد پر روانہ کیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ بلاد آرمینیا اور گرجستان کیطرف چل پڑا۔ اور دریا آرس پر پل ڈالکر تفلس، گنجہ اور اریوان کا ایک ہی وقت محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ پاشا قارص کے قریب مقیم تہا۔ اور اوس نے اپنے کیمپ کو مورچون و خندقون وغیرہ سے خوب مستحکم کر لیا ہوا تہا۔ نادر نے ایسے محفوظ مقام پر حملہ کرنا مناسب نہ سمجہا۔ اور عبداللہ کو اس سے باہر نکالنے کیلیے متذکرہ صدر شہرون کا محاصرہ کر لیا۔ نادر کا قیاس درست ثابت ہوا۔ ترکی سپہ سالار محاصرون کی خبر سنتے ہی اونکی کمک کو روانہ ہو گیا۔ مگر ابہی رستہ مین ہی تہا۔ کہ نادر بہی پیشقدمی کرکے نصف راہ مین اسکے مقابل پہونچگیا۔ اور صاف میدان مین دونون فوجین صف آرا ہو گئین۔ ترکی فوج مین بقول میرزا مہدی ساٹھ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادہ تہے۔ اور نادر کے پاس اس سے آٹہوان حصہ فوج تہی مگر ایک تو اوس نے جوش دلانیوالی تقریرون اور نیز اپنے خواب سنا سنا کر فوجکے حوصلے بڑہا دیئے ہوئے تہے۔ دوسری لڑائی کے شروع ہی مین ایک ایرانی سپاہی رستم نام ترکی سپہ سالار کا سر کاٹ کر نادر کے پاس لیگیا جس نے اوسے نیزہ پر بلند کرنے کا حکم دیا۔ اوسے دیکہتے ہی ترکون کے قدم متزلزل ہو گئے۔ اور وہ میدان جنگ سے بہاگ گئے۔ اس فتح کے بعد نادر نے گنجہ و تفلس بآسانی فتح کر لیے۔ ان متواتر زکون سے تنگ آکر بابعالی نے مصالحت کا نامہ و پیام شروع کر دیا۔ نادر نے اس دوران مین ٹرکی کا روس سے بگاڑ کرا دیا تہا۔ روس نے ۱۷۳۵ء مین تمام ایرانی علاقے خالی کرکے نادر سے صلح کر لی تہی۔ لوز خان کریمیا

[1] میرزا مہدی مورخ وقائع نادری کا بیان ہے کہ نادر نے لاش کو ادب و احترام سے سلطانی لشکر مین بہجوا دیا تہا۔ مؤلف۔

جب ایرانیون کے برخلاف ترکی فوج کی مدد کیلیے شمالی ایران کیطرف علاقہ کبرطاس سے گذرنے لگا تہا۔ تو روسیون نے مقابلہ کرکے اوس کو پیچہے ہٹ جانے پر مجبور کردیا تہا۔ مگر روسی محاربہ کا ذکر آگے کیا جائیگا۔ روس کیساتھ ترکی کی لڑائی شروع ہوجانیسے۔ نادر کو ترکون کے برخلاف مزید کارروائی کرنیکا خوب موقعہ ملگیا تہا۔ مگر اب اوس کے خیالات دوسری طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ شیر خوار شاہ عباس ثالث فوت ہوگیا تہا۔ اور اوس نے زیادہ دیر تک پردہ داری قایم رکہنا فضول سمجہکر اب کامل طور پر شاہ ایران بننے کا فیصلہ کرلیا تہا۔ نیز وہ اب اس مصلحت سے سنت الجماعت کی طاقت کو بھی کمزور نہین کرنا چاہتا تہا کہ کہین اہل ایران شیعہ خاندان صفویہ کی حمایت مین کھڑے ہوکر اُسے نقصان نہ پہنچاوین۔ اوس نے بامعالی سے صلح کرلی۔ اور عہدنامہ پر ماہ ستمبر ۱۷۳۶ء فریقین کے دستخط ہوگئے۔ جس کی روسے دونون سلطنتون مین وہی سرحد قائم کیگئی۔ جو ۱۶۳۹ء کے عہدنامہ کی روسے سلطان مراد چہارم کے عہد مین کیگئی تہی۔ اور اسطرح سے ترکون کو تصرف سے بھی فارس۔ ایریوان وغیرہ وہ کل ایرانی علاقے جو بروئے معاہدہ تقسیم ان کو حصہ مین آئے تھے۔ نکل گئے۔ احمد پاشا والیٔ بغداد کے ساتھ بھی اسی شرط پر معاہدہ ہوا تہا۔ جدید معاہدہ مین نادر نے کمال دور اندیشی سے کام لیکر اسلام کے دونون بڑے۔ فرقون کو متفق و متحد کرنیکے لیے چند بنیادی شرائط بھی درج کرادی تہین۔ اس اتفاق کو جسطرح سے وہ پیدا کرنا چاہتا تہا[1]۔ اوسکی توضیح اوس نے مجمع مین تخت نشینی کے وقت بالتفصیل کردی۔ مگر افسوس

[1] تاریخ ملکم مین اس کے متعلق حسب ذیل مرقوم ہے۔ "درین اوقات نادر دید وقت آنست کہ پردہ از روے کار برگیرد۔ خبر فوت عباس بن طہماسب طفلیکہ بسلطنت برداشتہ بود۔ ہمدرین اوقات رسید۔ چون رسم متداول سلاطین ایران است کہ ہرسال در ہنگامیکہ خورشید بہ نقطہ تقاطع ربیعی آید آنروز را عید کنند۔ و جہت اجرائے مراسم ہمہ اعیان و صنادید مملکت بدربار حاضر گردند۔ نادر فرمانے باحضار جمیع صاحب منصبان ملکی و لشکری و انتا قاضی و ادانی صادر کردہ فرمان داد تا در روز مزبور بجہت اجرائے مراسم عید در جولکہ مغان جمع شوند۔ و ہمچنین فرمود تا عمارات عالیہ بجہت عجالۂ وقت کہ امرا و منزل کنند برپا نمایند۔ و آنچہ اسباب لوازم رفاہ و عیش و عشرت است بوضع ملوکانہ مہیا دارند۔ آوردہ اند کہ جمعیت از صد ہزار متجاوز بود۔ اگر لشکریان نیز داخل این عدد باشند۔ شاید اغراق نباشد۔ چون مردم جمع شدند در روز جمیع عید باحضار روئسا فرمان دادہ چنانچہ میرزا مہدی گوید ایشانرا مخاطب ساخت و گفت شاہ طہماسب و شاہ عباس ہردو بادشاہ و بادشاہزادہ در مہد و سریر موجود اند ایشانرا یا ہرکس کہ برازندہ افسر سروری دانند بریاست و سلطنت بردارید۔ من آنچہ حق کوشش بود بجا آوردم و مملکت را از دست افغان و روم و روس خلاص کردم۔ مردم ہمہ باتفاق گفتند کہ بادشاہی حق کسی است کہ مملکت را از دست اعدا خلاص کردہ و فقط ہم او تواند کہ حفظ کند۔ نادر ابا کردہ سوگند یاد کرد کہ ہرگز اندیشہ سلطنت ایران در خاطرش خطور نکردہ است۔ و تا یکماہ بر روز این مطلب درمیان بود و اصرار امتناع طرفین صورت از دیاد میگرفت۔ تا این کہ بالآخرہ نادر مسئول مردم را باجابت مقرون داشت و در وقتے علی الظاہر سر رضا جنبیدہ گفت کہ از زمان رحلت حضرت رسالت پناہی چہار خلیفہ بعد از یک دیگر مشغول امر خلافت شدہ اند۔ شاہ اسمعیل صفوی این مذہب را متروک و مذہب تشیع را شائع و مسلوک داشت۔ و از وقتیکہ مذہب شیعہ شائع شدہ است در ایران ہمیشہ فتنہ بودہ است۔ ہرگاہ اہالی ایران بسلطنت ما راغب و آسائش خود را طالب باشند باید این مذہب را متروک و بمذہب اہلسنت سالک شوند۔ ولے چون

اوسے اس مدعا مین کامیابی نہوئی۔ البتہ یہ ہوگیا کہ اوس کے عہد مین شیعہ اور سنیون کے نفاق و عداوت باہمی مین معتدبہ تخفیف ہوگئی۔ اور پھر بعد ازان کبھی ان دونون فرقون کو شمشیر بدست ایک دوسرے کے مقابل نہین نکلنا پڑا۔ لیکن اگر نادر کا منشار پورا ہو جاتا اور عملی مخالفت کے ساتھ ہی دلی کدورت باہمی تنافر اور کراہیت کی بیخکنی ہو جاتی۔ تو غالباً مسلمان اس انیسوین صدی اور اس سے پہلی صدی کے نصف مین اس قدر ذلیل و کمزور اور پامال نہونے پاتے۔ اب کچھ عرصے سے پھر اتحاد کی تحریک ہو رہی ہے اور زیادہ خوشی کا یہ مقام ہے کہ شاہ ایران و خلیفۃ المسلمین کے پولیٹیکل اتحاد یا دوستی کے علاوہ خود کئی محب قوم و ملت شیعہ علما اس معاملہ مین سعی کرنیکا ارادہ کر رہے ہین۔ جو خدا کرے کہ اپنے نیک ارادہ مین پوری طرح سے کامیاب ہون۔ اور اگر یہ مدعا حاصل ہوگیا تو نادر کی ناکامی کا تمام رنج و افسوس دور ہو جائیگا۔ انگریزی کی ایک مثل ہو کہ نہ ہونے سے دیر کرکے ہونا بہتر ہے۔ گذشتہ ڈیڑہ صدی کے نقصانات ہی سے اگر دونون فرقون کو نفاق کی مضرتین معلوم ہو جائین۔ تو وہ نقصان قابل افسوس نہین۔ بلکہ موجب شکر سمجھے جائین۔

پولنڈ و فرانس ٹرکی یا ایران کے محاربہ سے ابھی نیم فارغ ہی ہوئی تھی کہ دربار سینٹ پیٹرزبرگ نے جو چند برسون سے بالعموم ٹرکی کے ساتھ چھیڑ خانی کر رہا اور پولنڈ مین بھی معاہدون کے برخلاف فوجی مداخلت کرتا رہا تھا ترکون سے کہ جو تلوار سے بہت کچھ کمزور ہو گئے تھے۔ علانیہ لڑائی کرنے کا عزم کر لیا مگر اس سے پہلے شمالی یورپ کی ایماندار عیسائی طاقت کی اس کارروائی کا جو اوس نے پولنڈ مین کی مجمل ذکر کر دینا ضروری ہے۔ پولنڈ کی حالت دو صدیون کی خانہ جنگیون سے ایسی خراب ہو رہی تھی کہ اوسکی بربادی مین کوئی شبہ نہین باقی رہ گیا تھا کل یورپ مین ترکون کے سوا رجواس کا قیام محض اسی وجہ سے چاہتے تھے جس وجہ سے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱) چون امام جعفر از ذریہ رسول و عند الناس ممدوح و مقبول است و این مذہب خود ساختہ مردم ہمہ باین تغیر راضی شدند و فرمان نیا در شد کہ این مطلب را گوشزد جمیع الناس نمایند یسپس نادر گفت کہ صورت واقع را بسلطان اسلامبول انہا کردہ و از او خواہم خواہش نمایم کہ بتقویت مذہب جعفری اذعان کرده آنرا از افتراق باہم شمارد و چنانکہ چہار رکن در حرم بجہت نماز چہار مذہب معین است رکنی ہم بجہت این شیعہ جعفری از مذہب حق مقرر شود و سد (مؤلف)۔

لہ پیٹر کے بعد دو برس اوسکی قیصرہ کیتھرائن حکمران رہی اور اوس کے بعد پیٹر کا پوتا یعنی مقتول شاہزادہ الیکسس کا بیٹا پیٹر ثانی تخت نشین ہوا۔ مگر تین برس کے بعد ۱۷۳۰ء مین اوسے معزول کرکے پیٹر کے بڑے بھائی ایوان پنجم کی لڑکی اینی ڈچس آف کورلنڈ کو قیصرہ بنایا گیا۔ وہ ۱۷۴۰ء مین فوت ہوئی۔ اور اپنے معصوم بھتیجے شاہزادہ برنزوک ولفن بٹیل (جرمنی کی ریاست) کو ایوان ششم کے نام سے جو صرف تین مہینون کا تھا اپنے معشوق ڈیوک بیرن کی ولایت مین اپنا جانشین مقرر کر گئی۔ مگر پیٹر اول کی بیٹی ایلزبتھ ۱۷۴۱ء مین اوسے برطرف کر کے خود تخت نشین ہوگئی۔ ایوان ششم ۱۷۶۴ء مین قید خانہ مین ہلاک کر ڈالا گیا تھا۔ ایلزبتھ جو عاشق مزاجی مین اپنے خاندان کی کسی ملکہ سے کم نہ تھی جنوری ۱۷۶۲ء مین فوت ہوئی۔ اور اوسکی بہن کا بیٹا پیٹر سوم کے نام سے تخت نشین ہوا۔ مگر چند مہینون کے بعد ہی اوسکی بیوی کیتھرائن اوسے قتل کرا کر تخت پر بیٹھ گئی۔ ان روسی فرمانروائیون کے چال چلن اور پولیٹیکل کارروائیون کا موقعہ بموقعہ متن مین مفصل ذکر درج ہے اس جگہ بالاختصار انکی فہرست دیدی گئی ہے۔ (مؤلف)۔

آج انگلستان ایشیا میں افغانستان و سیام کا چاہتا ہے (یعنی اسلئے کہ وہ روس و فرانس کے برخلاف بفر سٹیٹ اور حد فاصل کا کام دیتے رہیں) صرف ایک سلطنت فرانس کی بھی یہی خواہش تھی کیونکہ اس قوم میں گو لاکھ برائیاں ہوں مگر وہ بالعموم کمزور اور ضعیف کی امداد و اعانت سے دریغ نہیں کرتی۔ اس قومی وصف کے علاوہ مدبرین فرانس اور بھی کئی وجوہات سے جو پولیٹیکل تھیں اور جن کا یہ پہلو ذکر ہو چکا ہے۔ پولینڈ کی سلامتی کے خواہاں تھے۔ ۱۷۲۵ء میں لوئی پانزدہم نے سٹانس لاس لسزنسکی معزول شاہ پولینڈ کی بیٹی میری سے شادی کر لی۔ اس سے فرانس کا پول قوم سے اور گہرا تعلق ہو گیا۔ سٹانسلاس کا مفصل ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے آسٹریا، روس اور پرشیا کو اس جدید تعلق سے اپنے غاصبانہ ارادوں کی تکمیل نہ ہو سکنے کا اندیشہ ہو گیا۔ اون کو یہ بھی یقین تھا کہ آگسٹس ثانی کے مرنیکے بعد جسے پیٹر اعظم نے سٹانسلاس کو ہٹا کر شاہ پولینڈ بنایا تھا۔ اہالی پولینڈ باغلب وجوہ اپنے میں سے کسی کو بادشاہ بنا کر اپنی طاقت مضبوط کرنے کی کوشش کرینگے۔ اسکے انسداد کیلئے ان تینوں ملکوں نے ۱۷۳۲ء میں خفیہ معاہدہ کر کے باہمی قول اقرار کیا کہ پولینڈ پر کسیطرح فرانس کا اقتدار نہ ہونے دیا جائیگا۔ اس معاہدہ کو پولینڈ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی تجاویز کی بنیاد کہا جا سکتا ہے۔

آگسٹس ۱۷۳۳ء میں مر گیا اور امرائے پولینڈ نے معزول سٹانسلاس کو پھر اپنا بادشاہ منتخب کیا۔ مگر روس و آسٹریا نے دو جرار فوجیں بھیجکر آگسٹس کے بیٹے کو تخت پر بٹھا دیا۔[۱] شاہ فرانس نے اپنے خسر کی حمایت میں آسٹریا و روس کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا۔[۲] اور نیز بابعالی کو کہلا بھیجا کہ اسے بھی روس کے ساتھ جنگ شروع کر دینا چاہیے۔ کیونکہ معاہدات خاکسن اور قسطنطنیہ کی روسے پولینڈ ٹرکی کی حمایت میں ہے اور روس نے اوسکی کچھ پروا نہ کر کے وہاں مداخلت کر دی ہے۔ مارکوئیس ڈاندریزل کے بعد مارکوئیس ویل نوو فرنچ سفیر مقرر ہوا تھا۔ یہ سفیر نہایت قابل مستعد اور معاملہ فہم ڈپلومیٹ تھا۔ اوس نے وزیر اعظم سے کئی ملاقاتیں کر کے سویڈن اور پولینڈ سے اتحاد کرنیکی ضرورت بالوضاحت ثابت کی۔ اور کہا کہ ان دونوں کے برباد ہو جانے سے ٹرکی کیلئے بھی کچھ کم خطرات پیدا نہیں ہو جائینگے۔ صدر اعظم پر اوسکی صراحات کا اثر ہو گیا۔ اوس نے روسی فوجکے داخلہ پر دربار روس و دربار آسٹریا کو اعتراضی مراسلات لکھکر معاہدہ قسطنطنیہ کی تعمیل کا سختی کے ساتھ مطالبہ کیا۔ مگر ان اعتراضوں اور دھمکیوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اسیطرح ایکسال گذر گیا۔ اور بابعالی نے اعلان جنگ درکنار محاربہ کیلئے فوج تک بھی جمع کرنے کا انتظام نہ کیا۔ اوسکی کل توجہ محاربہ ایران پر منعطف تھی۔ علاوہ بریں شاید ترکی وزرا، جیسا کہ کریسی صاحب کا خیال ہے عیسائی سلطنتوں سے لڑائی کرنے سے اب کسی قدر ہچکچاتے بھی تھے۔ اسپر فرنچ سفیر بابعالی کو بیدار کرنیکے لئے اور چال چلا۔ اوس نے ایک ہنگرین امیر مسمی بیرن ڈی ٹاٹ کو جو فرانس میں پناہ گزین ہو گیا تھا۔ روسیوں کے جانی دشمن خان کریمیا کے پاس بھیجدیا۔ بیرن مذکور باخبر اور ہوشیار آدمی تھا۔ اوس نے خان کو ترغیب دی کہ روس سے بطور سابق خراج لینے کیلئے یوکرین پر حملہ کر دے۔ خان نے فوراً اوسکے ساتھ متفق الرائے ہو کر علانیہ کہدیا کہ روس کو پولینڈ سے کاٹنے کیلئے اوسے اپنی جان و مال سے بھی دریغ نہیں۔ مگر ادہر آگسٹس ثالث بابعالی میں اندھا دھند روپیہ خرچ کر رہا تھا جس سے نہ صرف اعلان جنگ ہی بدستور معرض التوا میں رہا۔ بلکہ تاتاریوں کو بھی یوکرین میں داخل ہونے کی ممانعت کر دیگئی۔ اس سے روس کو خالی میدان ملگیا۔

---

۱ یہ جرمن تھا اور پہلے بویریا کا حاکم تھا ۲ یہ لڑائی محاربہ وراثت تخت پولینڈ کے نام سے مشہور ہے۔ (مولف)

اور وہ شانسلاس کو وہان سے نکال کر جزو وکل کا مالک ہو گیا۔ فرانس نے آسٹریا کے ساتھ اور زیادہ تیزی سے لڑائی شروع کر دی۔ اور باب عالی کو پھر روس پر حملہ کرنے کے لیئے کہا۔ اور ساتھ ہی یہ بہی خبر کر دی کہ تمہارا دشمن آذاف کے محاصرہ کی تیاریان کر رہا ہے۔

دیوان نے اس پر بہی کروٹ نہ بدلی۔ اور دربار فرانس نے آخری چارہ یہ اختیار کیا کہ فریخ نو مسلم کونٹ ڈی بانی وال کو جس کا اسلامی نام احمد[1] پاشا تہا۔ اپنے ساتھ گانٹھا۔ جو چودہ برس سے باب عالی کی خارجیہ پالیسی متعلق بہ دول یوروپ کی نبض دیکھ رہا تہا۔ پہلو کئی برس وہ فرانس کی بری و بحری فوجمین خدمت کرتا رہا۔ پھر وطن کو چھوڑ کر فرانس کے دشمن قیصر جرمنی کا ملازم ہو گیا۔ مگر جلد اس سے بہی بیزار ہو کر ٹرکی چلا گیا۔ جہان انہو اسلام اختیار کر لیا۔ اور کچھ عرصہ بعد دو دمون والے جھنڈے کا پاشا اور توپ خانہ کا جنرل بنگیا۔ اوس نے فوج کے ایک دستہ کو یوروپین طریق پر قواعد دان بنایا۔ اور کل فوج کی اسطرح اصلاح کرنے کی کوشش کر رہا تہا۔ کہ سلطان کو ینگچریون کے بگڑ جانیکا خوف ہو گیا۔ اور اوسے روک دیا گیا۔ اوس نے باب عالی کو یوروپین پالیسی کے تمام اسرار و نکات سے واقف کر دیا۔ اور سلطان کی خدمت مین ایک طویل عرضداشت پیش کر کے ٹرکی کے دائمی اغراض اوس پر واضح کر دیئے۔ اور ساتھ ہی یہ بہی بتا دیا۔ کہ ان وسائل سے ٹرکی آسٹریا کے ساتھ بکامیابی جنگ جاری رکھہ سکتی ہے۔ جو آسٹریا کا جانی دشمن ہو گیا تہا۔ اور ممکن ہے وہ اس لئے بہی فرانس کا معاون ہو گیا ہو۔ کہ اس معاملہ مین خدمت کر نیسے شاید دربار فرانس اسکی سابقہ تقصیرات کو معاف کر دے۔ مگر ساتھ ہی وہ فریخ سفارت سے سخت رشک اہانا تہا۔ اور چاہتا تہا۔ کہ کل نامہ و پیام اوسی کی وساطت سے ہو۔ مزید برآن وہ کارڈنیل فلوری[2] کے احکام سے بہی اکثر تجاوز کر جاتا تہا۔ اس لئے دانخالیکہ وہ ٹرکی کو فرانس کا طرفدار اور آسٹریا اور روس کا مخالف بنانیکی کوشش کرتا رہا۔ اوسکی مساعی ٹرکی اور فرانس دونون کے حق مین مضر ثابت ہوتی رہین فلوری بہی اسبارہ مین الزام سے نہین بچ سکتا تہا۔ اوسکی خارجیہ پالیسی دلیرانہ نہ تہی۔ وہ ہر معاملہ مین خواہ مناسب ہو یا نہ ہو۔ پہونک پہونک کر قدم دہرتا تہا۔ اس مسئلہ پولینڈ مین بہی اس کا یہی طریق عمل رہا۔ ایک طرف تو اوسکی یہ خواہش تہی کہ ٹرکی بہی آسٹریا اور روس پر حملہ آور ہو کر اوس لڑائی مین جو وہ آسٹریا کے ساتھ کر رہا تہا۔ اوس کا ہاتھ بٹائے۔ اور دوسری طرف وہ اس خوف سے کہ انگلستان آسٹریا کے ساتھ شامل نہ ہو جائے۔ ٹرکی کو ساتھ باقاعدہ جارحانہ اور مدافعانہ اتحاد کرنیسے گریز کرتا تہا۔ اوس نے یہ نہ سوچا کہ کوئی جامد و دائم اسی نیم دلی کی پالیسی سے کس قدر متواتر نقصان اٹھاتا رہا تہا۔ مزید برآن اب پولیٹیکل سٹیج پر روس کے نمودار ہو جانے سے نقشہ

---

[1] فرانس کے قصبہ لوسن میں ۱۶۷۵ء کو پیدا ہوا۔ اور قسطنطنیہ میں ۱۷۴۷ء کو فوت ہوا۔ اس کا پورا عیسائی نام الگزینڈر کلاڈ ڈی بونی وال تہا۔ (مولف)

[2] اینڈری ہرکلیڈی فلوری ہیلوکرئی چہارم کا خانگی پادری تہا۔ ۱۶۹۸ء مین بشپ ہوا۔ مرتے وقت لوئی اودہم نے اپنے خوردسال جانشین کا اتالیق مقرر کیا گیا۔ جس نے اوس کو ۱۷۲۶ء مین ڈیوک بوربون کی جگہ جو ڈیوک اورلینز کی وفات پر ۱۷۲۳ء مین وزیر اعظم ہوا تہا۔ وزیر اعظم بنا دیا۔ وہ ۱۶۵۳ء مین پیدا ہوا۔ اور ۱۷۴۳ء مین فوت ہوا۔ اندرونی انتظام مین اوسے ید طولے حاصل تہا۔ مگر معاملات خارجیہ مین اوسے اپنی تدابیر مین کامیابی نہ ہوئی (مولف)۔

بالکل ہی بدل گیا تہا۔ اور لوئی کے وقت کی پالیسی کو از سرتاپا بدلدینا ضروری ہوگیا تہا۔ برعکس بکو بونی وال کی رائے تہی۔ کہ اب پہر ویسا ہی اتحاد کرنیکا موقعہ ہے جو شاہ فرانس اول نے ٹرکی سے کیا تہا۔ اوسنے اوس کے متعلق مفصل سکیم تحریر کرکے فلوری کے پاس بہیجدی۔ وہ اس بات سے ناراض ہوگیا۔ کہ میرے احکام سے کیون تجاوز کیا گیا ہے۔ اُسنے اتحاد کی تجویز کو مسترد کردیا۔ مگر اس پر بدستور زور دیتا رہا۔ کہ ٹرکی کو ہنگری پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ یہ معاملہ ابہی یہین تک تہا کہ قیصر چارلس ششم کو بونی وال کی جد و جہد کی خبر ملگئی۔ وہ جانتا تہا کہ اگر اس موقعہ پر ٹرکی اور فرانس متحد ہوگئے تو اسکی بربادی یقینی ہے۔ کیونکہ گو جرمنی کی طرف اُسکی فوجون کو کسی قدر فتوحات حاصل ہوئی تہین۔ مگر اٹلی مین فرانس غالب ہورہا تہا اور اوس نے فوراً فلوری سے ایسی شرائط پر جو فرانس کے حق مین مفید تہین۔ صلح کرلینے پر آمادگی ظاہر کی۔ فلوری نے قیصر کی درخواست قبول کرنے سے پہلے پہر ایک خط باب عالی کو لکہا۔ کہ اگر ٹرکی اتحاد کی بیخ چہوڑکر آسٹریا پر حملہ کردے تو فرانس اوس سے صلح نہین کرتا اور اسطرح ٹرکی اپنے مفتوحہ مقبوضات کو پہر لیلیگی۔ مگر باب عالی اپنے ارادہ پر قائم رہا۔ جسپر فلوری نے قیصر کی تجویز کو قبول کرلیا اور ۱۷۳۵ء مین فریقین مین بمقام وآئینا عہدنامہ صلح ہوگیا۔ جس کی رو سے گو تخت پولنڈ آگسٹس ثالث کے پاس ہی رہا۔ مگر شانسلاس کو آسٹریا سے صوبجات لورین۔ اور بار دلادیئے گئے۔ جن کی نسبت یہ شرط ہوئی کہ شانسلاس کو مرنیکے بعد وہ فرانس کے ساتھ ملحق ہوجائین گے۔

روس اور آسٹریلیا کی حملہ آوری کریمیا پر روسی فوجکشی۔ آسٹریا پر ترکون کی چیرہ دستی۔ فرانس کی ڈپلومیٹک کارروائی۔ عہدنامہ بلغراد

فرانس کے اصرار کے باوجود ٹرکی کا لڑائی سے محترز رہنا ممکن ہے کسی قدر سلطان محمود کی صلح پسندی کی وجہ سے ہو۔ مگر بڑا باعث وہی تہا جو کریسی نے تحریر کیا ہے۔ وہ لکہتا ہے:۔ ٹرکی عیسائی طاقتون کے ساتھ لڑنے سے بہت پہلو بچاتی رہی۔ مگر جب روس کی سینہ زوری حد برداشت سے بڑھ گئی تو لڑائی کے سوا کوئی چارہ نرہگیا۔ ایران کے ساتھ بڑے شوق سے لڑائیان کی جاتی رہی تہین۔ جن مین گو کامیابی نہوئی پہر بہی عام رائے اوس محاربہ کے مخالف نہ تہی۔ کیونکہ ایک تو ایرانی ملحد و بیدین سمجہی جاتے تہے۔ اور اون سے عیسائیون سے سوگنا زیادہ نفرت کی جاتی تہی۔ دوسرے اون کے ساتھ لڑائی کرنیسے فتوحات جدیدہ یا پرانے علاقون کے ملنے کی توقع ہوتی تہی۔ برعکس اسکے کسی بڑی عیسائی ہمسایہ طاقت کے ساتھ لڑائی کرنے سے ان نتائج کے حصول کی اب کوئی توقع نہین رہگئی تہی۔ مذہبی جوش اور عثمانلی فخر کے باوجود ترکون کو یہ امید نہین رہگئی تہی کہ میدان جنگ مین ہلال اب بہی اوسیطرح صلیب پر غالب ہیگا جسطرح کہ وہ محمد ثانی یا سلیمان صاحبقران کے زمانہ مین ہوتا رہا تہا۔ سیلاب فتح و ظفرمندی کی بازگشت کی رہی سہی امیدین بمقام پیٹیر واڈن یوجین کے مقابلہ پر داماد علی فاتح موریا کی ہلاکت سے خاک مین ملگئی تہین اس بہادر و دلیر صدر اعظم کے بعد جسقدر وزراء اوس کے

ل لارڈ بائرن اس کو اپنی نظم مین بہادر و دلیر وزیر اعظم لکہتا ہے۔ مؤلف

جانشین ہوئے۔ وہ آسٹریا اور روس کی فوجی انتظام و نظام کی فوقیت سے جو اونے ترکی نظام پر حاصل ہوگئی تھی بخوبی واقف تھے۔ وہ عیسائی طاقتون کی پولیٹیکل چالون کو بغور دیکھتے رہکر خود لڑائی سے الگ رہنے پر ثابت قدم ہے۔"

اس کے بعد صاحب موصوف لکھتے ہین کہ۔

"یہی وجہ تھی کہ گو سفراء فرانس نے بابعالی کو آسٹریا سے لڑائی کرنے پر اور سویڈن کے ایلچیون نے روس کے ساتھ لڑائی شروع کرنے پر اُبھارنے کی بجد کوشش کی۔ مگر ترکی مدبرین نے اونکی ایک نہ سنی۔ اور انگلستان و ہالنڈ کے سفراء کی صلح پسند مشورون کے خواہان اور اونپر کاربند ہوتے رہے۔ کیونکہ ان دونون بحری سلطنتون کی جن کی وساطت سے ہی کارلووز اور پاسارووٹز کے معاہدے ہوئے تھے۔ ٹرکی کو نئے محاربون مین مبتلا کرنے سے کوئی ذاتی غرض پوری نہین ہوتی تھی۔ مگر اس بارہ مین کوئی صاحب سے اتفاق نہین کر سکتا۔ انگلستان اور ہالنڈ ٹرکی کے جیسے کچھ خیرخواہ تھے وہ اسی سے ظاہر ہے کہ فلوری نے صرف اس اندیشے سے ٹرکی کے ساتھ اتحاد نہ کیا کہ کہین انگلستان آسٹریا کے ساتھ شامل نہ ہو جائے۔ پس ان دونون سلطنتون کا ٹرکی کو لڑائی سے روکنا ٹرکی کے فائدہ کیلئے نہ تھا۔ بلکہ اپنے دوست آسٹریا کو فائدہ اور اپنے دشمن فرانس کو نقصان پہنچانیکے لیئے۔ کارلووز اور پاسارووٹز کے معاہدہ اولین معاہدے تھے جن مین ان دونون سلطنتون نے مداخلت یا ثالثی کی۔ اور یہی ایسے پہلے معاہدے تھے جن مین پہلے پہل ٹرکی کے قبضہ سے اوس کے علاقے نکلے۔ اور ٹرکی کو اونکے نکلجانے پر صبر کرنے کے لیئے کہا گیا۔ یعنے بالفاظ دیگر ترکون سے آہستہ آہستہ اپنے مقبوضات دستبردار رہنے کی بسم اللہ کرادیگئی۔ اس سے پہلے بہی ترکون کو کئی دفعہ زکین پہنچی تہین۔ اور غنیم اون کے کئی علاقون پر قابض ہو جاتے رہے تھے۔ مگر ترک اون سے دستبردار نہین ہوتے تھے جبتک انہین پہر نہ لیلیتے صبر نہین کیا کرتے تھے۔ ثالثون نے بڑی مہربانی اور نوازش کی کہ ترکون کو عملی طور پر شکست کی ذلت قبول کرلینے اور اس طرح بتدریج ان ذلتون کو ٹھنڈے دل سے گوارا کرنیکا عادی بنانیکا پہلا سبق سکہلایا۔ باقی رہی بیغرضی۔ اوسکی نسبت معاہدون کو درج کرنیکے ساتھہ ہی بحث کی جاچکی ہے۔ یہ ثالثی ویسی بلاغرض تہی جیسی کہ ۱۸۷۸ء کے محاربہ روم و روس مین آسٹریا اور انگلستان کی تہی۔ یا جیسی محاربہ چین و جاپان کے بعد جرمنی۔ روس اور فرانس کی۔ تاریخ عالم بتارہی ہے کہ جس کسی محاربہ کے اختتام پر ان حضرات ثالثان بالخیر کے قدم مسعود پہونچے۔ سمجہ لو کہ مغلوب فریق کی خیر نہین۔ انہی ثالثون کی طفیل تہا کہ عام عیسائی سلطنتین سلطنت عثمانیہ کو اوسی وقت سے ایک طرح کا مرد بیمار سمجھنے لگ گئی تہین۔ اور یہ خیال عام ہوگیا تہا کہ ٹرکی کی فوجی طاقت اب کبھی نہین سنبھلے گی۔ ترکون کو یوروپ سے نکالدیئے جانیکا وقت قریب پہنچگیا ہے۔ اور انکی املاک کی تکابوٹی بس کچھ دنون کی بات ہے۔ مگر چند صاحبان بالغ نظر جن کی نگاہین صرف سطح تک محدود نہ تہین۔ اوس وقت بہی اس سے بالکل مختلف رائے رکھتے تھے جس کی درستی اور معقولیت کو زمانہ نے پوری طرح سے ثابت کر دیا ہے۔ از انجملہ ایک مشہور فرنچ بزرگ آرمانا فولارڈ ہے۔ اوس نے صاف کہدیا کہ ترکون کو جو شکستین ملتی رہی ہین۔ اونکی وجہ یہ نہین کہ ترکون کی طبعی شجاعت کم ہوگئی ہے یا

لے چارلس فولارڈ فرانس کے شہر اوین یا گمین ۱۶۶۹ء مین پیدا ہوا۔ ۱۷۰۲ء مین ڈیوک ڈی وندوم (شاہ ہنری چہارم کا ولد الحرام فرزند) سپہ سالار افواج فرانس کا ایڈیکانگ ہوا۔ جو اوس کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہین کرتا تہا۔ وہ چارلس دوازدہم شاہ سویڈن کے ہمراہ

اون کے مخالف اون کو زیادہ بہادر مین۔ بلکہ محض یہ کہ اونہون نے جدید اسلحہ سے کام نہین لیا۔ اوسکی رائے مین جو بہادر
کو فقط سنگین کی طفیل مسلمانون پر فتح ہونی رہتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:۔

"ترک شجاعت مین دنیا کی کسی قوم سے کم نہین اور سپاہیانہ اوصاف مین روسیون سے جن کو پیٹر نے حال مین یوروپ کو لیئے نہایت خوفناک بنا دیا ہے۔ بدرجہا افضل ہین ترکون کی جنگی شہرت کو پھر بحال کرنے کے لیے صرف چند موجی مصلحون اور چند بیدار مغز وزراء کی ضرورت ہے۔ پھر دیکھو کہ کل دنیا کے معاملات کا رخ یکبارگی بدلتا ہے کہ نہین؟"

انیسوین صدی عیسوی کے پہلے نصف حصہ کا ایک اور قابل ترین عیسائی مدبر لارڈ بیکنسفیلڈ پولیٹکل فلاسفر کوشش کرتی رہی عوام کی غلط فہمی کو دور کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا لوگ صاف کہدیا کہ میرے معاصرین سلطنت عثمانیہ کو برباد ہوتا دیکھنے کی جو امیدین رکھی بیٹھے ہین۔ وہ قطعاً از وقت اور باطل ہین۔ اگر ہمسایہ عظیم الشان جنگی سلطنتون کو کبھی ترکی کی آزادی سخت خطرہ مین پڑگئی تو مغربی یوروپ کی بحری طاقتون کو لازمی طور پر اوسکی حفاظت کرنی پڑے گی۔ انکی ذاتی اغراض انکو کبھی اجازت نہین دینگی کہ وہ روس یا کسی اور کو قسطنطنیہ پر قابض ہوجانے دین"

مگر روس نے ان الفاظ کی نہ اوس وقت پروا کی۔ اور نہ کبھی بعد کو سی سال جب کہ مونٹسکیو نے یہ رائے ظاہر کی (۱۷۳۲ء) دربار سینٹ پیٹرزبرگ ترکی کے ساتھ لڑائی کیلیے بری طرح بیقرار ہو رہا تھا۔ اوسکے پاس اوسوقت بہر آزما فوج موجود تھی۔ جو محاربہ پولنڈ مین اپنی شہرت اور نیکنامی قائم کر چکی تھی۔ اوس کے پاس کونٹ مینک ایسا نامور جنرل موجود تھا جسنے اپنی نوکری سے دھوکا کی زبردست بنالیا ہوا تھا اور مزید عزت و امتیاز کا موقعہ ملنے کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔ روسی نوجوان افسر جن مین سے اکثر مغربی یوروپ کو رہنے والے قابل شخص تھے۔ اور توپخانہ جسکی طفیل ہی روس نے سینکڑون لڑائیان فتح کی ہین۔ نہ صرف تعداد مین ہی زبردست تھا بلکہ کوچین دینی قسم کی تھیں ان سب کو ابھی سے تیار بیٹھا دیکھ روس کے مشیرون کو سر مین جو بہادر ابھر گئی تھی اور اونکو خیال ہو گیا تھا کہ ۱۷۱۱ء مین پروتھ کے کنارون پر جو ذلت اٹھانی پڑی تھی اوس کا بدلہ لینے کا وقت آگیا ہے۔ آسٹریا پر اس وقت چارلس ششم حکمران تھا جس کی ضعیف کی کمزوری نظرون سے پوشیدہ نہین ہوگی کیونکہ سنئے سو وہ بھی زارینہ کی ساتھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶) ہو کر بھی اوس کے دشمنون کے ساتھ آخر تک لڑا۔ اور مالٹا مین ترکون سے مقابلہ کیا۔ اوس نے فن حرب پر کئی کتابین لکھی ہین۔ ۱۷۸۱ء مین فوت ہوا۔ مؤلف۔

(۱) چارلس ڈی سکنڈ ات مانٹسکیو فرانس کو ایک شریف خاندان مین پیدا ہوا۔ ابتدا سے بچپن مین قانونی تعلیم دلائی گئی۔ اوائل عمر مین ہی اوس کے علمی مذاق اور قابلیت کے جوہر نمایان ہو گئے۔ ۲۵ برس کی عمر مین بورڈو کے پارلیمنٹ کا ممبر ہوا۔ اور دو برس بعد اوس کا پریسیڈنٹ۔ اوسکی پہلی مشہور تصنیف فارسی خطوط تھی جو ۱۷۲۱ء مین شائع کی گئی۔ دوسرے برس اوسنے ایک ممبری حاصل کی اسپر بلاغت و مخالفت کی کہ اوس کی تجویز نہ کردی گئی۔ ۱۷۲۸ء مین اوسے فرنچ اکیڈمی کا ممبر بنایا گیا۔ کارڈینل فلوری نے مذہبی خیال مخالفت کی اوسکا خیال تھا کہ مونٹسکیو کی فارسی خطوط کے بعض مضامین مذہب کے منافی ہین۔ مگر اوسکی مخالفت بے اثر رہی ۱۷۵۵ء مین

اوسکی غاصبانہ تجاویز مین شامل ہوگیا۔ اور زارینہ نے بابعالی سے چھیڑ خانی شروع کردی۔ داغستان بحر طاس اور بحیرہ خضر و اسود کے دیگر درمیانی علاقون کی حدود کے متعلق ٹرکی سے تنازعے برپا کر دیے گئے جن کی کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ پھر جب جیساکہ اوپر لکھا جاچکا ہے۔ خان کریمیا علاقجات کوہ قاف سے گذر کر شمالی ایران کو ترکون کی مدد کیلئے جانے لگا تو اوسکی مزاحمت کی گئی۔ اور اوسے پیچھے ہٹا دیا گیا۔

ان باتون سے زارینہ اوس کے بے حصول عاشق اور منظور نظر ڈیوک برین کو جو سیاہ و سفید کا مالک بنا ہوا تھا۔ لڑائی کیلئے کافی بہانے ہاتھ آگئے۔ روس کو یہ بھی ناراضگی تھی کہ ٹرکی نے پولنڈ مین اوس کے غاصبانہ حملون پر ۱۷۳۱ء مین کیون سخت اعتراض کیا تھا۔ رئیس آفندی کے اعتراض کو جواب مین روسی گورنمنٹ نے تحریر کیا کہ روسی افواج صرف اس لیے داخل ہوئی مین کہ اہالی پولنڈ آزادی سے بادشاہ منتخب کرسکین۔ اور فرانس کی سازشین جو سٹانسلاس کو تخت نشین کرانا چاہتا ہے موثر نہ ہو سکین ترکی وزیر صیغہ خارجہ نے جواب دیا۔ بابعالی کو اسکی پروا نہین کہ پول کس کو بادشاہ منتخب کرین لیکن وہ پولنڈ کی آزادی مین ہرگز خلل نہین پڑنے دیگا۔ اس پر روسی سفیر نے شکایتون کا دفتر کھول دیا۔ کہ باب عالی نے تاتاریون کو کاسکون پر حملہ کرنے سے روکا۔ تاتاری فوج علاقہ قاف سے گذرتی رہی۔ اور اونے روسی فراری مسمی کالم اسکی کو حوالہ نہین کیا۔ انھی شکایات کی وجہ سے روسی گورنمنٹ جنوبی علاقہ مین فوج جمع کر رہی ہے۔ کریسی صاحب لکھتے ہین۔

دونون سالہا کو ما بعد (۱۷۳۵-۱۷۳۴ء) مین فریقین اسطرح ایکدوسرے پر الزام لگاتے رہے۔ مگر برین اور زارینہ محاربہ کا عزم بالجزم کر چکے تھے جس کو روکنے کے لیے بحری طاقتین (انگلستان و ہالینڈ سے مراد ہے) فضول کوشش کرتی رہین۔

بطور سابق کریسی صاحب کا یہی آخری فقرہ کو عندیہ سمجھیے بعد اختلاف ہو۔ یہ بحری طاقتین بخوبی جانتی تہین کہ زارینہ محض اس لئے لڑائی سے رکی ہوئی ہے کہ آسٹریا فرانس کے ساتھ مشغول کارزار ہے۔ اس لڑائی کو بند ہوتے ہی وہ ٹرکی سے جنگ کریگی ایسی صورت مین اونکا ٹرکی کو ایسے وقت جبکہ فرانس بھی اوس کے ساتھ شامل ہو جاتا۔ لڑائی سے باز رکھنا اونکی بدنیتی کو بالصراحت واضح کر رہا ہے۔ چنانچہ جب تک آسٹریا لڑائی سے فارغ نہ ہوا۔ روسی سرحدون پر تاتاریون سے چھیڑ چھاڑ کرتے پر قناعت کیے رہے۔ اور بابعالی نے بھی خواہ ورفیق بحری طاقتون کی چکنی چپڑی باتون مین آکر اس نادر موقعہ کو ہاتھ سے کھو دیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۷) وہ خوش قسمتی کو نئے پریسیڈنسی لوئی اسے اختیار دیدیا۔ تاکہ اپنی کتاب "روح قوانین" کی تالیف کیلئے فرصت ملجائے۔ اور اس غرض کیلئے جرمن، ہالنڈ اور انگلستان کا سفر کیا۔ انگلستان مین وہ دو برس تک رہا۔ اوسکی رائے ہے کہ اگر غور و فکر کا ہو تو انگلستان کی رہایش اختیار کرو۔ اور اگر زندگی عیش و آرام سے بسر کرنی ہو تو فرانس کی سکونت اختیار کرو۔ سنہ ۱۷۳۴ء مین اوسکی مشہور آفاق کتاب "اہالی روما کی عظمت و زوال کے اسباب" شائع کی۔ ترکون کی نسبت جو رائے اوس نے ظاہر کی ہے۔ وہ اس کتاب کی فصل ۲۳ مین درج ہے۔ روح القوانین ۱۷۴۸ء مین شائع ہوئی۔ اس مین اوسنے جمہوری آئینی۔ بادشاہی اور مطلق العنان حکومت کی تینون قسمون پر خوب فصاحت کے ساتھ بحث کی ہے۔ وہ راستباز انسان اور سلیم طبیعت و شستہ مزاج اہل الراے تھا۔ ۱۶۸۹ء مین پیدا ہوا۔ ۱۷۵۵ء مین بمقام پیرس فوت ہوا۔ مؤلف)

اور نامہ و پیام کے ذریعہ سے صلح و صفائی اور تصفیہ تنازعات کی فضول و بیہودہ کوشش کرتا رہا۔ مگر جب آسٹریا نے فرانس سے مصالحت کرلی۔ تو زرینہ کھل کھیلی۔ اور مارشل میونک کو اعلان جنگ کے بغیر ترکی قلمرو مین داخل ہونیکا حکم دیا گیا۔ مئی ۱۷۳۶ء مین قسطنطنیہ اطلاع پہونچی۔ کہ روسیون نے آذاف کو قریب در ترکی قلعے فتح اور خود آذاف کا محاصرہ کرلیا ہے۔ یہ سنتے ہی باب عالی کی آنکھین کھل گئین۔ اور ۲۸ مئی ۱۷۳۶ء کو شیخ الاسلام سے فتوے لیکر روس کے برخلاف جنگ کا اعلان کردیا گیا۔ یہان ابھی اعلان ہی ہورہا تھا۔ کہ میونک نے اوسی ۲۸ مئی کے دن پریکاپ کے مورچون اور فصیل کو فتح کرلیا۔ جنرل مانسٹین نے جو مارشل میونک کے ماتحت شریک کارزار تھا۔ اور جس سے دربار روس بسا اوقات ایلچی گری کا بھی کام لیتا رہا تھا۔ اس محاربہ اور نیز روس کی پالیسی دربارہ ٹرکی کی نسبت اپنی سوانحعمری مین مفصل تحریر کیا ہے۔ جرنیل مذکور نے صاف لکھدیا ہے کہ "زار پیٹر اعظم نے معاہدہ پروتھ کی خفت مٹانے کے لیئے عرصہ مدید سے بحیرۂ اسود کے سواحل پر ٹرکی سے لڑائی کرنے کی تجویز کر رکھی تھی جس کی تعمیل و تکمیل کا اب قیصرہ اینی نے بیڑہ اوٹھایا۔"

"زار نے دریاے ڈان پر میگزین اور گوداموں کی مقدار عظیم جمع کرنیکے علاوہ اپنی فوجکو دریاے ڈان کو اور نیز دریاے نیپر کے راستہ دشمن کے علاقہ مین لیجانیکے لیئے جہازون کے بیڑون کیلیئے وافر سامان جمع کرلیا تھا۔ حتی کہ لڑائی شروع کرنے کے لیئے سب سامان تیار ہوگیا تھا۔ کہ موت نے (۲۶ مئی ۱۷۳۵ء) اوسکی تجاویز کا خاتمہ کردیا۔ ۱۷۳۰ء مین قیصرہ اینی کے تخت نشین ہونے پر اس تجویز کو پھر تازہ کیا گیا۔ اور جنرل کیتھ کو زار پیٹر کے جمعکردہ گوداموں کی حالت کا معائنہ کرنے اور حسب ضرورت اوس کے تیار کرنے بیڑون کی درستی اور مرمت کیلیئے جنوبی روس مین بھیجدیا گیا۔ مگر پولینڈ مین مشکلات حادث ہوجانیسے ٹرکی پر حملہ کرنے کا ارادہ کچھ عرصہ کیلیئے مجبورًا ملتوی کرنا پڑا۔ جب ۱۷۳۵ء مین پولینڈ کی حب وطن جماعت کی پوری پوری بیخ کنی ہوگئی۔ تو میونک اور اوس کی چیدہ فوجکو یوکرین مین بھیجدیا گیا۔ اور آذاف پر حملہ کرکے ٹرکی سے لڑائی شروع کرنے اور نیز خان کریمیا کے کل علاقہ کو فتح کرکے بحیرۂ اسود کے سواحل پر روسی اقتدار قایم کرنے کے لیئے کریمیا کے تاتاریون کے برخلاف حتی الامکان پورا پورا جد وجہد کیئے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔"

ابھی کرمکر آتا جاڑہ پڑ رہا تھا۔ کہ میونک نے محاربہ کیلیئے تیاریان شروع کردین۔ اوس نے اپنی فوجکو صحاری تاتار اور وہان کے موسم سرما کی مصائب و تکلیفات برداشت کرنے اور تاتاری سوارون کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانے مین سر توڑ شب و روز محنت کی۔ ہر روسی رجمنٹ کو اپنے اپنے گوداموں کیلیئے گاڑیون کی تعداد کثیر جمع کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور ہر رجمنٹ مین اوس کے حکم سے اٹھارہ اٹھارہ فیٹ لنبے ساڑھے تین سو نیزے تقسیم کیئے گئے۔ اس ہتیار کا استعمال سالہاے دراز سے متروک ہوگیا تھا۔ میونک نے اسے پھر تازہ کردیا۔ اور دوسری صف کے سپاہیون کو اون سے مسلح کیا گیا۔ مگر وہ لڑائی مین فضول اور کوچ کے وقت تکلیفدہ ثابت ہوئے۔ اوسکی دوسری اختراع یا تدبیر البتہ بہت مفید اور کارگر پائی گئی۔ اوس نے ہر رجمنٹ مین دو دو گز لنبی بیس بیس چار دار چوبی باڑہین تقسیم کین۔ جو غنیم کے سوارون کے برخلاف بطور عارضی محافظت اور نیز کیمپ کی پناہ کے لیئے نہایت کارآمد ثابت ہوئین۔

جب فوج مقام کرتی . تو ان بارٹسوں کو کیمپ کے گرد اگرد نصب کر دیا جاتا جس سے نہ صرف غنیم کے اچانک حملہ آور ہو جانیکا ہی اندیشہ نہ رہجاتا . بلکہ کثیر التعداد دشمن کے ریلے کو روکنے کے لیئے بہی مضبوط دوک کا کام دیجاتا . روسی افسر اور سارجنٹ اس وقت تک چہوٹی برچھی اور تبر دیا گنڈاسا سے مسلح تھے . یہ ہٹا کر انہیں بندوق اور سنگین سے مسلح کر دیا گیا . جو سابقہ اسلحہ کی نسبت بدرجہا زیادہ مفید پائے گئے .

میونک مارچ کے مہینہ میں چھ رجمنٹ فوج پیدل تین رجمنٹ باقاعدہ فوج سواران اور تین ہزار کاسک علاوہ دریائے ڈان کے ہمراہ لیکر قلعہ سینٹ انی کیطرف جسے روسیوں نے آزاف سے تخمیناً میل کے فاصلہ پر تیار کیا تہا . بڑہا آزاف کو ترکی گورنر نے ازراہ خوش اخلاقی اپنے ایک افسر کی معرفت مارشل کو اوس کے ورود سرحد پر خوش آمدید کہلا بہیجی . اور ساتھ ہی یہ پیغام بہیجا کہ مجھے پورا یقین ہے روسی فوج انقراض رشتہ محبت و مصالحت کا کوئی ارادہ نہیں رکہتی " میونک نے گول مول لفظوں میں جواب دیکر پاشا کے ایلچی کو رخصت کر دیا . اور پھر ۲ مارچ کو دریا ڈان سے عبور کرکے ایسی سرعت و انخفا کے ساتھ آزاف کیطرف پیشقدمی کی کہ ترکوں اور تاتاریوں کے جم غفیر کو ابہی اوس کی آمد کی خبر بہی نہ ہونے پائی . جو اوس نے شہر کے دو بیرونی قلعوں پر قبضہ کر لیا . اور من بعد خود شہر کا محاصرہ کر لیا .

چند دنوں کے بعد کونٹ لاسکی کمک لیکر پہونچ گیا . اور میونک محاصرہ کا کام اوس کے سپرد کرکے خود ۲۶ اپریل کو مقام زارتسنکا کو جہاں محاربہ کے اصل مدعا یعنی حملہ کریمیا کے لیئے فوج جرار جمع ہو رہی تہی . چلا گیا . یہ قصبہ دریا نیپر سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے . اجتماع فوج کی کارروائی ۱۹ مئی ۱۷۳۶ء کو مکمل ہو گئی . اور کل فوج حسب ذیل جمع ہوئی :-

ڈریگونوں یعنی باقاعدہ سواروں کی بارہ رجمنٹیں . باقاعدہ انفنٹری (فوج پیدل) کی پندرہ رجمنٹیں . ملیشیا فوج ردیف کی دس رجمنٹیں . ہوزار دسبک سواروں کے دس رسالے . پانچ ہزار کاسک علاقہ ڈان کے . چار ہزار کاسک علاقہ یوکرین کے اور تین ہزار یوکرین کاسک یعنی کل جمعیت ۵۴ ہزار آدمی کی تہی . ہر رجمنٹ اور نیز افسروں کو دو مہینوں کی خوراک کا سامان ہمراہ لینے کا حکم دیا گیا . رسد کے اتنے وافر ذخیرے جمع کیئے گئے تھے . کہ اس سے زیادہ عرصہ کے واسطے بہی خوراک کا سامان تقسیم کیا جا سکتا تہا . مگر باربرداری تہوڑی تہی . اور میونک مزید چھکڑوں اور جانوران بارکش کے انتظار میں مہم کو اور زیادہ عرصہ کے لیئے ملتوی نہیں کرنا چاہتا تہا . تاہم اوس نے پرنس تروبتسکی کو اس کام پر مامور کر دیا کہ وہ اون رجمنٹوں کے ساتھ جو ہم میں شامل ہونیکے لیئے چل پڑی ہوئی تہیں . لیکن ابہی تک نہیں پہونچی تہیں . لگاتار سامان رسد بہیجتا رہے . مارشل کے اون احکام کی تعمیل کما حقہ ہونیسے اوسکی حملہ آور فوج کو سخت تکلیفیں اوٹہانی پڑیں .

میونک نے اپنی فوج کو پانچ کالموں یا دستوں میں تقسیم کرکے دریا نیپر کے بائیں ساحل کے کنارے کنارے جنوب کی طرف حرکت کی . راستہ میں تاتاری سواروں کی چند جماعتوں کو جو حملہ آوروں کی نقل و حرکت کے استکشاف کیلیئے آئی تہیں شکست دیکر بھگا دیا گیا . پہر حملہ آور مقامات سکنا یا ڈولینا اور چرنایا ڈولینا کے راستہ دریا کونسکا کے کناروں پر پہنچ گئے . وہاں سے اوس

چھوٹی سی خاکنائے کی طرف جو جزیرہ نما کریمیا کو براعظم یورپ سے ملاتی ہے پیش قدمی کی گئی۔ اور ۲۸ مئی کو روسی مارشل پریکاپ کی مشہور دیوار کے قریب پہونچ گیا۔

خاکنائے پریکاپ کے مغرب مین بحیرۂ سود اور مشرق مین بحیرۂ آذاف ہے۔ یہ دیوار اوس کے تنگ ترین موقع پر جو صرف ۵ میل عریض ہے بحیرۂ سود اور بحیرۂ آذاف کی اوس خلیج کے درمیان شہر پریکاپ سے متصل بجانب شمال بنی ہوئی تھی جو بحیرۂ متعفن کے نام سے مشہور ہے۔ دیوار کے سامنے ۷۲ فیٹ چوڑی اور ۲۵ فیٹ عمیق خندق کھدی ہوئی تھی اور خندق کی تہ سے دیوار کی بلندی ۷۰ فیٹ تھی۔ دیوار مین چھ بڑے بڑے سنگی برج بھی تھے۔ فصیل کے پیچھے پریکاپ کا قلعہ تھا۔ تاتار اس سد محافظت کو ناقابل فتح تصور کرتے تھے۔ خان کریمیا ایک لاکھ تاتاریون کی جمعیت سے اوس کے پیچھے مینونک کے مقابلے کے لیئے موجود تھا۔ علاوہ برین ۸۴ سو ینگچری برجون مین متعین تھے۔

مینونک نے حملہ سے پہلے خان کریمیا کو اطاعت قبول کرنے کے لیئے خط ارسال کیا۔ جسمین پہلے خان مذکور کو یوکرین کی روسی رعایا پر تاتاریون کی متواتر یورشین کرتے رہنے پر ملامت کرنیکے بعد بتایا گیا کہ ہر قیصرہ ان بداعمالیونکی پاداش مین کل کریمیا کو تباہ و ویران کرنیکا حکم صادر فرمایا ہے۔ مگر ساتھ ہی اوس رحم مجسم فرمانروا نے فرمان کی تعمیل سے پہلے تمکو اپنے اعمال کی سزا سے بچ جانیکا موقعہ دیدیئے جانے کی ہدایت فرمادی ہے۔ اور مجھکو حکم دیا ہے کہ اگر تم اپنی کل رعیت کیساتھ اوس کی اطاعت قبول کر لو اور زارینہ کی رعیت بن جاؤ۔ تو تمکو معاف کر دیا جائے۔ پس اگر تم پریکاپ فوراً حوالہ کر دو اور اوس مین روسی فوجکو قابض ہو جانے دو تو مین مصالحت کا نامہ و پیام شروع کرنے کیلیئے بالکل تیار ہون۔

خان نے جواب مین اون الزامات کی صداقت سے جو اوسکی رعایا پر لگائے گئے تھے انکار کر کے تعجب ظاہر کیا کہ روسیون نے اعلان جنگ کے بغیر اوس پر کیسے حملہ کر دیا ہے۔ اطاعت کے متعلق اوس نے جواب دیا کہ مین اوس تعلق کو جو صدیون سے کریمیا اور باب عالی مین چلا آتا ہے نہین توڑ سکتا۔ اور بفرض محال اگر مین پریکاپ کو دینا بھی چاہون تو نہین دے سکتا۔ کیونکہ اوس مین خاص ترکی فوج مامور ہے۔ مین مارشل سے استدعا کرتا ہون کہ وہ مخاصمت کو ملتوی رکھے کہ اگر کوئی جائز موجب شکایت موجود ہے۔ تو نامہ و پیام سے اوس کے تصفیہ کا موقعہ دین۔ لیکن اگر باوجود میری اس درخواست کے حملہ پر ہی اصرار کیا گیا۔ تو مین تا بمقدور اپنا بچاؤ کرونگا۔

مینونک نے جواب بھیجا کہ "چونکہ خان نے ملکہ روس کے رحم و عفو سے فائدہ نہین اٹھایا۔ وہ جلد اپنے ملک کو ویران اور اپنے بلاد کو خاک سیاہ دیکھے گا۔"

ادہر مینونک نے جواب کا انتظار نہ کر کے فوجکو آگے بڑھنے کا حکم دیدیا۔ جو اس قاصد کے پیچھے پیچھے جسے یہ تند و غضب آلود پیغام دیکر پریکاپ بھیجا گیا تھا ۳۰ مئی ۱۷۳۶ء کی شب میں کوچ کر کے طلوع فجر سے ایک گھنٹہ پہلے چپ چاپ فصیل سے پاؤ میل کے فاصلہ پر پہونچ گئی۔ مینونک نے پہلے اڑہائی ہزار آدمیون کا ایک دستہ کچھ توپین دے کر اپنے میسرہ کی طرف جو

بحیرۂ آذات کیطرف تھا بہیجدیا تھا کہ وہ اوس طرف مصنوعی حملہ کرکے دشمن کی توجہ کو اس میمنہ یعنی بحیرۂ اسود کی طرف والی بازو سے جسطرح کردہ واقعی حملہ کرنا چاہتا تھا ہٹادے۔ اور یکی یہ تدبیر کارگر ہوگئی کل تاتاری فوج فصیل کے شرقی حصہ مین جمع ہوگئی۔ مگر جب اونہون نے چند زبردست روسی کالمون کو ثابت قدمی اور سرعت کے ساتھ اپنے میسرہ یعنی فصیل کے غربی حصہ کی طرف بڑہتا دیکھا۔ تو اون کے اوسان خطا ہوگئے۔ اور اونکی صفون مین کھلبلی پڑ گئی۔

تاتاریون سے ایک اور غلطی ہوگئی۔ اونہون نے خندق مین پانی نہ چھوڑا تھا چنانچہ روسی کالم باسانی تمام اوس مین اوترکر اوسے عبور کرکے فصیل پر چڑہنے لگ گئے۔ اس کو ساتھ ہی روسی بانرہ یون نے فصیل پر ایسی سخت گولہ باری شروع کر دی کہ تاتاری حملہ کو روکنے کے لیئے صف آرائی کرنے سے عاجز ہوگئے۔ تاتاریون کو خندق اور فصیل پر بڑا بھروسہ تھا جب انہون نے دیکھا کہ دشمن اون پر گلہریون کیطرح چڑہتے آتے ہین۔ تو اونکے رہے سہے حواس باختہ ہوگئے۔ اور وہ میدان جنگ سے بہاگ گئے۔ روسی تھوڑی سی بلا مزاحمت فصیل پر چڑہ کر دوسری طرف پہنچ گئے۔ جنرل مانسٹیس جو اس معرکہ مین شریک تھا لکھتا ہے کہ اگر تاتاریون کی جگہ کوئی اور دشمن مقابل ہوتا۔ تو غالباً فصیل و خندق سے کبھی اس طرح نہ گذر جاسکتا۔ لیکن پھر بھی کریمیا مین داخل ہونا ناممکن نہ ہوتا کیونکہ ساحل کے قریب بحیرۂ آذات موسم گرما مین اس قدر پایاب ہوجاتا ہے کہ اوسمین سے باسانی گذر جاسکتا ہے اور اس طرح سے فصیل کو چہوڑکر بازو پر سے پریکاپ پر حملہ ہوسکتا ہے۔ یا اگر حملہ آور چاہے تو اسے بہی بازو پر چہوڑکر کریمیا مین داخل ہوسکتا ہے۔

اس لڑائی مین کسی فریق نے جہازون سے کام نہ لیا۔ حالانکہ خوب مسلح الگنبوٹ حملہ و مدافعت دونون اغراض کیلیئے خوب کام دیسکتے تھے فصیل سے گذرنے کی دیر تھی کہ شہر پریکاپ اور اوس کا قلعہ باسانی فتح کر لیا گیا۔

بعد ازان مینونک نے ۴ جون کو جنرل لیونٹو کے زیر کمان دس ہزار باقاعدہ سپاہ اور تین ہزار کاسک قلعہ کل بورن بہیجے یہ قلعہ اسی نام کی راس کی آخری سرے پر جو دہانہ دریائے نیپر اور قصبہ عشاکویا ازاکاف کو مقابل بحیرۂ اسود مین چلی گئی ہے۔ واقع ہے اسی دن یورشل نے جنگی کونسل منعقد کی کہ باقیماندہ فوج کیا کارروائی کرے۔ اکثر افسرون نے کریمیا مین اور آگے بڑہنے کی مخالفت کی وجہ یہ پیش کی کہ فوج کے پاس اب فقط بارہ دنون کی خوراک موجود ہے۔ اور کہا کہ اگر آگے بڑہنا ہی منظور ہو تو کم از کم رسد کو پہونچ لینے دیا جائے۔ مگر مینونک تو فاتح کریمیا کی عزت حاصل کرنے کے لیئے بیتاب ہو رہا تھا۔ اختلاف رائے کرکے اپنے افسرون کو کہا کہ اگر ہم دلیرانہ دشمن کے ملک مین بڑہتے چلے گئے تو ہمین اونہی کے گوداموں اور ذخائر سے کافی خوراک ملتی رہے گی۔ نہ خاکنائے پر زیادہ عرصہ ٹہیرا رہنا مناسب نہین اس سے تاتاریون کو تشویش و گھبراہٹ سے سنبھلنے کا موقعہ مل جائے گا سپہ سالار کی مرضی سے کون سرتابی کر سکتا ہے۔ فوج نے کریمیا کے شمالی صحاری مین سے گذرنا شروع کر دیا۔ راستہ مین تاتاری سوار ہر وقت فوج کو ستاتے رہے۔ مگر مینونک کی برجستہ اور باسلیقہ تدابیر کی وجہ سے کوئی لازم حملہ نہ کر سکے۔ مارشل اپنی فوج کو بیچ مین حلقہ دار مربع کی شکل مین صف آرا کرتا۔ ایک مربع کئی بٹیلنون کا ہوتا۔ اور ہر بٹیلین بہی بجائے خود مربع کی شکل مین ہوتی۔ سامان و اسباب مربع کے

وسط مین رکھا جاتا تھا یہ طریقہ روسیون مین بہت مقبول ہو گیا۔ اور اب تک جب کبھی ان کو ایسے کھلے ہوئے علاقون مین جہان غنیم کے پاس کثیر التعداد سوار ہون فوج پیدل لیجانی پڑتی ہے تو اسی طریق کی پابندی کی جاتی ہے۔

میونک نے پیشقدمی کے ساتھ ساتھ یوکرین اور پریکاپ سے اپنی آمد کے راستہ کو محفوظ رکھنے کا انتظام کرتا گیا۔ اس غرض کے لیے تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے مناسب موقعون پر چھوٹے چھوٹے مورچے تعمیر اور ہر ایک مین ایک افسر کے ماتحت دس بارہ باقاعدہ پیدل یا سوار اور تیس کاسک مامور کر دیئے گئے۔ اس طرح سے میونک کی فوج اور یوکرین و پریکاپ مین قلعبند مقامات کا مکمل سلسلہ قائم ہو گیا جن کو راستہ ہر وقت خبر بسرعت پہنچ جاتی اور بھیجی جاتی تھی۔ تاتاری اکثر ان گڑھون پر حملہ کرتے رہتے تھے مگر ان مین سے کبھی ایک بھی فتح کر سکے اور عموماً روسی فاصلہ ایک مورچے سے دوسرے تک بخیریت پہنچ جاتے رہے۔ ان مورچون سپاہیون کو راستہ کی حفاظت کے علاوہ یہ کام بھی سپرد کیا گیا کہ وہ گھاس کاٹ کر جمع کرتے رہین تا کہ فوج کی واپسی کے وقت اس سے گھوڑون کے کام آئے کیونکہ یہ اندازہ کر لیا گیا تھا کہ فوج کی واپسی تک جنگلون کی گھاس ختم ہو گئی ہوگی۔ ان پیشبندیون اور انتظام سے روسی کریمیا مین بڑھتے چلے گئے گھاس اب خشک ہو گئی تھی اور تاتاریون کی عادت تھی کہ دشمن کی پیشقدمی کو روکنے کیلئے اوسے عموماً آگ لگا دیا کرتے تھے میونک نے اسکا بھی انتظام کر لیا تھا فوج کے ساتھ سپاہیون کو تازہ دم کرنے کے لئے پانی کے پشتیارے چھکڑے بھی ساتھ ہی ساتھ تھے میونک نے یہ بھی حکم دیدیا کہ ہر گاڑی اور چھکڑے پر آگ بجھانے کا سامان بھی رکھ لیا جائے۔ اور جب فوج مقام کرتی تو کیمپ کے گرداگرد ایک ایک گز چوڑی زمین گھاس سمیت کھود دی جاتی۔

پریکاپ سے روانہ ہو کر میونک نے پہلے قصبہ کاسلو کا رخ کیا یہ کریمیا کے مغربی ساحل پر واقع ہے اور اب یوپاٹوریا کے نام سے مشہور ہے۔ اوس وقت وہ جزیرہ نما مین سب سے متمول تجارتی قصبہ شمار کیا جاتا تھا۔ روسیون نے ارجون کو حملہ کر کے اوسے فتح کر لیا وہان سے باغچہ سرا کا عزم کیا گیا۔ یہ مقام خوانین کریمیا کی قدیم جائے رہائش تھی۔ تھوڑے مزاحمت کے بعد وہان کی تاتاری فوج شہر کو بے پناہ چھوڑ کر فرار ہو گئی۔ اسپر میونک نے فوج کو شہر سے باہر صف بستہ کر کے چار حصون مین تقسیم کیا۔ اور اول ایک حصہ کو اندر بھیجا کہ آٹھ گھنٹے تاخت و تاراج کر کے واپس آ جائے اسیطرح آٹھ آٹھ گھنٹون کے لئے یکے بعد دیگرے باقی حصے بھی گئے۔ اور ان بے رحم وحشیون نے تہذیب و شائستگی کے کام کو خوب دلجمعی سے انجام کیا۔ دو ہزار عام مکانات اور کل سرکاری عمارتین تباہ و برباد کر دی گئین خوانین کا عالیشان محل سلیم گیرائی کا قائم کردہ بے نظیر کتبخانہ اور نیز وہ کتب خانہ جسے جیسوٹ پادریون نے جمع کیا تھا آگ کے شعلون کی نذر ہو گئے۔ باغچہ سرا کے بعد سفراپول کی باری آئی۔ یہ اول الذکر سے بجانب شمال مشرق واقع ہے۔ وہان کے باشندون اور وہان کی مال و متاع کو بھی شمالی مقدس مہاتما کی جیبون، درندہ سپاہیون، کے رحم و کرم اور عمارات کو آگ کی حوالہ کر دیا گیا۔ وہان سے میونک کافہ پر قبضہ کر کے وہان مستقل روسی چھاونی ڈالنے کے عزم سے ادھر روانہ ہوا۔ مگر اسکی فوج جسنے کریمیا کو تباہ و برباد کرنے مین کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی خود ہی سخت مصائب مین گرفتار ہو رہی تھی۔ اور اوس کی تعداد گھٹ رہی تھی۔ بلکہ بیماری، تھکن اور تکان سے دن بدن کمزور ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اب جسطرف کو روسی فوج بڑھتی تھی تاتاری پہلے سے اوس علاقہ کی فصل اور گھاس کو تباہ

کردیتے تھے جس ویرانی کو روسی سپاہ اپنے وحشیانہ ظلم و ستم سے اور زیادہ ویران کر کے خود اپنی تکالیف اور مصائب کو بڑھا دیتی رہی
جنرل مانسٹن لکھتا ہے کہ ۱۷۳۶ء کے محاربہ کریمیا میں روسیوں کے ۳۰ ہزار آدمی ضائع ہوئے۔ وہ منیونک کی شتابکاری پر سخت اعتراض
کرتا ہے۔ کہ مارشل مذکور محض اس امید پر کہ دشمن کے ملک سے رسد مل جائے گی۔ اپنی فوج لیکر جزیرہ نما میں اندھا دھند بڑھتا گیا۔
جنرل مذکور مارشل پر نظام میں بے جا سخت گیری کرنے اور سپاہیوں کو فضول بیفائدہ کاموں کو کرنے سے درماندہ بنانے کا بھی الزام لگاتا
ہے۔ اوس کا بیان ہے کہ روسی لشکر کی صعوبتوں اور فاقہ سے ایسے بدحال ہو گئے تھے کہ سپاہی چلتے چلتے ضعف سے بیجان ہو کر زمین پر گر
پڑتے تھے۔ اور صرف سپاہی ہی نہیں بلکہ کئی افسر بھی فاقہ اور سختی سے ہلاک ہوئے۔ منیونک ان وجوہات سے کافہ کا ارادہ ملتوی کر کے
۱۷ جولائی کو بہ عجلت واپس آگیا۔ اور پھر خاکنائے کی فصیل کا معتدبہ حصہ زمین کے برابر کر کے ۲۸ اگست کو کریمیا خالی کر گیا۔
جنرل مانسٹن محاربہ کی سختی کے ثبوت میں تحریر کرتا ہے کہ آغاز محاربہ میں ہر رجمنٹ کی جمعیت مکمل تھی یعنی پیدل رجمنٹ میں ۱۵۰۰
اور سواروں کی رجمنٹ میں ۱۲۳۱ آدمی تھے مگر کریمیا سے واپس آکر جب منیونک نے بمقام سمارا ستمبر کے آخیر میں فوج کا جائزہ لیا تو
ایک بھی ایسی رجمنٹ نہ پائی گئی جس میں ۶۰۰ سو آدمی رہ گئے ہوں لیکن بقول کریسی ۳۰ ہزار آدمی اس سفر کی بربادی پورے ہوچکے تھے۔
کل محاربہ میں منیونک کی فوج نے کریمیا میں نہایت وحشیانہ ظلم و ستم کیے۔ اور بکمال وحشت و درندگی سے کام لیا۔ روسیوں نے
پیر و جوان۔ زن و مرد۔ شیرخوار و معصوم کسی پر رحم نہ کیا۔ اور جو ہاتھ پڑا اوسی کو تلوار کی گھاٹ اتار دیا۔ شہروں قصبوں اور
دیہات کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اور جہاں باشندوں نے مقابلہ بھی نہ کیا تھا وہاں بھی انہیں بے دریغ تہ تیغ کر ڈالا قدیم نوادرات
اور عجائب یادگاروں کو محض ازراہ شرارت بگاڑ دیا گیا۔ کتب خانے اور مدرسے شعلوں کی نذر کیے گئے۔ اور سرکاری
عمارات اور معابد کو عمداً اور قصداً منہدم کیا گیا۔ الغرض اس کل مہم میں جو یہ یاد رہے کہ بلا اعلان جنگ کی گئی تھی پوری
پوری وحشت و درندگی سے کام لیا گیا۔

کریسی کے علاوہ وان ہیمر، ڈی کیسٹل نو اور کئی دیگر یورپ کے مؤرخ بھی روسیوں کی اس سیاہ کاری پر سخت نفرت
اور خفگی کا اظہار کرتے ہیں۔

آذاف کو جنرل لاسکی نے تھوڑے دنوں میں فتح کر لیا تھا۔ اور منیونک ابھی کریمیا میں ہی تھا کہ زارینہ کی قلموق سپاہ
نے کوبن (واقع ایشیا) کے تاتاریوں پر حملہ کر کے اون کو آبنائے کرچ عبور کر کے اپنے بھائیوں کی مدد کرنے سے ہی نہ روک دیا بلکہ
اون میں سے اکثر کو سلطان کی اطاعت چھوڑ کر زارینہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ کل بربروں نے بھی جنرل لاسین کی
اطاعت قبول کر لی تھی۔ الغرض محاربہ کے پہلے سال میں روسی اپنی دغابازی مکر و فریب اور سینہ زوری میں سب طرف فتح یاب
کامیاب ہوئے سلطان کی افواج کو اس برس میں صرف ایک فتح نصیب ہوئی۔ نومبر ۱۷۳۶ء میں کریمیا کے خان فتح گیرائی
نے دہلو خان نیلان گیرائی کو یا بجائی منیونک کو حملہ کے روکنے میں غفلت کرنے کی وجہ سے معزول کر دیا تھا یوکرین پر حملہ کر
پانسو روسیوں کو ایک دستہ کو شکست دیکر بھگا دیا۔ اور پھر اس علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ منیونک کی باقیماندہ فوج

اوس وقت سرمائی کوارٹرون مین پچھلی مہم کی کوفت کو دور کر رہی تھی۔ چنانچہ تاتار گھسے بند ون تمام علاقہ کو ویران کرتے پھرے اور دیگر مال غنیمت کی علاوہ تیس ہزار روسی پکڑ لیگئے۔ جن کو کریمیا کے بازارون مین غلام بناکر فروخت کر دیا گیا۔

روس کی اس دغابازیکے باوجود بابعالی لڑائی جاری رکھنا نہین چاہتا تھا۔ اوس ذریعے سفیر فرانس کو کہا کہ وہ بیچ بچاؤ کر کے مصالحت کرادے۔ ول نوروی باختیار خود ایسا کرنے کی جرأت نہ کرسکا۔ اوس نے اپنی گورنمنٹ سے استمزاج کیا۔ اور وزیر اعظم نے خود بھی بلاواسطہ فلوری کو خط تحریر کیا۔ ابھی کوئی جواب نہ آیا تھا۔ کہ آسٹریا نے از راہ بدنیتی خود بخود ثالث بننے کی درخواست کر دی مگر درصل اوس کی نیت یہ تھی کہ ٹرکی کو مصالحت کرادینے کے دھوکہ سے جنگی تیاریون سے جو وہ محاربہ کیلئے کر رہی تھی۔ روکدے اور ترکی صوبون کی لوٹ گھسوٹ اور غصب مین خود بھی روس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ چنانچہ ایماندار قیصر چارلس ششم نے جنوری ۱۷۳۶ء

مین روس سے خفیہ معاہدہ کر لیا تھا جس کی رو سے یہ شرط قرار پائی تھی۔ کہ آسٹریا مین افواج بھی روسی فوجون کے دوش بدوش ٹرکی پر حملہ کردین اس کے ساتھ ہی یہ ارادہ کر لیا گیا تھا۔ کہ جس طرح روس نے بلا اعلان جنگ اچانک حملہ آور ہو کر آزاف اور کریمیا پر حملہ کیا تھا۔ اسیطرح آسٹریا بھی ترکون کو غافل رکھ کر اون پر اچانک حملہ کر دے۔ اور اسی مدعا کے حصول کیلئے آسٹریا نے بیچ بچاؤ کر کے صلح کرادینے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ آسٹریا مین سفیر نے انگلستان اور ہالنڈ کے سفیرون کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ بانی وال دامحمد پاشاہان نیک بختون کی کرتوتون سے واقف تھا۔ اوس نے عثمانیہ وزراء کو متنبہ کر دیا کہ یہ صرف تمہین دھوکہ دینے کیلئے کارروائی کی جارہی ہو تاکہ چارلس کو اپنی وہ فوجین جو فرانس سے لڑائی کرنیکے بعد اٹلی سے بحال تباہ و خستہ واپس آئی ہین آراستہ کرنے کی مہلت ملجائے۔

فلوری نے بھی وزیر کو اسی مضمون کا خط لکھ کر اوسے بتادیا کہ "چارلس بالضرور اون اقرارون کی وجہ سے جو اوس نے زارینہ سے کیے ہوئے ہین۔ لڑائی مین شریک ہو جائینگے۔"

مگر باب عالی کی چند یونانی ملازمون کی سازشین جن کو رشوت دیکر روس نے گانٹھ لیا ہوا تھا ان مشورون پر غالب آگئین۔ بابعالی نے آسٹریا کی ثالثی منظور کر لی۔ اور مقام نمی روف مین آسٹریا۔ روس اور ٹرکی کے سفراء کی کانگرس مصالحت کی گفتگو اور تصفیہ کیلئے جمع ہوگئی۔ جہان نومبر ۱۷۳۶ء تک آسٹریا اور روس کے ایلچیون نے ترکی سفیرون کو باتون مین لگائے رکھا آخر جب دیوان اس توقف اور التوی سے تنگ آگیا۔ اور اوس نے شرائط مصالحت کے صاف صاف سنائے جانیکا مطالبہ کیا۔ تو روسی اور آسٹرین سفیرون نے جنہین اس سوانگ کو اب اور زیادہ عرصہ کیلئے قائم رکھنے کی ضرورت نہ رہی تھی۔ ایسی شرطین سنائین کہ اور ایک سو برس کی مزید شکستون اور ذلتون کے باوجود بھی ترک اون کے ماننے پر رضامند نہین ہوئے تھے۔ روس نے جو شرطین پیش کین وہ یہ تھین کہ اولاً تمام سابقہ عہدنامے جو روس اور بابعالی مین ہو چکے ہین منسوخ کر دیئے جائین۔ ثانیاً۔ کریمیا۔ کوبن اور تمام وہ علاقے جن مین تاتاری آباد ہین روس کے حوالہ کر دیئے جائین۔ ثالثاً والیشیا اور مالڈیویا کو روس کی حمایت واقتدار مین خود مختار ریاستین تسلیم کیا جائے۔ رابعاً بابعالی روس کے فرمانروا کے واسطے بادشاہ یعنی قیصر کا خطاب منظور کرے۔ پنجم روسی بیڑہ کو بحیرہ اسود۔ باسفرس اور ڈارڈنیلز کے راستہ بحیرہ روم کو آنے جانے کی عام اجازت دیجائے۔

آسٹریا نے بوسینا اور سرویا مین مزید علاقون اور رینز و الیشیا مین دریائے ڈوم ہو دنیا تک سرحد کی توسیع کا مطالبہ کیا۔ ترکی سفیر ان مطالبون کو سُن کر ششدر رہ گئے۔ اور اونہون نے ان متکبرانہ دعاوی کو معقول و مناسب ناراضگی کے ساتھ مسترد کر دیا۔

اس موقعہ پر ترکی سفرا نے بحث و گفتگو کی ایک نئی طرز اختیار کی۔ جو ونکی زبان سے بالکل عجیب معلوم ہوتی تہی۔ اونہون نے حسب معمول قرآن شریف کو حوالہ دینے کے علاوہ اپنے مخالفون کی بے ایمانی کے ثبوت مین انجیل اور قانون ملل پر عیسائی مصنفین کی کتابون سے مدد لی۔ دوسری طرف روسی اور آسٹرین سفرا نے عثمانیون کو طعن دیا کہ "تمہارا مذہب تو یہ کہتا ہے کہ کفار کو اسلام کی دعوت کرو۔ اگر وہ نہ مانین۔ تو اون کا مقابلہ کرو۔ پھر تم کہان کے سچے مسلمان ہو کہ اپنی شریعت کے برخلاف عیسائیون سے مصالحت کی گفتگو کرتے ہو"

ترکون نے جواب دیا کہ "جس حکم کا تم حوالہ دیتے ہو۔ وہ صرف بُت پرستون (مشرکین) اور منافقین (ملحدین) کیلئے ہے۔ توریت۔ انجیل اور زبور کے ماننے والے جس وقت جزیہ دینا قبول کرین۔ یا صلح کی درخواست کرین۔ تو تلوارون کو سرون سے اُٹھا لینا اور اون سے صلح کر لینا واجب ہو۔ تم اس سے یہ نہ سمجھو کہ ہم زبردستی صلح کرنا چاہتے ہین۔ جو کچھ تمہارا منشا ہو۔ باب عالی اوس کو دیتا ہے۔ ہم اون ہی ترکون کی اولاد مین جنہون نے تمکو مہاٹس اور سرسلین کے میدانون مین پامال کیا تھا۔ مگر ہم یہ سوال کرنے سے باز نہین رہ سکتے۔ کہ کیا عیسوی مذہب آسٹرین قیصر کو یہ اجازت دیتا ہے کہ سلطان محمود کی تخت نشینی پر اوس نے جس مصالحت کیلئے حلفی اقرار کیا تہا۔ اوسے توڑ دے" اس سوال سے آسٹرین سفیر لاجواب ہو گئے۔ اور اون مین سے ایک کو آخر صاف اقبال کرنا پڑا کہ "ہم لوگ اپنی اپنی گورنمنٹون کے ملازم اور محض بندگان حکم مین۔ مین لڑائی کے بانی مبانیون پر دل سے لعنت بہیجتا ہون"

اتنے مین اوس کے حواس کچھ قائم ہو گئے۔ اور ریسی بے باکی اور ہٹ دھرمی عود کر آئی۔ اس فقرہ کے بعد اوس نے ازاد کیا کہ "اس لڑائی کے بانی مبانی خود ترک ہین۔ اونہون نے پہلے ہی سے روس کو اپنے بچاؤ کیلئے حملہ ہونے پر مجبور کیا۔ اور اس طرح سے قیصر آسٹریا کو بہی اپنے رفیق روس کے ساتھ بوجہ اتحاد لڑائی مین شریک ہونا پڑا۔ پس اس لڑائی اور خونریزی کا تمام وبال تم پر جو اوس کے باعث و محرک ہو پڑے گا" ترکی سفیر یہ سُن کر پکار اٹھا "میری بہی یہی دعا ہے کہ لڑائی کے بانی مبانیون پر اوس کا وبال پڑے۔ خدا سچے اور جھوٹے کا انصاف کرے۔ اور اوسکی تلوار غضب اوسی پر وار د ہو جو جھوٹا ہے" سب حاضرین نے آمین کہا۔ کانگرس برخاست ہو گئی۔ اور کاذب و صادق کا تصفیہ لڑائی کے پانسہ پر چھوڑ دیا گیا۔

ایک طرف روسی اور آسٹرین وکلا اور ایلچی اس دغابازانہ نامہ و پیام اور گفتگوے مصالحت کا جال تننے مین لگو رہے۔ اور دوسری طرف اونکی فوجون نے ترکون پر حملہ کر دیا۔ دونون کی اُمنگین اور حوصلے تو یکسان تہے۔ مگر نتیجہ یکسان نہ نکلے۔ میونک نے بمقام ملی رون کانگرس کے جمع ہونے سے دو مہینہ پہلے، ہزار فوج اور مختلف حجمون کی چھ سو توپون سے پھر لڑائی شروع کر دی تہی۔ وہ بالکل سینٹ پیٹرزبرگ اوسپر بدرجہ کمال مہربان تہا۔ اور اوس نے اس بات کی کچھ پروا نہ کر کے کہ پچھلے سال مارشل نے کریمیا کی

ہم مین ہزارہا روسیون کی جانین ضائع کردی تہین سلطنت کو کل وسائل نے محاربہ کیواسطے اوس کے اختیار مین دیدیئے تھے میونک نے ۱۸۳۶ء کو پہلے ہیینے گوداموں اور چھکڑون کے جمع کرنے ۔ ٹٹوون پنیدے کو اگن بوٹون کا بیڑہ تیار کرنے اور فوج کی تربیت و نظام کو مکمل کرنے مین صرف کیئے ۔ اوس کی سخت گیری سفاکی کی حد تک پہونچی ہوئی تہی ۔ مگر روسی افواج جو اس وقت سے لیکر اب تک پابندی احکام اور نظام کے لیئے مشہور آفاق ہو رہی ہین ۔ اس امر کی بنیاد اسی سخت گیری کی بطفیل قائم ہوئی تہی ۔

کریمیا پر دوبارہ حملہ کرنیکا کام اوس نے جنرل لاسکی کے سپرد کیا ۔ اور خود بحیرۂ اسود کے شمال مغربی ساحل کی کنارہ کنارہ بڑہکر عشاکوف کے مشہور شہر کو لینے کا عزم کیا ۔ ۵م جون کو اوس نے دریا بوگ کو عبور کیا ۔ ترکون نے جن کی فوج باہستگی مقام بنڈر مین جمع ہو رہی تہی ۔ اوسکی کوئی مزاحمت نہ کی ۔

۱۰ جولائی کو روسی سپاہ عشاکوف کے سامنے خیمہ زن ہو گئی ۔ ترکی جرنیلون نے میونک کے پہونچنے سے پہلے اپنی جدید فوج کا ایک ڈویژن عشاکوف بہیجدیا تہا ۔ جس سے وہان کی ترکی فوجکی جمعیت جس کے پاس توپ خانہ اور ہر قسم کا سامان وافر موجود تہا ۔ ۲۰ ہزار کی ہو گئی تہی ۔ ترک نہایت مردانگی سے لڑے اور اونہون نے کئی دفعہ باہر نکلکر ایسی سختی سے دہاوے کیئے کہ روسیون کے چھکے چھوٹ جاتے رہے ۔ اور اون مین اس قدر خونریزی ہوتی رہی ۔ کہ اگر انہین باقاعدہ لڑائیون کی ذیل مین شمار کیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا ۔ میونک کی فوجکو رسد اور محاصرہ کے معمولی سامان کی قلت سے تکلیف اٹہانی پڑی ۔ مگر میونک عجب بیباکی اور استقلال سے محاصرہ پر ثابت قدم رہا ۔ حتی کہ خود اوس کے افسر بھی اس پر معترض ہونے لگ گئے ۔ مگر وہ آخر کار و محض طالع نیک کی یاوری سے اپنے مدعا مین کامیاب ہو گیا ۔

دو دن کی مسلسل روسی گولہ باری سے شہر مین آگ لگ گئی ۔ جسے دیکھ کر میونک نے فوراً اپنی کل فوج کو دہاوے کا حکم دیدیا ۔ اوس کے حملہ آور دستون کے پاس کوئی زینہ اور خندقین پر کرنے یا دیگر مزاحمتون کو دور کرنیکا سامان نہ تہا ۔ نہ اوس نے اس امر کی کچھ پرواکی ۔ کہ جسطرف دہاوا کیا جا رہا ہے اوس طرف شہر کے مورچون اور فصیلون کی کیا کیفیت ہے ۔ روسی دیوانہ وار فصیل کے پایئن تک پہونچگئے ۔ اوس سے آگے عمیق خندق تہی ۔ جس نے اونکی پیشقدمی کو قطعاً روک دیا ۔ روسی کمال مگر فضول بہادری سے تقریباً دو گہنٹون تک خندق کے کنارے پر محصورین کی سخت گولہ باری اور رائفلی باڑہون کی تابڑ توڑ بوچھاڑ مین رہکر فضول بار بار جلاتے رہے ۔ آخرش اون کے قدم اکہڑ گئے ۔ اور وہ سراسیمہ و پریشان پیچھے کو بہاگ گئے ۔ اگر ترکی کمانڈر اوس وقت کل فوج لیکر بھگوڑون پر دہاوا کر دیتا ۔ تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ محاصرہ کے اٹہادینے مین کامیاب ہو جاتا ۔ اور اس مین بہی کوئی شک نہین کہ میونک کی تقریباً کل فوج پامال ہو جاتی ۔ مگر افسوس صرف معدودے چند محصورین نے روسیون کا تعاقب کیا ۔ جس سے میونک کو تہوڑے ہی عرصہ مین اپنے آدمیون کو تازہ دم اور آراستہ کر کے پھر حملہ کیلیئے تیار ہو جانے کا موقعہ ملگیا ۔ آگ شہر مین زور و شور سے پہیلتی چلی جا رہی تہی حملہ اولین سے بعد جو پہلی صبح آئی ۔ اوس کو ترکون کا بڑا بارودی میگزین اس آگ سے اڑ گیا ۔ اور ۶ ہزار ترکان جانباز اس حادثہ سے ضائع ہو گئے ۔ اس مصیبت ناگہانی سے ترکی سرعسکر کے اوسان خطا رہے ہو گئے ۔ آگ ادہر بہی تیزی سے بڑہتی چلی آتی تہی ۔

ادہر اوس نے دیکھا کہ روسی حملہ کیلئے پھر تیار ہو رہے ہین اِس سے اوس کے رہے سہے حواس باختہ ہو گئے اور اوس نے سفید جھنڈا اٹھا کے اِس شرط پر اطاعت مان لی کہ اوسے اور اوسکی فوجکو اسیران جنگ سمجھا جائے۔ معاہدہ حوالگی کی شرائط کی ابھی تعمیل ہی ہو رہی تہی۔ کہ روسی ہوزارون اور ڈان کے کاسکون نے شہر مین بالجبر داخل ہو کر اوسے لوٹنا شروع کر دیا۔ سر عسکر اور اوسکی فوج کا کچھ حصہ اوس وقت تک دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے لیئے شہر سے باہر نکلچکا تہا۔ روسی سپاہ نے بے ایمانی کر کے اون پر بھی حملہ کر دیا۔ اور اکثر کو قتل کر کے باقیماندہ کو پھر شہر مین دھکیل دیا۔ اس پر سر عسکر نے میونک کو کہلا بھیجا۔ کہ مین تمہارے رحم پر بھروسہ کر کے اطاعت مانتا ہون۔ اور اپنی اور اپنے آدمیون کیلئے امان کی التجا کرتا ہون۔

یہ پیغام سن کر میونک نے اپنی فوج اردل کی ایک رجمنٹ بھیجدی۔ جو سر عسکر اور تین اور چار ہزار کے درمیان ترک سپاہیون کو بطور اسیران جنگ روسی کیمپ مین لے آئی۔ جہان روسیون نے پھر غداری کر کے ترکون کو کمال سفاکی سے بیدریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر سینکڑون ترک بے تحاشا سمندر مین کود پڑے تا کہ تیر کر اون چند ترکی جہازون پر جو بندر اون محاصرہ شہر کے قریب لنگر زن ہو گئے تھے۔ پہونچ جائین۔ مگر یہ کوشش محض فضول تہی۔ وہ سب کے سب غرق ہو گئے۔ یہ جہاز شہر کے مفتوح ہو جانے پر فوراً لنگر اٹھا کر چلدیئے۔ اور یہ بری خبر قسطنطنیہ کو جا پہونچائی۔ روسیون نے ۱۷ ہزار ترکونکی لاشین دفن کین انکو اس محاصرہ و فتح مین ۴ ہزار آدمی قتل و مجروح ہوئے۔ مگر بیماری تکان اور قلت رسد سے حسب معمول اونکا بہت ہی زیادہ نقصان ہوا۔ میونک نے فتح کے بعد جب جائزہ لیا۔ تو معلوم ہوا کہ آغاز محاربہ کی نسبت اوسکی فوج اب بیس ہزار کم ہو گئی ہے۔ اوس کا ارادہ اب بندر پر پیشقدمی کرنیکا تہا۔ مگر ترکون نے اوس جنگل مین جو راستہ مین پڑتا تہا۔ آگ لگا دی ہوئی تہی۔ اس کی خبر ملنے پر میونک نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور اپنی فوجی جمعیت کو مضبوط و آراستہ کرنے کے لیئے یوکرین کو واپس ہٹ گیا۔ مگر جانے سے پہلے عشاکوف کے قلعہ و فصیل کی مرمت کر کے وہان اوسکی حفاظت کے لیئے کافی فوج چھوڑ گیا۔

دریں اثنا جنرل لاسکی نے ۴۰ ہزار فوج سے کریمیا پر حملہ کر دیا۔ بحیرہ اسود مین ایڈمرل بریڈل کی زیر کمان ایک زبردست بیڑہ جہازات اوس کی امداد کرتا رہا۔ اور بحیرہ آزاف مین خود جنرل مذکور نے چھوٹے اگن بوٹون اور کشتیون کا بیڑہ تیار کرا لیا تہا۔

خان کریمیا نے پریکاپ کی دیوار کو نہایت احتیاط سے مرمت کر کے اوس کے پیچھے اپنی فوجکو مامور کر دیا تہا۔ اور اوسے توقع تہی کہ وہ پہلے خان کی نسبت روسیون کی پیشقدمی کا بخوبی مقابلہ اور مزاحمت کر سکیگا۔ مگر لاسکی نے فصیل کو ایک طرف چھوڑ کر اوس تنگ اور چھوٹی سی لس کے کنارہ کنارہ جو ینی شی کے قریب برعظم سے شروع ہو کر تقریباً بحیرہ متعفن کے کل دہانہ کے برابر برابر ارابات واقع کریمیا کی طرف بڑھی چلی گئی ہے۔ پیشقدمی کی۔ جہان کہین اس مین رخنے تھے۔ اون پر پل بنا دیئے گئے۔ یا اون کو لکڑیون سے پاٹ دیا گیا۔ یہ ایسا خطرناک کام تہا کہ ایک کو سوا باقی تمام جرنیل اس راستہ سے گذرنے کے مخالف تھے۔ وہ سب جمع ہو کر لاسکی کے خیمہ مین آئے۔ اور اوسکی تجویز کی مخالفت کر کے کہا کہ اس سے کل فوجکی سلامتی معرض خطر مین پڑ جائیگی۔

اسکی نے جواب دیا کہ کونسا جنگی کام ہے جو خطرہ سے خالی ہو سکتا ہے۔ اگر تم لوگ ایسے ہی ڈر پوک ہو تو واپس چلو جاؤ۔

یہ کہکر اوس نے اپنے سکرٹری کو اون افسرون کیلئے پروانجات راہداری لکھنے کا حکم دیدیا۔ اور ساتھہ ہی دو سو ڈریگونون کا دستہ طلب کیا کہ وہ افسرون کو مع نوکرین پہونچا آئے۔ اور مہم کے خاتمہ تک یہ افسر وہین رہین۔ لاسکی کی ثابت قدمی اور مستقل مزاجی دیکھ کر افسر اپنے قصد سے باز آگئے۔ مگر لاسکی نے تین دن تک اونکی خطا معاف نہ کی اور اون سے کوئی گفتگو نہکی۔ یہ جو امر در آشتہ کا باشندہ تہا وہ مذکورہ بالا راستہ سے بخیریت گذر کر جولائی ۱۷۳۶ء کو کریمیا مین داخل ہو گیا۔ اور اوس کا ایک آدمی بہی ضائع نہ ہوا۔ کریمیا مین داخل ہو کر اوس نے مقام قرہ صو بازار کے قریب تاتاریون کو شکست فاش دی۔ اور پھر اس بدبخت ملک کی چہار کونٹ مین چکر لگا کر میونک کی فوج کی طرح بے تعداد دیہات۔ قصبات اور فصلون کو خاک سیاہ اور باشندون کو تہ تیغ کیا۔ اس وحشیانہ مشن سے فارغ ہو کر وہ اگست مین بحیرہ متعفن کے تنگ ترین موقعہ پر مقام شونگر کے قریب پل بنا کر کریمیا سے رخصت ہو گیا۔ روسی بڑے فخر سے لکھتے ہین کہ اس مختصر سی مہم مین اونکی فوج نے چہ ہزار مکانات ۳۸ مسجدین دو گرجے اور پچاس کارخانے آگ لگا کر تباہ و منہدم کیئے۔

یہ لڑائی ابہی جاری تہی کہ آسٹریا نے بہی دغابازی مین اپنے رفیق روس کی تقلید کرکے جس کی کمانڈر میونک نے اسیطرح پچہلے برس آذاف پر حملہ کر دیا تہا۔ ۱۷۳۷ء مین بلا اعلان جنگ اچانک شہر نسا پر یورش کر کے ترکی سے جنگ شروع کر دیا۔ ایک آسٹرین فوج فیلڈ مارشل سکندروف کو زیر کمان جولائی مین سرویا کے عثمانیہ علاقہ مین داخل ہو گئی۔ اور اسیوقت ایک اور آسٹرین فوج نے بوسینیا کے ترکی مقبوضات پر حملہ کر دیا۔ نسا باسانی فتح ہو گیا جس کے بعد سکندروف نے اپنی فوج کا کچھ حصہ ویڈن کی تسخیر کیلئے بہیجدیا۔ مگر ترکون نے اس انتظار مین وہان کی فوج کو کمک پہونچادی۔ اور حملہ آور دریا تیموک اور دریا ڈینیوب کے کنارون پر ادہر اودہر سراسیمہ وار بہرتے رہکر بیماری اور قلت رسد سے ہزارون کی تعداد مین ہلاک ہو گئے۔ آسٹریون نے نشہ غرور سے مخمور اور بادۂ نخوت سے سرمست ہو کر یہ لڑائی شروع کی تہی۔ اون کو اپنی جنگی قابلیت اور طاقت پر کامل غرہ ہو گیا تہا۔ اور دشمن کی اونکی نگاہون مین کچھ وقعت نہین رہگئی تہی۔ اون کا خیال تہا کہ جس طرح اپنے نامور سپہ سالار پرنس یوجین کے ماتحت اون کو ترکون پر پے در پے کامیابی ہوتی رہی تہی۔ اوسیطرح اب بہی وہی نقشہ رہیگا۔ پس ترکون کے برخلاف پیشقدمی کرنا فتح کرتے چلے جانے کے مرادف ہے۔

آسٹرین وزرا اپنے فوجی افسرون سے بہی بڑہ کر نشہ کبر و نخوت سے سرشار ہو رہے تہے جس کی کیفیت ایک ہی واقعے سے بخوبی واضح ہو جائے گی۔ ایک جرنیل نے وائنا کی اعلے فوجی کونسل مین کہا کہ ہمارا توپ خانہ کمزور ہے۔ ہر پلٹن کو دو دو توپین بہم پہونچا کر اس کی کمی کو پورا کر دیا جائے۔ کونسل نے اوسکی یہ تجویز نہ کو یہ کہکر مسترد کر دیا۔ کہ ہماری فوجین توپون کی کمی کے باوجود ہمیشہ ترکون کو شکست دیتی رہی ہین۔ اب ترک کہان کے بہادر ہو گئے ہین کہ توپون کو بڑہایا جائے۔ جب جنگ کنندہ [illegible] اور فوجی شیرون کا یہ رنگ ہو تو نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ اس سرکشی کے طبعی نتائج بد محاربہ کے شروع مین ہی ہویدا ہو گئے۔

آسٹریون کو جلد معلوم ہو گیا کہ ترک شجاعت اور قابلیت سے لڑ رہے ہین۔ اور اونہون نے غنیم کو پامال کرنے کیلئے شتابکاری سے کام لیکر جس قدر کوششین کین۔ سب مین سخت مونھ کی کھائی۔ اودہر پہلی شکست ملتے ہی آسٹری جنرلون نے آپس مین لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا جس سے اونکی افواج کی مصیبتون مین جلد اور بھی اضافہ ہو گیا۔

ترکون کی طرف خود وزیر اعظم سپہ سالار تہا۔ اور نو مسلم احمد پاشا بونوال، اوس کا مشیر و معاون تہا جس کی بے نظیر فوجی قابلیت سے ترکی فوج کا نظام بہت عمدہ ہو گیا ہوا تہا۔ اور وہ جو فوجی چال چلتے تہے اوس مین غیر معمولی طور پر پوری پوری کامیابی ہوتی ہی۔ آسٹریون کے حوصلے تھوڑے ہی عرصہ مین پست ہو گئے۔ اور سکندروف اپنی بقیۃ السیف فوج کو لیکر ہنگری کو واپس چلا گیا۔ ترکون نے نش کو پھر فتح کر لیا۔ اور بعد ازآن کئی طرفون سے آسٹرین علاقون مین داخل ہو گئے۔ بوسینیا مین بہی لڑائی کا نتیجہ یکسان ہوا۔ مذکور کے مسلمان باشندون نے متفق و متحد ہو کر نہایت پر جوشی اور شجاعت سے حملہ آور عیسائیون کا مقابلہ کیا۔ اور گو آسٹری فوج کو چند خفیف سی فتوحات حاصل ہوئین تاہم اوسے سال کے ختم ہونے سے پہلے ہی سخت ذلت اور نقصان عظیم کے ساتھ بوسینیا سے باہر نکال کر پیچھے ہٹا دیا گیا۔ آسٹریا کو اپنی بے ایمانی۔ سرمستی اور غداری کا خاصہ بدلہ مل گیا۔ اور جو تھوڑی بہت کچھ کسر باقی رہگئی تہی۔ وہ دوسرے برس نکل گئی۔

دوسرے برس (۱۷۳۸ء) قیصر نے اپنی افواج کی کمان پر نئے جرنیل مقرر کیئے۔ ترکی وزیر اعظم بہی اس اثنا مین نیا مقرر ہوا تہا جس کا نام یگن محمد تہا۔ ترکون نے اس دفعہ مدافعت کو پہلو پر رہکر آسٹرین پیشقدمی کا انتظار کرنے کی بجائے قابل تعریف دلیری اور مردانگی سے خود جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ وزیر کے پاس جرار فوج موجود تہی۔ اوس نے ہنگری کے قصبہ میڈیا کو فتح کر کے ارسودا کے مشہور قلعہ کا جو دریائے ڈینیوب کے کنارہ پر واقع ہے۔ محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ ابہی قائم تہا کہ آسٹریون نے میڈیا کے قریب بمقام کورنیا ترکی فوج کے ایک دستہ پر جو حاجی محمد کے زیر کمان تہا۔ ۴ جولائی ۱۷۳۸ء کو حملہ کر کے اوسے بہگا دیا۔ مگر اس معرکہ مین بہی باوجود فتح ترکون کی نسبت اون کے زیادہ آدمی ہلاک ہوئے۔ یہ خبر سنتے ہی وزیر اعظم کمک لیکر پہنچ گیا۔ اوس نے آسٹریون کو میدان سے بہگا کر مقام سمندریا کو فتح کیا۔ اور واپس جاکر پھر ارسودا کا دوبارہ محاصرہ کر لیا جس نے ۱۵ اگست کو عثمانلیون کی اطاعت قبول کر لی۔

آسٹرین جنرلون مین ان شکستون سے سال گذشتہ سے بہی زیادہ پھوٹ پڑ گئی۔ اور وہ سخت شکستہ دل اور مایوس ہو کر اپنی فوجون کو ساتھ لیئے ہوئے اندہا دہند پیچھے کو اٹھ دوڑے۔ اور جب تک بلغراد کی فصیل کے اندر نہ پہونچ گئے۔ اون کو دم مین دم نہ آیا۔ ترکی سوار بہی اونکا کہوج دبائے چلے آتے تھے۔ اونہون نے آتے ہی شہر کے اردگرد کی بلندیون پر قبضہ کر لیا۔ آسٹرین فوج نامردون کی طرح شہر مین چھپے ہوئے اونکا مونھ دیکہتی اور وبائی امراض سے گلتی سڑتی رہی۔ مگر اون کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکی۔ البتہ آسٹرین ہوزارون کی ایک بیڑہ نے جوانمردی سے کام لیکر ترکون کا مقابلہ کرنے کی جسارت کی جسے نقصان عظیم کے ساتھ تتر بتر کر دیا گیا۔ کچھ دنون کے بعد وزیر نے خود ہی اپنے سوارون کو واپس بلا کر بغرض فیصلہ ہی لڑائی کو بند کر دیا۔ اور سلطان نے اپنے سپہ سالار افسرون اور نیز ہر سپاہی کو جنہون نے

میدان جنگ مین شجاعت و نیک چلنی سے کام لیا۔ انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔

۱۷۳۸ء مین گو ترکون کو روسیون کے برخلاف ویسی ہی کامیابی نہ ہوئی جیسی کہ آسٹریون کے برخلاف ہوئی تہی تاہم انہون نے اپنے ان زبردست اور مہیب دشمنون کو بحیرۂ اسود کے سواحل پر کچھ بہت زیادہ نہ بڑہنے دیا۔ مارشل میونک پہر حرکت کرکے دریا نیپر اور دریا بوگ سے گذر آیا۔ اور ہر چو ترکی و تاتاری فوجین اوسے ان دریاؤن کے قریب ملین اونکو ہزیمت دیکر بہگا دیا۔ مگر دریائے نیسٹر کے قریب پہونچنے پر اوسے ایک زبردست ترکی فوج ایک نہایت مستحکم مقام مین خیمہ زن ملی۔ روسی مارشل مقام بندر کو جانے کے لیے بڑہا چلا آرہا تہا یہ فوج اوسی قصبہ کے رستہ مین مقیم تہی اور اوس کی جمعیت ایسی زبردست تہی کہ روسی فوج اوس کو مطلقاً نہین ہٹا سکتی تہی۔ تاہم فریقین مین کئی معرکہ آرائیان ہوئین جن مین سے ایک مین بقول بعض مورخین صوبہ بوجاق کے سرعسکر ساسی غیر نے ۱۲ ہزار تاتاری سوارون اور ۲۰ ہزار ترکون کی فوج سے روسی فوجکو سخت نقصان پہونچایا۔ یا بقول ترکی مورخین مسلمانون کی تیغ ہائے بران سے ہزار ہا ملاعین جہنم واصل ہوئے۔ مگر بیماری اور قلت رسد حسب معمول روسیون کیلیے ترکون اور تاتاریون کی تلوارون سے زیادہ خطرناک اور مہلک دشمن ثابت ہوئی۔ اور میونک موسم خزان مین اپنی فوج لیکر جسنے نقصان تو بیحد اوٹہایا مگر حاصل کچھ نہ کیا تہا یوکرین کو ہٹ گیا۔

مارشل لاسکی نے اس سال بماہ جولائی پہر کریمیا پر حملہ کیا۔ وہ تیس بتیس ہزار فوج لیکر خاکنائے پریکاپ کے شمالی حصہ مین نمودار ہوا جس سے خان کریمیا کو یقین ہو گیا کہ اب کے روسی نے فی الواقع اسی راستہ سے کریمیا مین داخل ہونے کا ارادہ رکہتے ہین۔ اور اسنے فصیل پر دشمن کی کما حقہ آؤ بہگت کرنے کا پورا پورا انتظام کر لیا۔ مگر اوس کی کل تیاریان بیکار رہین۔ لاسکی اسی راستہ سے کریمیا مین داخل ہوا۔ اور اوس کے ایک آدمی کو بھی گزند نہ پہونچا۔ کیونکہ فصیل پر حملہ کرنے کی بجائے سال گذشتہ کی طرح ایکبہی انسنے عجیب تہورانہ تدبیر سے کام لیا۔ بحیرہ آزاف کا وہ حصہ جو خاکنائے کی شرقی جانب سے متصل ہے۔ یعنی بحیرہ متعفن[1] اول تو ہمیشہ ہی مگر موسم گرما مین بالخصوص پایاب ہوتا ہے۔ پس اگر اس موسم مین چند گھنٹون کے لیے بہی پچہم کی طرف سے زور کے ساتھ ہوا چلے تو بحیرہ مذکور کی تہ پانی کے مشرق کو ہٹ جانے کی وجہ سے بالکل خشک ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح سے خاکنائے پریکاپ کے علاوہ بر اعظم اور کریمیا کے درمیان خاصہ خشک راستہ موجود ہو جاتا ہے۔ لاسکی نے اسی راستہ سے کام لیا۔ ۲ جولائی کو حسب مراد ہوا چلنی شروع ہو گئی۔ اور لاسکی نے اوسی وقت ساحل پر فوج کو اکہری لائن مین صف آرا کرکے خلیج یا بحیرہ کی تہ سے گذرنا شروع کر دیا۔ اور ہوا کے تہمنے اور پانی کے واپس آجانے تک اوس کی کل فوج گذر گئی۔ صرف چند گاڑیان جو عقب مین تہین ضائع ہوئین کیونکہ فوج کے گذرتے ہی مغربی ہوا بند ہو گئی تہی تاتاری فصیل کے قریب بیٹہے رہے۔ اور روسی اوسے پہلو پر چہوڑکر اوس کے اون کے علاقہ مین داخل ہو گئے۔ لاسکی نے فی الفور پریکاپ پر عقب کی طرف سے حملہ کر دیا۔ اور شہر نے ۶ جولائی کو اطاعت قبول

[1] بحیرۂ متعفن بحیرہ آزاف کے اوس حصہ کو کہتے ہین جو متذکرہ صدر خاکنائے اراباٹ کے مغرب مین اور کریمیا کے شمالی حصہ کے مشرق مین ہے
ناظرین کی آسانی کے لیے بحیرۂ اسود کے ارد گرد کے تمام علاقون کا نقشہ دیدیا گیا ہے۔ مولف

کرلی۔ تاتاریوں نے لاسکی کی فوج کے ایک حصہ سے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا کر بھاگ گئے۔ لاسکی نے یہ چڑھائی قصبہ کافہ پر قبضہ کرنے کے لیئے کی تھی۔ اوس وقت وہ کریمیا میں مستحکم ترین مقام سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ عام خیال تھا کہ اسکے فتح ہو جانے پر کل جزیرہ نما کو فتح کر لینا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن سنین گذشتہ میں روسیون نے ملک کو ایسا ویران کر دیا تھا کہ لاسکی کو اپنی فوج کے لیئے رسد اور چارہ ملنا محال ہو گیا۔ ادہر رسد لانیکا کام جس روسی بیڑہ کے سپرد کیا گیا تھا۔ اوسے طوفان نے نیم تباہ کر کے ساحل سے بہت پرے ہٹا دیا۔ جبپر لاسکی کو چند منزلین بے فائدہ طے کرنے کے بعد پریکاپ اور وہان سے اپنے ملک کو واپس ہٹ جانا پڑا۔

بدوران محاربہ مصالحت کیلئے کئی دفعہ نامہ و پیام شروع ہو کر بیچ مین ہی رہجاتا رہا تھا۔ ۱۷۳۵ء کے موسم سرما مین فرانس کی وساطت سے پھر از سر نو سلسلہ جنبانی کی گئی یہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ کہ روس کے ساتھ اعلان جنگ کرنے کے ساتھ ہی باب عالی نے جو لڑائی کا ایسا خواہشمند نہ تھا۔ فرانس کو لکھا تھا کہ یا بیچ بچاؤ کر کے مصالحت کرا دی جائے یا فرانس ٹرکی کی مدد کرے فریج وزیر اعظم نے اس بارہ مین قطعی جواب دینے سے پہلو انگلستان سے امتزاج کر لینا ضروری سمجھا۔ مگر اوسنے آسٹریا کی درخواست ثالثی کا حال سنتے ہی قطعی جواب دینے سے پہلو دیوان کو قیصر کی غداری سے بچتے رہنے اور اوس کے دہوکے مین آنے سے لکھدیا تھا جس نصیحت کا جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہو کچھ فائدہ نہ ہوا۔

فلوری نے انگریزی سفیر متعینہ پیرس کو وہ سب نقصانات جو روس کی طاقت اور مملکت کی بڑہنے سے انگلستان کی اغراض کو پہونچنے یقینی تھے۔ بالوضاحت بتا دیئے۔ مگر دربار انگلستان نے اس کے جواب مین اوسے صاف کہلا بھیجا کہ اگر فرانس نے ترکون کی طرفداری کی تو انگلستان کو مجبوراً آسٹریا کے ساتھ شریک ہو جانا پڑے گا۔ اسپر فلوری نے مارکوئیس ول نو ول کو ہدایت کی کہ جسطرح ہو سکے روس اور ٹرکی مین مصالحت کرا دو۔ اور یہ خیال رکھو کہ اس مصالحت مین روس کو بحیرہ اسود پر جہاز رانی کی اجازت نہ ملے۔ باب عالی اگر کچھ انکار کرے تو اوسے اچھی طرح سے سمجھا دو۔ کہ لڑائی جاری رکھنے سے قیصر بھی روس کے ساتھ شریک ہو جائیگا۔ اور قیصر کے ساتھ دوسرے عیسائی فرمانروا۔ یہ ہدایت ۱۷۳۷ء کے شروع مین کی گئی تھی۔ مارکوئس نے اپنا ایک معتمد بیرن ڈی ٹاٹ وزیر اعظم کے پاس جو اوس وقت بندر مین تھا بھیجدیا۔ اور خود کل حالات سلطان کے گوشگذار کر دیئے۔ جبپر ٹرکی تو مصالحت پر آمادہ ہو گئی۔ مگر روس کو دور کے خواب آرہے تھے اوس نے نہ مانا۔ اور چند دنون کے آسٹریا نے بھی غداری سے ٹرکی پر حملہ کر دیا۔ نمی روف کی گفتگوئے مصالحت اور کانگرس کی مفصل کیفیت اوپر درج ہو چکی ہے۔ ۱۷۳۸ء مین فرانس نے پھر کوشش کی۔ مگر روس نے اس دفعہ بھی ایسی سخت شرائط پیش کین۔ کہ اوسے خاموش ہو جانا پڑا۔

روسیون مین سب سے زیادہ مارشل میونک لڑائی کا خواہان اور صلح کا سخت دشمن تھا۔ اور زارینہ اور اوس کے مشیر اوس کی رائے کو بہت کچھ وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ۱۷۳۹ء کو محاربہ کے ختم ہونے پر مارشل مذکور اسی لیئے سینٹ پیٹرز برگ چلا گیا تھا کہ اپنا ذاتی رعب

ل کافا یا تیوڈوسیا۔ کریمیا کے جنوب مشرقی گوشہ پر واقع ہے۔ مولف

ڈالکر صلح نہ ہونے دی۔ اور قیصرہ کو خود قسطنطنیہ کی تسخیر کیلئے دلیرانہ کارروائی پر آمادہ کرے۔ وہ اس مہم کا کل بوجہ روسی فوج پر نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ بلکہ ترکون کی عیسائی رعایا کو اپنے مالکون کے برخلاف کھڑا کرکے اون سے بھی کام لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اوس نے دربار سینٹ پیٹرز برگ کو سلطنت عثمانیہ کے یوروپین حصہ کی طرف توجہ دلائی۔ کہ وہان کی واقعی حالت کو بغور دیکھنے سے اوس کی تجویز کا نہایت ہی سہل الحصول ہونا ثابت ہوجائے گا۔ عیسائی رعایا مسلمان آبادی سے بدرجہا زیادہ ہے اور گو وہ صدیون سے محکوم چلے آتے ہین۔ مگر اون کے دلون مین اپنے فاتحین کی طرف سے برابر نفرت اور کدورت موجود ہے۔ اور وہ روسی فتوحات کی توسیع کو بڑی اشتیاق بھری نگاہون سے دیکھ رہے ہین۔ اوس نے خود زارینہ کو مخاطب کرکے کہا کہ تمام یونانی آپ کو اپنا مستحق فرمانروا سمجھتے ہین۔ اور اون مین بے اندازہ جوش پھیلا ہوا ہے۔ اب اون کے اس جوش سے فائدہ اوٹھانے اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا وقت ہے۔ کیونکہ ہماری فتوحات سے جو اثر پڑا ہے۔ وہ ابھی تک سب کے دلون مین تازہ اور نمایان ہے۔ ایسا موقعہ پھر کبھی نہین آئے گا ؛

قیصرہ اپنی جھٹ پٹ مارشل مذکور سے جس کی تجویز کا نام "مشرقی منصوبہ" رکھا گیا تھا متفق الرائے ہو گئی۔ جنوبی روس کی فوجکو زبردست کمکین بھیجی گئین۔ اور صوبجات ایپائرس و تھیسلی مین وہان کے باشندون کو ترکون کے برخلاف بغاوت کرنے کے لیے تیار کرنیکے واسطے جاسوس اور قاصد روانہ کر دیئے گئے۔ اور ۱۷۳۹ء مین پھر لڑائی کے لیئے ترکی علاقہ پر پیشقدمی کیگئی۔ مگر اس دفعہ مینونک نے سابقہ محاربون کی تجربہ سے فائدہ اوٹھا کر بحیرہ اسود کے شمال مغربی ساحل کے کنارہ کنارہ دریائے نیسٹر کے دائین کنارے پر پہونچنے کی کوشش نہ کی۔ اوسے معلوم ہوچکا تھا۔ کہ اس راستہ مین قلت رسد وغیرہ سے لازمی طور پر تکلیفین اوٹھانی پڑین گی۔ وہان پہنچنے کے لیے اوسنے پولنڈ کے صوبہ پوڈولیا کا راستہ اختیار کیا۔ دربار پولنڈ نے جو اس لڑائی سے بالکل الگ تھلگ تھا تمام قانون ملکی اس صریح خلاف ورزی پر سخت اعتراض کیا۔ مگر مارشل نے اوسے کمال حقارت سے نظر انداز کرکے اوسکی کچھ پروا نہ کی۔ اور اوسکی روسی و کاسک فوج علاقہ مذکور سے اسطرح سے تاخت و تاراج کرتی ہوئی کہ وہ گویا دشمن کے ملک سے گذر رہی ہے۔ گذر کر ۲۷ اگست ۱۷۳۹ء کو بمقام سو کوزا ترکی قلعہ خوزین سے تخمیناً ۱۰ میل کے فاصلہ پر دریائے نیسٹر سے عبور کرکے ریاست مالڈیویا مین داخل ہو گئی۔ اور اوس نے بندر کے سر عسکر ولی پاشا کو جو غنیم کے مقابلہ کیلئے خوزین کے سامنے فوج لیکر پڑا ہوا تھا۔ ۱۸ اگست کو کامل شکست دیکر بھگا دیا۔ خوزین نے بھی لڑائی سے چند دن بعد روسیون کی اطاعت قبول کرلی۔ مینونک نے مشہور کانٹی مر کے خاندان کے ایک شاہزادہ کانٹی مر کو روس کی زیر حمایت مالڈیویا کا حکمران مشتہر کر دیا۔ اور کانٹی مر نے ترکون اور سلطانی گورنر کے برخلاف رعایا سے بغاوت کرا دی۔ بعد ازان مینونک صوبہ مذکور کے صدر مقام جاسی کی طرف بڑھا۔ جہان وہ اور شاہزادہ کانٹی مر بلا مزاحمت داخل ہو گئے۔ وہان سے روسی سپہ سالار بندر اور اس نواح کے دیگر مستحکم مقامات کو فتح کرنے کی نیت سے صوبہ بسرابیا مین داخل ہو گیا۔ تاکہ اسے فتح کرکے یوروپین ٹرکی کے قلب پر حملہ آور ہونے کے لیئے جنوب کی طرف بڑھنے سے پہلے اپنے عقب اور مواصلۃ الجیش کو محفوظ کر دے۔ مگر بالائی ڈینیوب پر اپنے رفقاء آسٹریلون کے پے در پے سخت شکست یاب

ہونے اور نیز اس امر کی خبر سننے سے کہ وہ مشترکہ دشمن (ٹرکی) سے نہایت عاجزی کے ساتھ صلح کی استدعا کر رہے ہین اسکی فاتحانہ پیشقدمی بیچ مین ہی رُک گئی۔

سلطان نے دربنولا بن محمد سے کسی بات سے ناراض ہوکر اوسکی جگہ حاجی محمد پاشا کو وزیر اعظم مقرر کر دیا تھا جسنے بھی اپنے متقدم کی طرح نوملکی سپہ سالاری اپنے ہاتھ مین رکھی۔ اور یہ اور زیادتی کی کہ سلطنت کی تمام چیدہ فوج بالخصوص اون بہادرون کو جو جنگ ایران سے واپس آئے تھے اپنی فوجمین بھرتی کرکے نئے رنگروٹ اور نالائق رجمنٹین اُن پاشاؤن کو بھیجدین جو روسیون کا مقابلہ کر رہے تھے۔ مگر علاوہ اسکے خود آسٹریون کے دونون جرنیلون والس اور نیبرگ کی قابل افسوس کمزوری اور نالائقی ہی اونکی شکست یابی کیلیئے کافی تھی۔ ان دونون جرنیلون کو قیصر چارلس ششم نے بڑے بھروسے کے ساتھ اس سال میدان جنگ کو روانہ کیا تھا۔ آسٹرین فوجکا حصہ کثیر مئی مین مقام پیٹر واڑدن کے قریب جمع ہوا۔ اوس مین گولندازون۔ ہوزارون اور دیگر سبک سیر اور بیقاعدہ سپاہ کو علاوہ ۵۰ ہزار فوج تھی۔ مارشل والس کا منشا مقام ارسودا کا محاصرہ کرکے محاربہ کو شروع کرنیکا تھا۔ قیصر نے اوسکو تاکیدی حکم دیا تھا۔ کہ پہلی موقعہ کو ملتے ہی غنیم سے کھلے میدان مین فیصلہ کن لڑائی کی جاوے آسٹری ۲۰ جون کو دریائے ساوے سے عبور کرکے ڈینوب کو دائین کنارے کو برابر برابر ارسودا کی طرف بڑھے۔ حاجی محمد پاشا کے پاس دو لاکھ فوج تھی۔ وہ ضلع سمندریا سے گذر کر مقام کروزرکا کے قریب ایک بلند مقام پر خوب مستحکم جگہ مقیم ہوگیا۔ والس جب کروزرکا کے قریب پہونچا۔ تو اوس نے خیال کیا کہ صرف غنیم کا ایک چھوٹا سا دستہ سامنے موجود ہے۔ اس غلط فہمی سے اوس نے فقط اپنی فوج ہلکی سواری (فوج سواران) ساتھ لیلی۔ اور حملہ کرنے کے لیئے ایک تنگ و عمیق درہ سے بسرعت گذر گیا۔ مگر درہ سے نکلتے ہی وہ کیا دیکھتا ہے کہ کل علاقہ تاکستانون اور جھاڑیون سے پُر ہے۔ اور اونکی وجہ سے صف آرا ہونا یا حملہ کرنا بالکل ناممکن ہے۔ ادھر چارون طرف سے اون پر سخت رائفلی آتشباری شروع ہوگئی۔ کیونکہ وزیر نے نہایت عقلمندی سے درہ کے دہانہ کے اردگرد فوج پیدل کو دستے متعین کر رکھے تھے۔ آسٹرین فوج سوارون کو فوج پیدل اور توپخانہ کی عدم موجودگی سے سخت نقصان اُٹھاکر کمال افراتفری کے ساتھ درہ سے پھر پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ غنیم کی پسپائی کے ساتھ ہی ساتھ ترکون نے آگے بڑھ کر درہ کو دونون کی بلندیون پر قبضہ کر لیا۔ اور پھر آسٹرین فوج پیدل کے میمنہ پر بڑی تُندی سے حملہ کر دیا۔ اور شام تک اس طرف گھمسان کی معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ رات کو والس اپنی فوج مقام ونزا کو ہٹا لیگیا۔

اس معرکہ مین دس ہزار آسٹروی قتل و مجروح ہوئے۔ اور گو معرکہ کے آخری حصہ مین ترکون کو بھی بہت نقصان پہونچا مگر فتح نے اس نقصان کی پوری تلافی کر دی تھی۔ اور اون کے حوصلے بیحد بڑھ گئے تھے۔ برعکس اس کے آسٹروی جرنیل پر ویسی ہی مایوسی اور شکستہ دلی چھاگئی۔ جیسے کہ وہ پہلے فرحان اور اپنی طاقت پر سرمست و نازان تھا۔ اور وہ ایسی بے دلی کی حالت مین جلد بلگریڈ کو واپس چلا گیا۔ ترک بھی تعاقب کرتے ہوئے اون کے پیچھے پیچھے پہونچ گئے۔ اور شہر کا محاصرہ کرکے اوسپر گولہ باری شروع کر دی۔ ترکی سپاہی ہر وقت یہ نعرے بلند کرتے رہتے۔ "خداوند کریم نے کفار کو عہد نامہ پاسارووٹز کی خلاف ورزی کی سزا مین اندھا اور بدحواس کر دیا ہے مسلمانون

ہونگی اُس بے حواسی اور کوتہ بینی سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ۔

والس اور نیپرگ نے جلد ہی محاصرہ سے تنگ آکر وزیر اعظم سے مصالحت کی التجا کر دی۔ ہالینڈ اور انگلستان نے بھی آسٹریا کی سفارش کی۔ مگر صدر اعظم نے انکار کر کے صاف کہدیا کہ جب تک فرانس کی معرفت درخواست نہ کی جائے۔ اوسے سماعت نہین کیا جائے گا۔

اسپر آسٹریا نے فرانس سے رجوع کیا۔ جسنے ثالثی کو قبول کر کے اپنے سفیر وِل نووی کو صلح کرا دینے کی ہدایت کی۔ اور وہ قسطنطنیہ سے شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ بلگریڈ پہنچگیا۔ اور مصالحت کی گفتگو شروع ہوگئی۔ جسمین آسٹرین جنرل نیپرگ نے اوس سے بھی بڑھکر بزدلی، حماقت اور دیوانگی ظاہر کی۔ جو بعد ازآن ایک اور آسٹرین جرنیل میک[1] نے بمقام اُلم دکھائی تھی۔ مصالحت کی تمہیدی شرائط پر یکم ستمبر ۱۷۳۹ء کو فریقین کے دستخط ہوگئے اور فرانس قیام صلح و تعمیل شرائط کا ضامن ہوا۔

ان شرائط کے روسے آسٹریا نے نیز بلگریڈ (قلعہ کرا بازو یلا توپخانہ و سامانِ جنگ) ارسووا کا قلعہ اور بوسینیا سرویا اور ولیشیا کے وہ تمام اضلاع جو ٹرکی نے معاہدہ پاسارووتز کے روسے آسٹریا کو دیئے تھے۔ ٹرکی کو واپس کر دینے کا اقرار کیا۔ اور دریائے ڈینیوب و ساوا دونون سلطنتون مین حد فاصل مقرر کیئے گئے۔ اور ۲۷ برس کیلیئے صلح کی گئی۔ ان شرائط کی تعمیل کی ضمانت مین بلگریڈ کا ایک دروازہ ترکون کے حوالہ کر دیا گیا۔ تمہیدی معاہدہ مین یہ شرط بھی کیگئی کہ ٹرکی سے روس بھی ساتھ ہی صلح کرلے۔ بنابرین روسی مارشل منیک کے پاس قاصد بھیجدیئے گئے۔ وہ معاہدہ بلگریڈ کی خبر سُنکر بہت سٹ پٹایا۔ مگر وہ جانتا تھا۔ کہ وزیر کی زبردست اور ظفرمند فوج کے پہلو پر موجود ہونے کی صورت مین قسطنطنیہ پر پیشقدمی کرنیکے ارادہ کی تکمیل ناممکن ہے۔ اور اس لیئے اوسے بھی جبراً و قہراً صلح کرلینے پر رضامند ہونا پڑا۔ اور اسطرح اون تمام لاتعداد انسانی قربانیون اور بیکران خزائن پر جو روس نے خرچ کیئے تھے عین اوس وقت جبکہ اوس کی بلند پرواز اُمنگون اور فتح کی تمناؤن کے پورا ہونے مین بظاہر کوئی شبہ نہین رکھا تھا۔ ایک سرے سے پانی پھر گیا۔ اور وہ بالکل اکارت گئے۔

اب روس اور آسٹریا کے ساتھ مصالحت کی قطعی شرائط پر گفتگو شروع ہو کر اون کا تصفیہ کیا گیا۔ اور اس معاہدہ کا نام عہدنامۂ بلگریڈ رکھا گیا۔ اس مین آسٹریا کے متعلق وہی شرائط رہین جو تمہیدی معاہدہ مین قرار پاچکی تھین۔ روس کے ساتھ یہ شرطین ہوئین

[1] چارلس ہیرن وان میک مشہور آسٹرین جرنیل تھا۔ جو ۹۳-۱۷۹۲ء مین ہالینڈ مین کامیابی کے ساتھ فرانسیسیون کا مقابلہ کرتا رہا۔ ۱۷۹۸ء مین اوسے فرانس کے مقابلہ کے لیئے اٹلی بھیجا گیا۔ جہان نپولین کے جرنیل مکڈانلڈ نے گرفتار کر کے اوسے پیرس بھیجدیا۔ مگر وہ قید خانہ سے بھاگ کر بخیریت آسٹریا پہونچ گیا۔ ۱۸۰۵ء مین اوسے نپولین کے مقابلہ کے لیئے بھیجا گیا۔ مگر اوسپر کچھ ایسا رعب چھا گیا۔ کہ اوس نے ایک گولی تک سر کرنیکے بغیر معہ تیس ہزار فوج بمقام الم غنیم کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے۔ اسکی پاداش مین قیصر آسٹریا نے اوسے موت کی سزا دیئے جانیکا حکم دیا۔ مگر بعد ازان یہ حکم دو برس کی قید سے بدل دیا گیا۔ ۱۸۰۸ء مین رہا ہوا اور ۱۸۲۸ء مین بمقام وائینا فوت ہوا۔ مؤلف ۱۲

نہایت ضروری ہے :-

مگر سلطنت کی بدقسمتی سے وزراء دولت عہدنامہ بلغراد سے کچھ ایسے سرمست ہو گئے کہ وہ پچھلی فتوحات کو ہی غنیمت سمجھنے لگے گو اور عیسائیون کی باہمی تنازعون سے فائدہ اٹھا کر مزید فواید حاصل کرنے کی اونہین کوئی تمنا نہ تھی۔ اونہین اپنے ایشیائی فاتح ہمسایہ نادر سے پھر بگڑ جانیکا اندیشہ ہو گیا تھا ممکن ہے یوروپین تنازعات سے اون کو کنارہ کش رہنے کی ایک یہ بھی بڑی وجہ ہو اور ایسی صورت مین جب کہ ایک ایسے خطرناک دشمن کی طرف سے فوجکشی کا خطرہ تھا۔ اونہون نے اپنی طاقت کو کمزور کرنا مناسب نہ خیال کیا ہو۔ اگر فی الحقیقت یہی وجہ تھی۔ تو سلطان کی یہ دوراندیشی ملامت کی بجائے تعریف کی مستحق ہے۔ نادر فتح ہندوستان سے فارغ ہو کر جب ایران واپس آیا۔ تو اوس کے دماغ مین بہت ہوا بھر گئی ہوئی تھی۔ اور اوس کی مطلق العنانی اور ظلم شعاری مین ناقابل برداشت اضافہ ہو گیا تھا جس سے اوس کی تدابیر مین بھی ویسی معقولیت اور دوراندیشی نہ رہی تھی۔ اوس نے عام رعایا کو جو زیادہ تر شیعہ مذہب کی تھی خوش کرنیکے لیئے صوبہ بغداد کو جس کا قبضہ کربلا اور نجف علی کی وجہ سے ایرانی نہایت ضروری تصور کرتے تھے۔ فتح کرنے کے لیئے سنہ ۱۷۴۳ء مین ٹرکی پر چڑہائی کر دی۔ اور باعث یہ ظاہر کیا کہ ٹرکی نے اون شرائط کی جو مذہبی اتحاد کے متعلق کیگئی تھین۔ تعمیل نہین کی۔ مگر ایک تو اب اوسکی جرنیلی قابلیت مین بھی فرق آگیا ہوا تھا۔ اور دوسرے ٹرکی ہمسایہ عیسائی سلطنتون سے برسر صلح ہونے کی وجہ سے اپنی کل طاقت سے اوس کے برخلاف کام لیسکتی تھی۔ نادر کو اس چڑہائی مین متوقعہ کامیابی نہ ہوئی۔ اور چند معرکون کے بعد دونون سلطنتون مین پچھلے معاہدہ کی شرائط پر سنہ ۱۷۴۶ء مین صلح ہو گئی۔ اسی سال نادر قتل ہو گیا۔ اور ایران مین پھر بدستور سابق خانہ جنگیان شروع ہو گیئن جس سے ٹرکی کو اس طرف سے بھی بیفکری ہو گئی مگر ترکی وزراء نے اوس امن سے بھی جو اوسے یوروپین سلطنتون کی لڑائی مین شریک نہ ہونے سے حاصل ہوا تھا۔ اپنی فوجون کی درستی اور اندرونی اصلاح کر لینے کا فائدہ نہ اٹھایا۔ بلکہ اس کے برعکس سلطان امن کو ملتے ہی بڑی بڑی عالیشان عمارتون وغیرہ کے بنوانے مین منہمک ہو گیا جس لاپروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب ٹرکی کو آخر کار اپنے قدیم دشمنون سے لڑائی کرنی پڑی تو اسکی فوجین زمانہ امن کی بیکاری کے باعث میدان جنگ مین بالکل ناقابل پائی گیئن۔

محاربہ وراثت تخت آسٹریا۔ ٹرکی کی حیادت۔

عہدنامہ بلغراد پر دستخط ہوئے ابھی کچھ مہینے ہی گذرے تھے۔ کہ ٹرکی کو اپنے سابقہ جاہ وجلال اور عظمت کو پوری طرح سے پھر حاصل کرنے کا نہایت عمدہ اور یقینی موقعہ ملگیا۔ لیکن اوس نے اوس سے فائدہ اوٹھانے سے قطعی انکار کر دیا۔ قیصر چارلس کے بلا اولاد نرینہ مرنے پر ایک طرف اوس کی بیٹی میریا تھیریسا ملکہ ہنگری نے اور دوسری طرف متوفی قیصر کی بھتیجی کے خاوند شاہ بویریا نے تخت قیصری کا دعوے کیا۔ اور دونون مین لڑائی شروع ہو گئی۔ فرانس نے اپنے قدیم دشمن خاندان ہیپسبرگ کی بیخکنی کے لیئے اس غیر مترقبہ موقعہ کو بہت غنیمت سمجھا۔ اور وہ ملکہ مذکور کے برخلاف پرشیا۔ سکینسی۔ ہسپانیہ اور سارڈینیا کو اپنے ساتھ ملا کر شاہ بویریا کی مدد پر تیار ہو گیا۔ اور سلطان کو بھی اس اتحاد مین شامل ہونے کی ترغیب دی۔

اور کہلا بھیجا۔ کہ اس اتحاد کے صلہ مین ہنگری کا علاقہ ٹرکی کی نذر کیا جائے گا۔ مگر سلطان محمود نے ایک عورت کو بر خلاف ہتھیار اوٹھانے سے قطعی انکار کر دیا۔ اور صرف انکار ہی نہ کیا۔ بلکہ عیسائی طاقتون کو بر سر صلح رہنے کی نصیحت کر کے خود ثالث بن کر اون کے تنازعات کا فیصلہ کرا دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ یوروپین مدبرین نے جن کو اپنی اپنی طاقت پر بہت غرہ ہو رہا تھا۔ سلطان کی اس تجویز کو ہنسی مین اُڑا دیا۔ اور مجمل پیرایہ مین شکریہ ادا کر کے اوسپر کوئی توجہ نہ کی۔ سلطان عیسائیون کی اس متکبّرانہ روش سے آزردہ خاطر ہو کر فرانس سے بھی دل مین ناراض ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۷۴۲ء مین گذرا۔

انہی دنون وِل نوِ روی قسطنطنیہ سے چلا گیا۔ اور اوس کی جگہ مارکوئیس قسطیلان فرنچ سفیر مقرر ہوا۔ فرانس نے بانیوال پاشا کو سلطانی دربار مین فرانس کی حمایت کرنیکے صلہ مین سابقہ قصور معاف کر کے پنشن عطا کر دی ہوئی تھی۔ اور اوس کو ساتھ اب یہ بھی وعدہ کر دیا تھا۔ کہ اگر اوس نے اس معاملہ کو حسب مراد طے کرا دیا۔ تو اوس کو وطن آنے کی بھی اجازت دیدیجائیگی نئے سفیر نے خود کوئی ہمت و کوشش کرنے کی بجائے کُل دارومدار نومسلم فرنچ پر چھوڑ دیا۔ اور اوس نے سلطان کو اعلان جنگ پر آمادہ کرنے کیلئے پوری کوشش کی۔ لیکن محمود کے دل سے اپنی تجویز کی نامنظوری کی خلش ابھی دور نہین ہوئی تھی۔ اور نیز سلطانی وزراء کو وہ الفاظ ابھی تک یاد تھے۔ جو محاربہ وراثت تخت پولنڈ کے وقت اسی بونیوال نے فرنچ پالیسی کے متعلق کہے تھے چنانچہ قسطیلان نے مایوس ہو کر فرنچ وزیر آرگنسن کو حسب ذیل مراسلہ بھیجا۔ "رئیس آفندی کے دل مین بونیوال کی باتون سے ہماری طرف سے وہ تعصب پیدا ہو گیا ہوا ہے جو ہمیشہ ہماری اغراض مین حائل ہوتا رہا ہے۔ یعنی اوس کے دل مین یہ خیال بیٹھ گیا ہوا ہے۔ کہ فرانس صرف ترکون کو معدوم کرانے کیلئے اونہین لڑائی مین مبتلا کرانا چاہتا ہے۔ یہ خیالات ۱۷۳۳ء سے پیدا ہوئے ہین جب کہ اوّل اوّل رئیس آفندی اور بونیوال نے پولنڈ کے متعلق ہمارے معاملات مین دخل دیا تھا۔ اور معاہدہ سوک سے ان خیالات کو اور زیادہ تقویت ملگئی۔ ترکون نے اوس وقت ہم سے تقاضا کیا کہ ہم لڑائی جاری رکھنے کے متعلق اونکو تحریری اقرار دین ہم نے ایسا نہ کیا۔ اور ہمارا سفیر وِل نوِ روی اپنے مدعا مین ناکامیاب رہا۔ اوس دن سے ترکون کو ہماری نسبت بدظنی سی پیدا ہو گئی ہے اور رئیس آفندی نے اس موقع پر اپنے ان خیالات کو نہایت صاف دلی سے کھلم کھلا بیان کر دیا ہے"

اس اثناء مین انگلستان علانیہ میریا تھریسا کا مددگار ہو گیا تھا۔ اور جرمنی کی اکثر ریاستون نے بھی فرانس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اور لڑائی کا کُل بوجھ اکیلے فرانس پر آپڑا تھا۔ اوس نے باب عالی سے پھر امداد کی درخواست کی۔ اور فرانس کے وزیر اعظم نے احمد پاشا (بونیوال) کو پیغام بھیجا۔ "ہمین اس امر کی سخت احتیاج ہے کہ ترک ہنگری پر حملہ آور ہو کر ہمارا ہاتھ بٹائین اس مدعا کے حصول کیلئے کوئی کوشش باقی نہ اُٹھا رکھو۔ اگر ہمنے آسٹریا سے مجبوراً صلح کر لی۔ تو اوس کے پاس اس قدر جرار فوج فارغ ہو جائیگی کہ وہ اوس سے ترکون کو باسانی ملیامیٹ کر سکے گی۔ پس اون کی اغراض بھی اس کے متقاضی ہین۔ کہ وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر سلطنت مذکورہ کی طاقت کم کرنے کیلئے ہمارے ساتھ شریک ہو جائین۔ اور زیادہ دیر تذبذب مین نہ رہین"

بانیوال نے پھر کوشش کی جس کا نتیجہ بھی بطور سابق رہا۔ اور اوس نے فرنچ وزیر اعظم کو جواب لکھدیا۔ کہ ترک ملکہ ہنگری کو

کوئی تکلیف نہ پہونچاتے اور پچھلے عہدناموں پر ثابت قدم رہنے کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔ اور مزید برآن وہ بھی طاقتون کے معاملات کی موجودہ صورت کو اپنے لیئے مضر سمجھنے کی بجائے بہت م[illegible] ال کے تو ہینا

درینولا فرانس کے منہار بجائے پر آسٹریون کو فرانس کے برخلاف پے درپے فتوحات حاصل ہوئین۔ اور وہ اٹلی سے گذر کر فرانس کے جنوبی صوبہ پراونس مین داخل ہوگئے۔ فرانس نے گذشتہ ناکامیون کی کچھ پروا نہ کرکے بمصداق "اہل الغرض مجنون" باب عالی سے پھر وہی التجا کی۔ اس وقت ٹرکی کو بھی اپنی رقیب سلطنت کی بے اندازہ کامیابی سے کسی قدر تشویش سی پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے فرانس کی درخواست کو اس مرتبہ بنظر استحسان دیکھا۔ اور اپنا عندیہ ظاہر کردیا کہ وہ تخت آسٹریا پر نئے خاندان کو متمکن ہوتا دیکھ کر کسیطرح خوش نہین ہوسکتی۔

بانیوال نے ترکون کو اس میلان سے فائدہ اٹھا کر فرانس پرشیا اور ٹرکی مین اتحاد کرانے کی کوشش پھر شروع کردی اور ترک اس پر قدرے رضامند بھی ہوگئے۔ فرنچ سفیر قسطنطنیہ نے اپنی گورنمنٹ کی ہدایات کو مطابق ۱۷۴۶ء مین اتحاد کی تجویز کو دیوان کے روبرو پیش کردیا۔ اوسکی تین بڑی شرطین یہ تہین (۱) دول متحدہ اوس وقت تک لڑائی سے باز نہ آنے کا اقرار کرین جب تک کہ میریا تھیریسا کا خاوند تاج قیصری سے دست بردار نہ ہو جائے (۲) بابعالی ہنگری مین جو علاقے فتح کرے۔ وہ دوام کے لیئے اوس کو پاس رہین (۳) عام صلح قایم کرانے کے لیئے جو کانگرس منعقد ہو اوس مین بابعالی کے سفرا بھی شریک ہون۔ عثمانیہ وزرا نے اس تجویز پر غور کرنے کے لیئے تین خاص اجلاس کیئے جن مین فرنچ سفیر کو بھی شامل کیا گیا۔ اوس نے ترکی وزرا کو سمجھایا کہ اگر تینون سلطنتین آسٹریا پر ایک وقت حملہ کر دین۔ تو خاندان آسٹریا کی بربادی مین کوئی شک باقی نہین رہ سکتا۔ سفیر مذکور نے اس موقعہ پر افسوس ظاہر کیا۔ کہ اگر ترک اس وقت یعنی شروع محاربہ مین ہنگری پر حملہ کردیتے جب کہ فرانس کی فوجین وائینا سے چند گھنٹون کی مسافت پر پہونچ گئی تہین۔ اور پرشیا نے آسٹریا کا شمالمغربی صوبہ سلیسیا فتح کرلیا تھا۔ تو میریا تھریسا بالیقین خود بخود ہمارے حسب پسند معاہدہ پر دستخط کردیتی۔ دیوان کے چند ارکان یہ باتین سنکر فرنچ سفیر سے متفق الرائے ہوگئے۔ مگر اکثر اراکین کی رائے نہ بدلی۔ اور اون کو یہی یقین رہا کہ فرانس جنگ سے اپنی مخلصی کرانے کے لیئے ٹرکی کو محاربہ مین مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ اودھر میریا تھریسا کی طرف سے پے درپے پیغام موصول ہو رہے تھے۔ کہ آسٹریا ہمیشہ ٹرکی کی مخلص دوست اور رفیق رہے گی۔ اور سلطان کی اس احسان کو جو وہ آسٹریا کے دشمنون سے علیحدہ رہنے سے کر رہا ہے۔ کبھی نہ بھولے گی۔ ان پیغامون کے ساتھ ہی ایک طرف روس وہمکیون سے اور انگلستان بیدریغ روپیہ خرچ کرنے سے اونکی تائید کر رہے تھے۔ فرنچ سفیر کا آخر غالب آجانا بعید از قیاس نہ تھا کہ اتنے مین بابعالی کو خبر پہونچگئی کہ شاہ پرشیا نے فرانس سے جدا ہو کر ملکہ میریا سے علیحدہ مصالحت کرلی ہے۔ ایسی صورت مین اوس نو ملک کے برخلاف فرانس سے جواب بالکل یکہ و تنہا رہ گیا تھا۔ اتحاد کرنے مین صریح نقصان دیکھا۔ اتحاد کے متعلق جو کچھ گفتگو ہو رہی تھی وہ یک قلم بند کردیگئی۔ قسطنطنیہ نے احمد پاشا رکی تائید سے پھر بھی کئی مرتبہ اتحاد کی تحریک کی

مگر ترکون پر اوس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور نہ اونہون نے انگلستان کی تحریک سے ۱۷۳۸ء مین آسٹریا سے مدامی صلح کا عہدنامہ کرکے ماریا تہریسا کو وارث ملک اور اوس کے خاوند فرانسس والی لورین کو جس کے ساتھ ٹسکنی گرینڈ ڈیوک کی حیثیت سے ایک علیحدہ معاہدہ بھی کیا گیا تہا۔ قیصر تسلیم کر لیا۔

بانیوال کو متواتر ناکامیون سے سخت صدمہ پہونچا۔ اور اوس کی صحت بگڑ گئی۔ شاہ فرانس نے اپنے وعدہ کے ایفا مین اوس کو وطن واپس آنے کی اجازت بہیجدی۔ مگر جس دن اوسے یہ خط پہونچا اوسی دن وہ اس جہان سے رخصت ہو گیا۔

آسٹریا اور انگلستان اپنی سفارتانہ کامیابی یا بقول ایک عیسائی مورخ کے باب عالی کی اس کور چشمی سے نہایت خوش ہوے۔ اور ترکون کی طرف سے اطمینان ہو جانے پر اونہون نے فرانس کے برخلاف روس سے مدد کی درخواست کردی۔ جس نے ۳۰ ہزار روسی سپاہ دریاے رائن کو بہیجدی۔ اوس وقت قسطیلان واپس چلا گیا ہوا تہا۔ اور اوسکی جگہہ کونٹ ویسالزر قسطنطنیہ مین فرنچ سفیر تہا۔ جس کی تعریف اوس کا ایک ہمعصر ان الفاظ مین کرتا ہے:۔

یہ کونٹ ویسلزر نہایت عقلمند۔ کم سخن۔ صاحب غور و فکر اور فوراً معاملہ کی تہ کو پہونچ جاتا تہا۔ اور طبعاً سادہ مزاج اور بلا تصنع مگر بہت زیرک اور تیز فہم تہا۔ اوس نے سلطان کی خدمت مین عرض کی کہ باب عالی کو روس کی فوجی مداخلت پر ضرور سخت اعتراض کرنا چاہئیے۔ جنوبی یوروپ کے معاملات مین شمالی یوروپ کی طاقتون کی دست اندازی سے سخت خطرات پیدا ہون گے۔ اسبارہ مین اوسنے متواتر عرضداشتین پرزور اور مدلل عبارت مین سلطان کے حضور پیش کین۔ مگر ترکون نے خیال کیا کہ سگ زرد برادر شغال۔ یہ عیسائی طاقتین آپس مین الجھ رہی ہین۔ اور روس نے اگر فوج بہیجی ہے۔ تو عیسائی ممالک کے راستہ جو ہماری سرحد سے سینکڑون کوس دور ہے۔ اور عیسائی طاقتون کے برخلاف۔ گوشت خر دندان سگ ہمین کیا غرض پڑی ہے کہ خواہ مخواہ دخل در معقولات دیتے پہرین۔ باین ہمہ ڈسالزر نے ہمت نہ ہاری۔ وہ ہمیشہ باب عالی کو یہ فہمائش کرتا رہتا کہ آسٹریا کی ظفریابی اور طاقتور ہونے سے فرانس کو اتنا خطرہ نہین جس قدر کہ ٹرکی کو ہے۔ اوسنے روس کی پیشقدمی کو روکنے اور طاقت کو کمزور کرنے کے لیئے سویڈن۔ پرشیا۔ فرانس اور ٹرکی مین باین شرط اتحاد ہو جانے کی تجویز از سر نو پیش کی۔ کہ کوئی فریق معاہد آسٹریا یا روس سے دیگر رفقا سے علیحدہ بطور خود صلح نہ کرے۔ باب عالی نے اس کو بھی مسترد کر دیا۔ اور جب فرانس کو اچھی طرح سے یقین ہو گیا۔ کہ ترکون کو ہوش مین لانے کی کوشش محض بیسود ہے۔ تو اوس نے بھی چند ماہ بعد اپنے مخالفون سے بمقام ایکس لا شپیل[1] ۱۷۴۸ء مین عہدنامہ صلح کر لیا۔

---

[1] ایکس لاشپیل جسے جرمن آچین پکارتے ہین پروشیا کے علاقہ بر لب دریاے رائن کا مشہور شہر ہے۔ مشہور قیصر شارلمین ۷۴۲ء مین یہین پیدا اور ۸۱۴ء مین وہین فوت ہوا۔ ۱۷۴۸ء کا معاہدہ انگلستان فرانس۔ ہالنڈ۔ جرمنی ہسپانیہ اور جنوا کے درمیان ہوا تھا۔ مولف

مگر فرانس سلطان کی اس ضد اور اصرار سے ناراض ہونے کی بجائے باب عالی کو نیک صلاح و مشورہ دینے اور اوسے مناسب روش پر چلانے کی برابر سعی و کوشش کرتا رہا۔ چنانچہ متذکرہ صدر مصالحت کے بعد فرنچ وزیر اعظم نے جو مسیو ڈسالرز کو بھیجا۔ اوس کے چند فقرات حسب ذیل ہین:۔

"کوشش کرو کہ باب عالی مین تم کو سب سفرا سے زیادہ اقتدار حاصل ہو جائے۔ سویڈن کی حفاظت کرتے ہو۔ پولنڈ کو بھی نہ بھلاؤ۔ اور روس کو اپنی امنگون اور غاصبانہ ارادون مین کامیاب نہ ہونے دو۔ یہ چار باتین ہین جن کو کبھی فراموش نہ کرنے کا تمہین تمہارا بادشاہ حکم دیتا ہے۔ مین مانتا ہون کہ ان کی تکمیل مین تمہین بہت مشکلات پیش آئینگی۔ معاہدہ بلغراد کے وقت کی نسبت اب صورت حالات بہت بدل گئی ہو۔ ٹرکی اس بات سے ناراض ہو گئی ہوئی ہے کہ فرانس نے اوس کی ثالثی قبول کرنے سے کیون انکار کر دیا تھا۔ علاوہ برین ٹرکی روس و آسٹریا سے مدامی صلح کا معاہدہ کر چکی ہے۔ اور روحایرانی محاربہ سے بہت کچھ کوفتہ زدہ اور کمزور ہو رہی ہے۔ اور بالآخر خود سلطان کو یہ خیال ہو رہا ہے کہ صلح آمیز پالیسی پر چلنے سے ہی وہ اپنے تخت پر قائم اور اوس کا ملک بغاوت سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ لیکن ان سب باتون کے باوجود تم بادشاہ کے فرمان کی تعمیل مین حتی الامکان ساعی رہو کیونکہ ٹرکی کی واقعی بہتری اسی مین ہے۔"

باب عالی گو فرانس کے مشورون پر بہت کم کان دھرتا تھا۔ لیکن باشندگان نیوانٹ مین اوس کا اقتدار بدستور قائم تھا۔ جسے دیکھ کر انگلستان بہت پیچ و تاب کھاتا رہتا تھا۔ سلطان اور اوس کے وزرا صلح کے کچھ ایسے شائق اور لڑائی سے ایسے خوف ہو رہے تھے۔ کہ ڈسالرز کی یہ نئی کوششین بھی بالکل بیکار رہین۔ اوس نے بابعالی کو کہا کہ روس سویڈن کو ملحق کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ بیچ بچاؤ کر کے اوس کی حفاظت کی جاوے۔ بابعالی نے کچھ پروا نہ کی پھر اوس نے تجویز پیش کی۔ کہ فرانس کی رقابت سے دیولن پرشیا کے ساتھ اتحاد کر لے۔ یہ بھی فضول ثابت ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد اوس نے شاہ ڈنمارک کے ایجنٹ کی جو تجارتی معاہدہ کی درخواست لیکر آیا تھا۔ سفارش کی۔ وہ بھی نامنظور ہو گئی۔ بالآخر اوس نے پولنڈ کو جس کو تقسیم کر لئے جانے کی دو دفعہ دہمکی مل چکی تھی۔ بچانے کے لئے خود فرانس سے اتحاد کرنے کی صلاح دی۔ جس پر بھی کچھ توجہ نہ کی گئی۔ اس موقعہ پر ۱۷۶۳ء خود لوئی پانزدہم نے سلطان کو دربردہ تین نہایت تاکیدی خط بھیجے۔ جن مین اوس نے تحریر کیا۔ کہ اگر باب عالی میرے ساتھ شامل ہو جائے۔ تو مین سویڈن کو روس سے بچانے کے لئے بالکل تیار ہون۔ ان خطوط مین شاہ مذکور نے پولنڈ کی نسبت بھی آسٹریا اور روس کے ارادون کو واضح کر کے بابعالی فرانس اور پرشیا مین جارحانہ و مدافعانہ اتحاد ہو جانے کی ضرورت پر زور دیا۔ مگر سلطان اور اوس کے وزرا شاہ فرانس اور اوس کے سفیر کو مہمل اور مبہم سے جواب دیکر ٹالتے رہے۔ اور جب ایک دفعہ ڈسالرز نے باب عالی کو عثمانیہ فوج کی بدنظمی اور پستی کیطرف توجہ دلائی۔ تو ترک اوس سے ناراض ہو گئے۔ اور اوس کی ہمدردی کو گستاخی اور تحقیر پر محمول کیا۔ ڈسالرز نے توپخانہ مین نئی توپین داخل کرنے قلعون کو مضبوط و مستحکم کرنے اور سپاہیون کو جدید فن جنگ سے کم از کم ابتدائی اصول سے واقف بنانے کی بھی صلاح دی تھی۔ بابعالی نے اسی خفگی کی وجہ سے ان صلاحون سے بھی انکار کر دیا۔

ترک تو معاہدون پر بھروسہ کرکے اور کسیقدر عیش پسندی کی وجہ سے ایسے غافل اور مطمئن بیٹھے تھے۔ اور ادھر روس کھلے بندون اون معاہدون کی ایسی خلاف ورزی کر رہا تھا۔ جو ٹرکی کے حق مین نہایت نقصان رسان تھی۔ معاہدہ بلغراد کی روسے دریائے بگ اور علاقہ یوکرین کی سرحد کے درمیانی علاقہ کو بطور حد فاصل ہمیشہ کیلئے غیر آباد رکھنے کا اقرار کیا گیا تھا۔ روس نے اس شرط کی کچھ پروا نہ کرکے اوسے "نئی سرویا" کے نام سے موسوم کرکے آباد اور قلعون وغیرہ سے خوب مستحکم کر لیا۔

اس عجیب تدبیر سے روس نے دو فائدے عجب لیے تھے۔ ایک یہ کہ بوقت جنگ اس صوبہ کی وجہ سے تاتاری علاقہ اور ترکی مقبوضات کا باہم کوئی تعلق نہین رہسکتا تھا۔ دوم علاقہ مذکور کی آبادی سے روس کو اپنی فوجون کیلئے عین سرحد پر وافر سامان رسد بہم پہونچا سکنا آسان ہو گیا تھا۔ مگر روس نے اسی بے ایمانی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ خالص ترکی سرزمین بہی بہت سی دبالی۔ اور باب عالی کے کانون پر جون تک نہ چلی۔ ماسوا اسکے پولنڈ اور علاقجات کبرطاش اور چرکستان مین بہی وہ خلاف معاہدہ برابر دست اندازی کرتا رہا۔ حتی کہ آخر الذکر دونون علاقون مین اوس نے فوجین بھیجکر وہان میگزین اور بارکین بہی تعمیر کر لین۔ اور باشندون کو خان کریمیا کی اطاعت سے بالجبر ہٹانے کی کوشش کرنے لگ گیا۔ اوس وقت ارسلان غیرائی خان کریمیا تھا۔ یہ خان نہایت جنگجو تیز فراج معاملہ فہم فرانس و سویڈن کا دوست اور روسیون کا جانی دشمن تھا۔ ایسا شخص روسیون کی غاصبانہ کارروائیون سے جیسا کچھ سٹپٹا تا رہا ہوگا۔ اوسے بآسانی قیاس کیا جاسکتا ہو۔ وہ ہر وقت باب عالی کو اس کے انسداد پر زور دیتا رہا۔ اور اوسے روسیونکی چالون سے مطلع کرکے اون کو تدارک کی درخواست کرتا رہا۔ پرشیا کا اوس وقت تک کوئی سفیر قسطنطنیہ مین مامور نہ تھا۔ اوس نے فرانس کے سفیر کے ساتھ ملکر باب عالی اور شاہ پرشیا مین دوستانہ تعلقات قائم کرانے کی کوشش کی۔ اور باب عالی سے اجازت لیکر شاہ مذکور کے پاس دونون سلطنتون مین سفارتی تعلقات قائم کرانے کی غرض سے اپنی طرف سے ایک ہوشیار ایلچی روانہ کیا۔ بعدازان ۱۷۶۳ء مین باختیار خود پولنڈ کے پارلیمنٹ کی طرف ایک اور سفیر روانہ کرکے محب وطن جماعت کو باب عالی اور نیز اپنی حمایت کا یقین دلایا جس سے دلیر ہو کر پارلیمنٹ کی طرف ایک اور سفیر روانہ کرکے محب وطن جماعت کو باب عالی اور نیز اپنی حمایت کا یقین دلایا جس سے دلیر ہو کر پارلیمنٹ نے حالانکہ شاہ پولنڈ اس امر کا خواہان تھا۔ روس سے اتحاد کرنے سے انکار کر دیا۔ انہی دنون اوس نے باب عالی کے بلا علم اس بہانہ سے کہ چرکسون نے حسب معمول سالانہ خراج کے ساتھ غلام بھیجنے سے انکار کر دیا ہے۔ سرکیشیا اور کوبان مین کثیر التعداد فوج بہیجدی۔ اور وہان روسیون سے کسی خفیف سی بات پر جھگڑا کرکے انکی تمام فوج کو جو ان صوبون مین موجود تھی تہ تیغ کر دیا۔ اور اس امر کی کچھ پروا نہ کی کہ اوس کے شہنشاہ سلطان روم اور روس مین صلح ہے۔ مگر ان سب باتون کے باوجود والی کریمیا باب عالی سے روس کے برخلاف اعلان جنگ نہ کرا سکا۔ اور ترکی وزرا نے ایسی چشم نمائی اور تنبیہ سے محترز رہکر جس سے لڑائی شروع ہو جانیکا احتمال ہو سکتا تھا صرف نرم پیرایہ مین روس کی کارروائیون پر اعتراض کرنا کافی سمجھا۔ آسٹریا اور روس کے ساتھ مدامی صلح کرنے سے تھوڑا ہی عرصہ بعد نادر بہی قتل ہو گیا تھا جس سے ٹرکی کو اپنی مشرقی سرحد کی طرف سے بہی اطمینان حاصل۔ اور اندرونی اصلاح کیلئے امن کا زمانہ میسر ہو گیا۔ لیکن خزانہ اور فوج کی درستی کی بجائے جو پچھلے محاربون مین بہت کچھ قابل اصلاح و درستی ہو گئے تھے سلطان ثالث [illegible] اور [illegible] شاہانہ

خرچ کرنے مین منہمک ہوگیا پابندی عہود کے علاوہ یہ انہماک بھی اوسے فرانس کی صلاح ماننے سے بہت کچھ مانع ہوتا رہا تہا۔ اور ممکن ہے لون اندرونی شورشون کی وجہ سے بھی جو وقتاً فوقتاً ملک کے کسی نہ کسی حصہ مین برپا ہوتی رہتی ہین۔ سلطان محاربہ وراثت آسٹریا سے فائدہ اُٹھانیسے معذور رہا ہو۔

صوبجات ڈنیوب پر قسطنطنیہ کے فناری یونانیون کو گورنر مقرر کرنے کا طریقہ پہلے دستور سے بھی زیادہ مضر ثابت ہوا۔ ان صوبون کو تابع فرمان رکہنے کے لیئے سیدہا سادہ علاج یہی تہا کہ والیشیا اور مالڈیویا کو باضابطہ طور پر سلطنت مین شامل کرکے اون پر دوسرے صوبون کی طرح مسلمان گورنر اور عامل مقرر کردیئے جاتے۔ مگر پابندی عہود کی وجہ سے یا ناعاقبت اندیشی سے ایسا نہ کیا گیا۔ اور نئے گورنرون کے ظلم وستم نے جو عیسائی ہونے کے باوجود عیسائی رعایا سے نہایت بیرحمی سے پیش آتے تھے۔ روسی پیشقدمی کے لیئے راستہ صاف کردیا۔ پہلے فناری گورنر نے سابقہ خراج سے ۵ لاکھ پیاسٹر سالانہ زیادہ دینے کا اقرار کیا۔ اس کا نام مادرو کورڈاٹو تہا۔ مینٹز صاحب فناری یونانیون کی نسبت یہ رائے ظاہر کرتے ہین "وہ باب عالی کے نہایت ہی کمینہ۔ بددیانت اور خائن ترین ملازم تھے"

اسی گورنر نے اپنی طرف سے تو صوبہ کی اصلاح کرنی چاہی۔ مگر نتیجہ برعکس ہوا۔ دیسی امرا تو پہلے ہی سے اپنی جماعت سے گورنری کا حق چھن جانے کے باعث ناراض ہورہے تھے۔ دہقانی بھی زیادتی محاصل سے ناراض ہوگئے۔ جسپر اوسے سنہ ۱۷۴۱ء مین معزول کردیا گیا۔ اور اوس کی جگہ دوسرا گورنر مسمی ریکو وزا مقرر ہوا جس نے خراج کی مقدار کو اور بڑہا دیا۔ وہ تین برس کے لیئے مقرر کیا گیا تہا۔ اوس کے بعد سنہ ۱۷۴۴ء مین پھر مادرو کورڈاٹو کو والیشیا کا گورنر بنایا گیا۔ اور اوس نے نہ فقط خراج کی زیادتی بلکہ اپنے ذاتی اخراجات کے لیئے بھی جزیہ کی شرح کو پھر بڑھا دیا۔ تین برس کے بعد اوسے مالڈیویا بھیجدیا گیا مگر ایک سال کے بعد (۱۷۴۷ء) مین اوس کی جگہ گریگوری گیھیکا کو مالڈیویا کا گورنر بنایا گیا۔ اس فناری عامل کی نسبت ایک رومانوی مؤرخ حسب ذیل لکھتا ہے "یہ شخص اپنے متقدمین کی طرح عین فناری طریقہ کے مطابق اس صوبہ کو مفتوحہ ملک کے برابر سمجھتا تہا۔ اور غریب باشندون اور انسانیت کے فرائض کی کچھ پروانہ کرکے ذاتی منفعت کیلیئے کھلے بندون ملک کو تاخت وتاراج کرتا رہا"

اس جبر وستم سے دونون صوبے تقریباً ویران ہوگئے ہزارون خاندان ممالک متصلہ مین چلے گئے۔ اور کل قوم گورنرون کی نالایقی کی بدولت پہلے سے زیادہ اون کے مامور کنندگان یعنی ترکون کی دشمن ہوگئی۔ اور چونکہ سنہ ۱۸۲۹ء مین روس نے یہ مطالبہ کیا تہا کہ والیشیا اور مالڈیویا کو اوس کی زیر حمایت آزاد کردیا جائے۔ اور والیشیون اور مالڈیویون کو روس کے اس مطالبہ کا علم تہا۔ اطبعی طور پر مظلوم وستم رسیدہ رومانویون کو اوسی سلطنت کا جو اون سے ہمدردی کا اظہار کرچکی تہی۔ سہارا پکڑنا پڑا۔ اور اوسی کی امداد و دستگیری پر اون کی تمام امیدین وابستہ ہوگئین۔ جو آخر سنہ ۱۸۵۹ء مین کامل طور پر پوری ہوگئین۔ اور رومانوی بالکل آزاد اور خودمختار قوم ہوگئے۔ دیگر یورپی صوبجات مین بھی کم وبیش فتنہ و فساد برپا ہوتے رہتے تھے۔ بعض

اوقات ان صوبون کے گورنر صرف برائے نام سلطان کے ماتحت ہوتے۔ ورنہ درحقیقت خود مختار فرمانروایونکی حیثیت اختیار کر لیا کرتے۔ اور سلطانی فرمانون کی کچھ پرواہ نہین کیا کرتے تھے۔ بابعالی کبھی ایسے سرکشون کی گوشمالی کر دیا کرتا تھا۔ اور کبھی چشم پوشی کر جاتا تھا۔ یعنی اگر وزرا ہوشیار و مستعد ہوئے اور ساتھ ہی باغی گورنر کی طاقت چندان مضبوط نہ ہوئی تو اوس کی سرکوبی کر دیگئی۔ اگر حالت برعکس ہوئی تو خاموشی اختیار کر لی۔ محمود کے زمانہ مین ایسی تمام سرکشیون اور بغاوتون کو فرو کر دیا گیا۔ مگر ایک نہ ہو سکی۔ جو نہ فقط ترکی تاریخ بلکہ اسلامی تاریخ مین بھی ایک قابل یادگار واقعہ ہے۔ سلطان محمود کے عہد حکومت کے آخری حصہ مین وہابیہ فرقہ عرب مین پیدا ہوا۔ اور چند برسون مین حیرت انگیز سرعت سے جزیرہ نما مین پھیل گیا یہ بغاوت اسی فرقہ کی تھی۔ اس فرقہ کا بانی عبد الوہاب سترھوین صدی عیسوی کے اختتام اور بارھوین صدی ہجری کے آغاز کے قریب عرب کے قصبہ آکینہ مین پیدا ہوا تھا۔ اوس کا باپ قصبہ مذکور کا شیخ تھا۔ عبد الوہاب نے فقہ و حدیث اور دیگر دینی علوم کی تعلیم بصرہ کے مدارس مین حاصل کی۔ اوس نے ان علوم کو بہت جلد سیکھ لیا۔ مگر ساتھ ہی اوس کے دل مین یہ پختہ یقین بیٹھ گیا۔ کہ پیغمبر خدا کی سچی تعلیم توہمات کے ناپاک ڈھیر مین چھپ گئی ہے۔ جس کو دور کرنے کے کام پر خداوند کریم نے اوسے مامور کر دیا ہے۔ اوس نے واپس آکر کمال دلیری سے اپنے خیالات کو ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ اور شروع شروع کی عارضی ناکامیابی سے مطلقاً نہ گھبرا کر اکثر رسوم مروجہ کو بدعت قرار دیا۔ وہ خاصکر پیر پرستی اور اولیا کے مقبرون کی زیارتون کا جس کا عام رواج ہو گیا تھا۔ سخت دشمن تھا۔ اوس نے مسلمانون مین چند قسم کی عیاشیان بھی جو صریح احکام قرآنی کے برخلاف تھین بکثرت مروج پائین۔ اور وہ اون کی بیخکنی پر کمربستہ ہو گیا۔ ابتدا مین جیسا کہ عموماً ہوتا ہے۔ سننے والے اوس کا ضحکہ اڑاتے رہے۔ مگر بتدریج لوگ اوس کو مرید ہونے لگ گئے۔ اور آخر کار مشہور و زبردست عرب قبیلہ بنی مسالخ کا شیخ محمد بن سعود اوس کا معتقد ہو گیا۔ اور عبد الوہاب نے اوسی وقت اوسے اپنا داماد بھی بنا لیا۔ اس شمولیت سے نیا فرقہ اب زبردست پولیٹیکل اور جنگی گروہ بن گیا۔ جس کا روحانی مقتدا تو عبد الوہاب ہی رہا۔ مگر فوجی کمان کے فرائض ابن سعود کے سپرد کر دیئے گئے۔ اور اوس نے بزور شمشیر اپنے استاد کے اعتقادات کو پھیلانا شروع کر دیا۔ اوس کے بعد اوس کا بیٹا عزیز اور پوتا مسعود اور بھی زیادہ سرگرمی اور پرجوشی سے اشاعت کے کام مین مصروف رہے۔ اور چند برسون مین وہابیہ عقائد عرب کے ہر گوشہ و کونہ مین پھیل گئے عرصہ دراز تک سلاطین اور اون کے پاشا اس نئے فرقہ کی بغاوت کو فرو کرنے مین ناکامیاب رہے۔ آخرش محمد علی پاشا والیٔ مصر نے اس کا بیڑہ اٹھایا۔ اور وہابیون کی سلطنت کی جو حرمین شریفین پر بھی قابض ہو گئی تھی۔ بیخ کنی کر کے اون کے آخری امیر کو پابزنجیر قسطنطنیہ بھیج دیا۔ جہان وہ ۱۸۱۸ء مین قتل کر دیا گیا۔ مگر نجد کے بدو قبائل اب تک زیادہ تر اسی مذہب کے پابند ہین۔ سلطان محمود کو جس وقت اس بغاوت کی اطلاع پہونچی۔ تو اوس نے وہابیون کو واجب القتل قرار دے کر گورنرون کو اوس کے فرو کرنے کی سخت تاکید کی۔ مگر عرب کے ترکی گورنرون کی باہمی رقابت سے باغیون کو روز افزون ترقی ہوتی گئی سلطان محمود کی وہمی اور کمزور طبیعت کو اس نئے فرقہ کے پیدا ہو جانے سے پہلے ہی سخت صدمہ پہونچا تھا

اوس کی فتوحات کی خبر سن کر اوس صدمہ کا اثر اور بڑھ گیا۔ اور وہ جمعہ کے دن مسجد سے واپس آتے ہی ۴۴ سال کی حکومت کے بعد جسے شاندار اور بے شان دونون نام دیئے جاسکتے ہین۔ ۲۲ صفر ۱۱۶۸ھ ہجری (مطابق ۱۷۵۴ء) کو اس جہان ناپائیدار سے گذر گیا۔ وہ ۱۱۰۸ھ مین پیدا ہوا تھا+

سلطان عثمان ثالث

محمود اول کے بعد اوس کا چھوٹا بھائی عثمان ۵۵ برس کی عمر مین تخت نشین ہوا۔ اوس کی پیدائش ۱۱۱۲ھ مین ہوئی تھی۔ اور تخت نشینی کے وقت تک محلسرا کے محبس شاہزادگان مین ہی بند رہا تھا۔ جس طویل نظر بندی سے اوسکی طبیعت مین بے صبری اور افسردگی راسخ ہوگئی ہوئی تھی۔ اوس نے حکمرانی شروع کرتے ہی جو پہلا کام کیا۔ وہ سلطان احمد ثالث کے تین فرزندان محمد۔ بایزید۔ اور آرخان کا قتل تھا۔ اون کو اس اندیشہ سے قتل کرادیا گیا تھا۔ کہ کہین سرداران فوج ان مین سے کسی کو تخت پر نہ بٹھلا دین۔ وزیر اعظم علی پاشا پر کو بھی جس پر انکے ساتھ سازش رکھنے کا الزام لگایا گیا تھا۔ اوسیوقت قتل کردیا گیا۔ عثمان کی تلون مزاجی اسی سے ظاہر ہوسکتی ہے کہ اوس نے دو برس مین آٹھ وزیر جن مین سے آخری کا نام سعید آفندی تھا یکے بعد دیگرے قتل یا برطرف کردیئے۔ آخر کار صدارت کا منصب جلیلہ راغب محمد پاشا کو تفویض کیا گیا۔ یہ نہایت ہی قابل اور لائق شخص تھا۔ اور صدی بھر مین ترکی کو ویسا مدبر وزیر نصیب نہ ہوا تھا۔ اس ایک ہی انتخاب سے عثمان کی کئی فروگذاشتون کی پوری پوری تلافی ہوگئی۔ مگر افسوس وہ خود اس نیک انتخاب سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اور تھوڑے ہی دنون بعد پندرہ صفر ۱۱۷۱ھ کو فوت ہوگیا۔ اُس نے ۱۱۶۸ھ سے لیکر ۱۱۷۱ھ تک صرف تین سال حکومت کی۔ اوس کے عہد حکومت کے مشہور واقعات صرف دو ہین۔ جن مین سے ایک تو قسطنطنیہ کی آتشزدگی عظیم ہے۔ جس سے ۱۱۶۹ھ مین صدر اعظم کا محل اور تقریباً دو تہائی استنبول بسجدایا صوفیہ کے قریب تک جل گیا۔ اور دوسرا جامع عثمانی کی تکمیل ہے جسے سلطان محمود نے شروع کیا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے طرز عمل کی ہمیشہ شکایت کرتا رہتا تھا۔ مگر طرز انتظام مین اصلاح یا تغیر کرنے کی کبھی جرارت نہ کرسکا۔ اوسکی بڑی شکایت یہ تھی کہ یورپینون کے میل ملاپ سے مسلمانون مین مذہب کی طرف سے آزادی پیدا ہوگئی ہے۔ اس کی اصلاح کے لیے اوس نے ہر ایک مذہب کی رعایا کے لیے علیحدہ علیحدہ پوشاکین تجویز کین۔ اور عورتون کے پردہ کے متعلق سخت احکام جاری کیے۔ رعایا کے خیالات معلوم کرنے کی غرض سے وہ اکثر راتون کو بھیس بدلکر دارالخلافہ مین پھرا کرتا۔ مگر درباریون کو عموماً پہلے سے خبر ہو جاتی کہ آج سلطان یہ بھیس بدل کر نکلے گا۔ اور وہ اس امر کا پہلے سے انتظام کر چھوڑتے۔ کہ اوسے صرف ایسے لوگ ملسکین۔ جو درباریون کے طرفدار ہون۔

وزراء کے ہروقت بدلتے رہنے سے انتظامیہ کل کے تمام پرزے بگڑ گئے ہوئے تھے۔ اور رعایا مین عام ناراضگی پھیل گئی جس کو وہ جابجا آگ لگا کر ظاہر کرتی رہی۔ مگر راغب پاشا کی تقرری سے اِن نقص کی کماحقہ اصلاح ہوگئی۔

خارجیہ معاملات مین وہ اپنے بڑے بھائی کی پالیسی پر کاربند رہکر یوروپین طاقتون کے باہمی لڑائی جھگڑون ست بالکل الگ رہا۔ ۱۷۵۵ء مین ڈسالزز کی جگہ ایمسٹری ورجنیر قسطنطنیہ مین سفیر مقرر ہوا تھا۔ جب وہ بھی باب عالی کو فرانس کا ہمخیال بنانے مین ناکام رہا۔ تو فرانس نے انگلستان کی دشمنی سے محفوظ رہنے کے لیئے جو اوس وقت تجارتی اور خاصکر اوس رقابت کی وجہ سے جو ممالک بعیدہ مین مقبوضات بڑھانے کی خواہش و تمنا سے دونون سلطنتون مین پیدا ہوئی تھی بہت زور پکڑ گئی ہوئی تھی۔ مجبورًا اپنے دوسرے قدیم دشمن آسٹریا سے ۱۷۵۶ء مین اتحاد کر لیا۔ فرانس نے ۱۷۵۵ء مین انگلستان سے لڑائی شروع کر دی تھی۔ دوسرے برس پرشیا انگلستان کے ساتھ اور آسٹریا جس کا صوبہ سلیسیا پرشیا نے فتح کر لیا ہوا تھا فرانس کے ساتھ شریک ہو گئی۔ اور فریقین مین سات برس تک نہایت تیزی اور تندی کے ساتھ آتش جنگ مشتعل رہی۔ جس کا اختتام آخر ۱۷۶۳ء مین عہدنامہ پیرس پر ہوا۔[1]

فرانس کی اس نئی پالیسی کو پہلو تو بہت زبردست خیال کیا گیا تھا۔ مگر بعد مین اوس کی مضرت سب پر عیان ہو گئی۔ فرانس نے آسٹریا کے ساتھ اس لیئے اتحاد کیا تھا کہ وہ انگلستان کے ساتھ بفکری کے ساتھ لڑائی کر سکے۔ اور پہلی لڑائیون کی طرح آسٹریا انگلستان کے ساتھ شامل نہ ہو سکے۔ اور چونکہ انگلستان اور فرانس کی باہمی بحری لڑائیون مین فرانس کے کولونیل طاقت[2] بنے رہنے یا نہ رہنے کی بازی ہوا کرتی تھی۔ اس اتحاد سے فرانس کی تمنا بر آنے کی ایسی قوی امید ہو گئی۔ کہ اس کی خبر ہونے پر کچھ عرصہ کیلیو دربار انگلستان بھی مبہوت سا ہو گیا۔ لیکن اتحاد مذکور مین یہ بڑا نقص رکھا گیا کہ آسٹریا کو سلطنت عثمانیہ کی سلامتی کے متعلق فرانس کا ہمخیال بنانے کی کوئی کوشش نہ کی گئی۔ حالانکہ اگر فرانس اوس وقت اس طرف تھوڑی سی توجہ بھی کرتا تو میریا تھریسیا کو با آسانی متفق الراء کر لیتا۔ کیونکہ ملکہ موصوفہ کو روس کی بے اندازہ ترقی سے تشویش سی پیدا ہوئی

---

[1] اس لڑائی کا نام جنگ ہفت سالہ ہے۔ جس مین پرشیا نے آسٹریا روس اور فرانس کی افواج کا مردانہ مقابلہ کیا۔ اور انگلستان نے جس کا وزیر اعظم مسٹر پٹ کلان (لارڈ چیتھم) تھا۔ فرانس اور ہسپانیہ کی خوب خبر لی۔ انگریز جرنیل نے فرانس سے کینیڈا کا قصبہ کوئیبک فتح کیا۔ بعد ازان انگریزون نے کل کینیڈا۔ راس بریٹن اور سینٹ جان (واقع شمالی امریکہ) کو فرانس سے اور کیوبا کو ہسپانیہ سے فتح کر لیا۔ ہندوستان مین بھی کلایو کو اسی جنگ کے دوران مین ہی (جون ۱۷۵۷ء) پلاسی کے میدان مین وہ فتح عظیم حاصل ہوئی تھی جس نے انگریزی حکومت کی ہندوستان مین بنیاد قائم کر دی۔ معاہدہ پیرس کے رو سے پرشیا کو جس پر اوس وقت فریڈرک اعظم ایسا بادشاہ حکمران تھا۔ کچھ نہ ملا۔ فرانس نے انگلستان کو کینیڈا۔ جزیرہ راس برٹن اور دریا و خلیج سینٹ لارنس کے سواحل اور جزیرے دیدیئے۔ اور شمالی امریکہ مین دونون ملکون کے مقبوضات مین دریا مسی سپی کو منبع سے لیکر دہانہ تک حد فاصل قرار دیا گیا۔ دریا مذکور کے بائین یعنی مشرقی ساحل کی طرف کا تمام علاقہ شہر نیو اورلینز کے سوا انگلستان کو ملگیا۔ البتہ خلیج سینٹ لارنس اور نیو فونڈلینڈ کے سواحل پر فرانسیون کو شکار ماہی کا اختیار حاصل رہا۔ اور جزائر سینٹ پیئر اور میکولان اون کے ماہی گیرون کی پناہ کیلیئے اون کے پاس رہنے دیئے گئے۔ مگر یہ شرط کی گئی کہ (باقی دوسرے صفحہ پر)۔

[2] ایسی طاقت جس کے پاس اپنے ملک سے باہر نوآبادیان اور مقبوضات بعیدہ دور دراز ہون۔

شروع ہوگئی تھی۔ اور اسطرح سے ۱۷۵۶ء کا اتحادی معاہدہ ورسیلز ۱۷۵۶ء کے معاہدہ وائنا کی جس کے روسے آسٹریا اور روس مین اتحاد ہوا تھا۔ کامل تردید کرتا۔

آسٹریا کے ساتھ جس سے ترکون کی قدیم سے عداوت چلی آتی تھی۔ فرانس کے متحد ہو جانے سے اون کو دل مین فرانس کی طرف سے بدظنی پیدا ہو جانا طبعی امر تھا۔ لیکن اگر فرانس آسٹریا سے سلطنت عثمانیہ کے قیام وسلامتی کے ذمہ وار ہونے کا عہد لیلیتا۔ تو یہی نہین کہ ترکون کو شکایت اور بدظنی کا کوئی موقعہ نہ ملتا۔ بلکہ ممکن تھا کہ وہ بھی ان دونون سلطنتون کے ساتھ اتحاد کر لیتے۔ فرانس نے ترکون کی لاپروائی اور بہت سی ناراض ہو کر یا اپنے ذاتی جھمیلون مین منہمک ہونیکی وجہ سے اس معاملہ کی طرف خیال تک نہ کیا۔ اور اس فروگذاشت سے یہ اتحادی معاہدہ جس سے بڑی بڑی امیدین تہین آخر فرانس کو حق مین بہت مضر ثابت ہوا۔ ایک طرف تو شاہ لوئی پانزدہم کی معشوقہ میڈم ڈوبیری کی حماقت ونخوت سے

ل کونٹس میری جین بیری۔ ایک ادنے درجہ کے سرکاری ملازم کی لڑکی تھی۔ اوس کی عمر کا ابتدائی حصہ ایک مذہبی خانقاہ مین بسر ہوا۔ پھر پندرہ برس کی عمر مین پیرس کے ایک وضعدار درزی کی دوکان پر ملازم ہو گئی۔ اوس کے بے نظیر حسن وجمال سے جس کی عام نمائش سے اوسے کچھ پرہیز نہ تھا۔ کئی عاشق مزاج اوس کے گرویدہ ہو گئے۔ اور کئی شخصون کی معشوقہ رہنے کے بعد آخر لوئی پانزدہم کے خاص خدمتگار نے اوس کی رسائی بادشاہ تک کرادی۔ بادشاہ سوجان سے اوسپر فریفتہ ہو گیا۔ اور اوسے کونٹس کا خطاب عطا کر دیا گیا۔ تاکہ وہ شاہی دربار مین شامل ہو سکے۔ جب تک بادشاہ مذکور زندہ رہا۔ یہ عورت سیاہ وسفید کی مالک رہی۔ مگر ۱۷۷۴ء مین اوس کے مرنے پر اوسے ایک خانقاہ مین قید کر دیا گیا۔ لیکن لوئی شانزدہم نے بادشاہ نے کچھ عرصہ بعد رہا کر دیا۔ اور وہ عالیشان محل جو لوئی پانزدہم نے اوس کے لیے بنوایا تھا اوسے عطا کر کے پنشن مقرر کر دی۔ اور وہ گوشہ تنہائی مین عمر بسر کرتی رہی۔ مگر جب فرانس مین مشہور انقلاب عظیم ہوا۔ اور شاہی خاندان مصیبت مین گرفتار ہو گیا۔ تو اوس نے لوئی شانزدہم کی مہربانیان یاد کر کے اوس کی ملکہ اور اولاد کو روپیہ کی مدد سے قید سے رہا کرانے کے لیے ۱۷۹۲ء مین لنڈن جا کر اپنے کل زیورات فروخت کر دیئے۔ لیکن نومبر مین پیرس واپس پہونچتے ہی گرفتار کر لیگئی۔ اور باغیون کی عدالت نے اوسے بجرم غداری وسازش سزائے موت کا حکم دے دیا۔ اور اوسی مہینہ مین قتل کر دی گئی۔ ۱۷۴۳ء مین فرانس کے ایک موضع مین پیدا اور ۱۷۹۳ء مین بمقام پیرس قتل ہوئی۔ مؤلف ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۷) وہان اون کے قلعے بنانے کا اختیار نہ ہوگا۔ جزائر مارٹینیکو۔ گواڈالوپ۔ میری گلانٹی۔ ڈیسی راڈا۔ اور سینٹ لوسیا فرانس کو واپس دیدیئے گئے۔ اور جزائر گرینڈا۔ گرینڈانز۔ سینٹ ونسنٹ۔ ڈومینکا اور ٹوباگ انگلستان سے ملحق کر لیے گئے۔ افریقہ مین انگلستان کو سینی گال کے علاقہ مین جو فتوحات ہوئی تہین۔ وہ اوسی کے پاس رہین۔ صرف جزیرہ گوری فرانس کو واپس کیا گیا۔ سواحل کورومنڈل۔ اوڑیسہ۔ مالابار اور بنگال پر جو فرنچ بستیان اور قلعے فتح کئے گئے تھے وہ اس شرط پر واپس کر دیئے گئے کہ فرانس بنگال مین کوئی فوج نہ رکھے۔ اور یورپ مین فرانس نے جرمنی سے (باقی اگلے صفحہ پر)

یہ معاہدہ جو محض انگلستان سے بچاؤ کرنے کے لیئے کیا گیا تھا۔ پرشیا سے جنگ کرا دینے کا باعث ہو گیا۔ اور دوسری طرف اوس دوستی اور اتحاد کی بنیاد متزلزل ہو گئی۔ جو فرانس اور باب عالی مین دو سو تیس برسون سے چلا آتا تھا۔ اور جس کا مدعا آسٹریا کو کمزور و ذلیل کرتے رہنا تھا۔ اور اس طرح سے انگلستان کو فرانس کی برخلاف بابعالی کو خوب بھڑکانے کیلئے زبردست حجت ملگئی۔ وزراء انگلستان نے پرشیا اور ٹرکی مین دوستانہ اور تجارتی معاہدہ کرا دیا۔ اور ترکون کی نگاہ مین فرانس کی ہلکہ خود ذلیل کرنے کیلئے کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرکے بابعالی کو آسٹریا سے لڑا دینے کی بھی سعی کرنے لگ گئے۔ مگر ترک گو معاہدۂ ورسیلز سے ناراض ہو گئے تھے۔ تاہم وہ عرصہ مدید سے فرانس کو اپنا مخلص دوست سمجھنے کے کچھ ایسے معتاد ہو رہے تھے کہ وہ یہ کبھی باور نہین کر سکتے تھے کہ اب وہ دوستی ٹوٹ گئی ہے۔ الغرض انگریز اس مدعا مین تو ناکام رہے۔ لیکن پھر بھی بابعالی کی ناراضی کا یہ اثر ضرور ہو گیا۔ کہ بلاد مشرق مین فرانس کے اقتدار مین فرق آگیا۔

ادہر روس نے دربان کی تعمیر پہچان کر کلیسائی یونانی کے پادریون کو بیت المقدس کے مقامات متبرکہ کی تولیت اور مجاوری کے متعلق لاطینی کلیسیا کے پادریون سے جھگڑا کرا دینے کا ایما کر دیا۔ جس سے ان دونون عیسائی فرقون کے پادریون کا باہمی جھگڑا جسکا پہلو کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے پھر تازہ ہو گیا۔ اور اس کا سلسلہ اتنا لمبا ہو گیا کہ ۱۸۵۴ء کی محاربہ کریمیا کے ظاہری اسباب مین سے ایک سبب یہ جھگڑا بھی تھا۔ ناظرین کو سابقہ بیانات سے یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ مقامات کسی کی ملکیت نہین بلکہ مال وقف اور بنا بر مصالح صاحب ملک کی ملکیت ہین۔ تنازعہ فقط تولیت و قبضہ کا تھا۔ مگر قبضہ سے بھی ایسا قبضہ مراد نہین کہ دیگر عقائد کی مسیحی جماعتین اس گرجہ یا معبد کو استعمال نہ کر سکین۔ یا اوسکی زیارت نہ کر سکین۔ بلکہ صرف یہ کہ اوس مقام کی کنجیان فریق قابض کے پاس رہتی ہین۔ اور اوسے روشنی کرنے۔ فرش بچھانے۔ جھاڑو دینے اور شکست و ریخت کی مرمت کرنیکا اختیار ہوتا ہے۔ مگر وہ عمارت مین ایزادی نہین کر سکتا۔

بابعالی فریق قابض سے حسب دستور قدیم سو پونڈ سالانہ خراج لیتا ہے۔ یہ مقامات متبرکہ یروشلم بیت اللحم اور ناصرت مین واقع ہین۔ ایک وہ جگہ ہے جہان حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ چند مقامات خاص بیت المقدس ہین۔ حضرت مریم و مسیح ع

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸) جو صوبے فتح کیئے تھے اوس کو وہ مع جزیرہ منورکا واپس کرنے پڑے۔ انگلستان نے قصبہ ڈنکرک اپنے پاس رکھکر جزیرہ بل آئل فرانس کو اور جزیرہ کیوبا مع ہوانا ہسپانیہ کو دیدیا۔ اور ہسپانیہ نے اوس کے عوض قلعہ ریڈا مع بندر اگسٹائن و خلیج پنساکولا انگلستان کو دیدیا۔ اور سکہ کی ہسپانوی بستی سینٹ سکرامنٹ بھی ہسپانیہ کو واپس دیدی گئی۔ اس عہد نامہ سے انگلستان ترقی کے معراج پر پہونچ گیا تھا۔ یا معراج تک پہونچنے کے لیئے راستہ صاف ہو گیا تھا۔ افریقہ امریکا اور ایشیا مین وسیع و زرخیز علاقے اوس کے قبضہ مین آگئے تھے۔ جس سے نہ صرف اوس کی بحری اور پولیٹیکل طاقت بہت بڑھ گئی۔ بلکہ اوسکی صنعت و حرفت اور تجارت کی کہپت کیلئے نئی منڈیان پیدا ہو گئین۔ برعکس اسکے فرانس کی بحری طاقت ایسی کمزور ہو گئی کہ اوس وقت کے بعد اوس سے پھر انگلستان کی ہمسری نہین ہو سکی۔ (مؤلف) ؎

کی قبرین اور دائرۃ العمود کی خانقاہ۔ سنگ مسح وغیرہ وغیرہ بھی انہی مین شامل ہین۔ فتح بیت المقدس کے وقت سے جو خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مین ہوئی تھی۔ اونکی تولیت اور اون کے دروازون کی تالیان فرنچ یعنی رومن کیتھولک پادریون کے قبضہ مین چلی آئی تھین۔ اور اگرچہ یونانیون نے کئی دفعہ اون کے ساتھ جھگڑا کیا۔ اور کچھ عرصہ کیلئے کامیاب بھی ہوتے رہے۔ مگر پھر آخر حق حقدارون کو پہونچتا رہا۔ سلاطین عثمانیہ نے اول اول سنہ ۱۵۹۶ء مین فرنچ سفیر کی درخواست پر انکو باضابطہ سند عطا کی[1]۔ پھر سنہ ۱۶۱۲ء مین سلطان عثمان ثانی کے عہد مین سنہ ۱۶۳۳ء مین بعہد سلطان مراد چہارم سنہ ۱۶۷۳ء مین بعہد سلطان محمد چہارم ۱۰ اپریل سنہ ۱۶۹۰ء کو سلطان سلیمان ثانی کے وقت اور آخری دفعہ سنہ ۱۷۴۰ء مین اس سند کی تجدید کیگئی۔ اور سنہ ۱۷۵۷ء تک اس آخری فرمان کے مطابق عملدرآمد ہوتا رہا[2]۔ سنہ مذکور مین صورت حال بدلگئی۔ چند یونانی زائرین نے روس کے گماشتون کے اغوا سے یافا کی کیتھولک خانقاہ کو لوٹ لیا۔ اور اس سے چند دن بعد انہی لوگون نے دوسرے ہم مذہبونکی مدد سے خاص مسیح علیہ السلام کی قبر کے متعلقہ گرجہ مین جو یروشلیم مین واقع ہے۔ کیتھولک پادریون اور راہبون پر حملہ کیا اور جھاڑ فانوسون کو توڑ پھوڑ دیا۔ اور دیگر اسباب کو تہ وبالا کر ڈالا۔ اور پھر الٹی باب عالی کے پاس شکایت کر دی کہ کیتھولک پادریون نے اونکو گرجہ مذکور مین نماز پڑھنے سے بالجبر روکدیا ہے۔ اور بالآخر وزیر اعظم کو موافق پاکر تھوڑے سے وقفہ کے بعد فرنچ پادریون کے قطعی اخراج کی درخواست کر دی۔ صدر اعظم نے بظاہر فریقین کے بیانات اور دعاوی پر کامل غور کرکے آخر ایسا فیصلہ صادر کیا جس سے فرانس کے اقتدار کو اب پہلی مرتبہ فی الواقع نہایت سخت صدمہ پہونچ گیا۔ اس فیصلہ سے بیت اللحم کے بڑے گرجہ کنیسہ مریم اور کئی دیگر مقامات سے رومن کیتھولک بیدخل کر دیئے گئے۔ اور یونانیون کو انکا قبضہ دلادیا گیا۔ بعد ازان فرنچ سفیر اکثر اس کے برخلاف چارہ جوئی کرتے رہے ہین۔ مگر کبھی کامیاب نہوئے۔ بلکہ اوسوقت سے لیکر ہر سال کوئی نہ کوئی اور مقام فرانس کے پادریون کے تصرف سے نکلجاتا ہے۔

یہ درست ہے کہ بعض بعض سلاطین اس عرصہ مین لاطینیون کو کچھ نہ کچھ خفیف سی مراعات ان مقامات کے متعلق عطا کرتے رہے ہین۔ مگر اون سے اس نقصان عظیم کی کبھی تلافی نہین ہو سکی۔ سنہ ۱۷۵۶ء کے اتحادی معاہدہ سے فرانس کو جو نقصانات پہونچے۔ اون مین سے ایک یہ بھی ہے۔

یونانیون اور لاطینیون مین یہ تنازعہ ابھی جاری ہی تھا۔ کہ سلطان عثمان ثالث ۲۹ اکتوبر سنہ ۱۷۵۷ء کو راہگرائے عالم جاودانی ہوگیا۔ اور احمد ثالث کا بیٹا سلطان مصطفےٰ ثالث ۴۱ برس کی عمر مین اوسکی جگہ تخت قیصری اور مسند خلافت پر متمکن ہوا۔

---

[1] یہ سند سلطان سلیمان اعظم نے عطا کی تھی ۱۲

[2] سنہ ۱۶۳۴ء سے لیکر سنہ ۱۶۹۰ء تک یونانی پادری قابض رہے تھے۔ جیسا کہ پہلی جلد مین مفصل بیان ہو چکا ہے ۱۲ فرنچ سفیر اور دیگر رومن کیتھولک سلطنتون نے اپنے ہم مذہبون کی بڑی سرگرمی سے تائید کی تھی ۱۲

باب ششم

سلطان مصطفیٰ ثالث۔ پولنڈ پر روسی حملہ۔ ترکی صوبجات مین روس کی سازشین اور ملکہ کیتھرائین کے ارادے مصر و ایشیائی صوبونکی حالت۔ فرانس کی مساعی ترکون کو لڑائی پر آمادہ کرنیکے لئے۔ لوئی پانزدہم کے خطوط۔ اعلان جنگ۔ یوروپ والون کے خیالات۔ ترکی افواج کی ہزیمت یابی۔ بغاوت موریا۔ روسی بیڑہ بحیرہ روم مین۔ حسن پاشا الجزایری کے کارنامے۔ روسیون کا کریمیا کو فتح کرلینا۔ گفتگوے مصالحت۔ فرانس کا ٹرکی کے حق مین کوشش کرنا۔ اور انگلستان کی مخالفت۔ محاربہ کا از سرنو شروع ہونا۔ سلسٹریا اور شوملا کی حفاظت۔ مصطفیٰ ثالث کی وفات۔ سلطان عبد الحمید اول کی تخت نشینی۔ معاہدہ قانیارجہ (کناردجی)۔

سلطان مصطفیٰ ہر فن مین کامل اور مستعد شاہزادہ اور نہایت متقی شخص تھا۔ شاعری اور علم نجوم کا بھی بہت شوق رکھتا تھا۔ مگر خوبی قسمت سے اوس کا نام ایسا تھا کہ اس نام کے سلاطین و جرنیل ہمیشہ ٹرکی کے حق مین نامبارک ثابت ہوتے رہے تھے۔ چنانچہ اس نام کے تیسرے سلطان کے عہد مین بھی ٹرکی کو ایسے سخت نقصان اٹھانے پڑے کہ سلطان مصطفیٰ ثانی کے وقت کی ہزیمتین اور ذلتین اونکے مقابلہ پر کچھ بھی نہ رہگئین۔ تاہم اوس کے عہد کے پہلے چند برس ملک خوشحال اور فارغ البال رہی۔ اوس نے راغب پاشا کو وزارت پر قائم رکھا۔ اور اپنی ہمشیرہ صالحہ سلطانہ کا اوس سے عقد کردیا اس باتدبیر وزیر کے حسن انتظام سے ملک مین بعیدی صوبون کی خفیف بغاوتون اور عرب کے وہابیون کی چند شورشون کے سوا سب طرح سے امن ہوگیا۔ یہ عقلمند مدبر بظاہر اس طرح سے کارروائی کرتا کہ سلطان کو یہی معلوم ہو کہ حکومت اوسی کے ہاتھ مین ہے۔ مگر دراصل اوس نے مصطفیٰ کو جسکی طبیعت کی بے چینی اور بے صبری سے کسی خطرناک نتایکاری کے سرزد ہوجانیکا ہروقت احتمال رہتا تھا۔

شاہی تعمیرات نفیسہ اور رفاہ عامہ کی عمارات مین مشغول کر کے کل انصرام اپنے دست قدرت مین کر لیا ہوا تہا۔ راغب محمد گو تدبر و لیاقت مین غالباً محمد صقلی یا دوسرے اور تیسرے کوبرلی کے ہم پلہ نہ تہا۔ مگر پہر بھی اوس کو نہایت قابل مستقل مزاج اور اعلیٰ درجہ کے مدبر ہونے مین کوئی کلام نہین۔ اوسنے بادشاہ کی توجہ کو مصروف رکہنے کے لیے جو نئی عمارات اور تعمیرات تجویز کی تہین۔ اُن مین سب سے اہم اور قابل قدر بحیرۂ اسود اور بحیرۂ مرمرا کی خلیج نکومیدیا کے درمیان آبنائے باسفرس کے متوازی نہر بنانے کی تجویز تہی۔ یہ تجویز نئی نہ تہی۔ وہ پہلو بہی کئی دفعہ معرض بحث مین آچکی تہی۔ اور ملتوی ہوتی رہی تہی۔ غرض اس سے یہ تہی کہ ہر دو بحیرون مین باسفرس کے سوا ایک اور رستہ آمد و رفت کا تیار کر لیا جائے۔ اور اس مدعا کے حصول کیلیے یہ تجویز کیا گیا کہ خلیج نکومیدیا کے مشرقی گوشہ سے جہیل سابنجا تک ایک۔ اور پہر جہیل ندکو سے دریائے سقریہ تک جو بحیرۂ اسود مین گرتا ہے۔ دوسری نہر کہودی جائے۔ اگر یہ نہر تیار ہو جاوے تو بیشمار تجارتی فوائد کے علاوہ ترک جہیل سابنجا سے نہایت ہی محفوظ اور ایسے بڑے وسیع بحری ڈپو اور گودام کا کام لیکین۔ جس مین بڑے بڑے جہازون کے متعدد بیڑے بآسانی سما جائین۔ اور جس سے وہ حسب ضرورت ذی الفور بحیرۂ اسود یا بحیرۂ مارمورا مین پہنچ جایا کرین۔ ان دونون سمندرون کو اس طرح سے ملانے کی کوشش سلاطین عثمانیہ سے پہلے دو دفعہ شاہان بتہینیا اور ایک دفعہ قیصر ٹراجان[۱] نے کی تہی۔

مصطفیٰ ثالث سے پہلے تین عثمانیہ سلاطین سلطان سلیمان اعظم۔ مراد ثالث اور محمد چہارم نے بہی اس کام کو شروع کیا تہا۔ لیکن اگرچہ مجوزہ نہرون کا طول چندان بہت زیادہ نہین۔ اور رستہ مین انجنیری و طبعی مشکلات بہی کچہ ایسی بہت نہین۔ یہ کام کسی کے عہد مین پرسر تکمیل نہ پہونچا۔

سلطان مصطفیٰ نے بہی کچہ تہوڑا سا کام کرا کر اوسے سنہ [illegible] مین ترک کر دیا۔ جب یہ کام شروع ہوا تہا۔ تو قسطنطنیہ کے یورپین باشندون نے بہت خوشی اور دلچسپی ظاہر کی۔ اور وہ ترکون کو اوسکی تکمیل پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کرتے رہے مگر اس کا کچہ اثر نہ ہوا۔ جرمن مورخ وان ہیمر اس موقعہ پر اپنی رائے ظاہر کرتا ہے کہ ان واقعات سے ثابت ہو گیا ہے کہ یہ بڑا کام صرف اسیوقت مکمل ہو سکے گا۔ جب کہ یورپ کے ماہر انجنیر اور مستعد افراد اسکو اپنے ہاتہ مین لین گے۔

گو مجہے یہ نہین معلوم ہو سکا کہ سلطان سلیمان عظیم الشان ایسے قابل سلطان کے عہد مین جب کہ ترکون مین لائق انجنیرون اور صناعون کی کوئی کمی نہ تہی۔ یہ کام کیون اودہورا چہوڑ دیا گیا۔ لیکن پہر بہی ہم وان ہیمر کی رائے سے یہان تک اتفاق کئے بغیر نہین رہ سکتے۔ کہ ترکون نے اب تک کوئی ایسا بڑا انجنیری کام اپنی ہمت و کوشش سے تیار نہین کیا۔ جو اون کے ملک اور سلطنت کے کارآمد ہو سکتا۔ تجویزون کی تو بیشک کمی نہین رہی مگر عدم استقلال۔ فضول توہمات و تعصبات یا ناعاقبت اندیشی نے عملی طور پر اونہین کچہ نہ کرنے دیا۔ ورنہ نہر سویز اور دریائے ڈان اور والگا کی نہر کو اگر وہ تیار کر لیتے تو غالباً انکی متصلہ علاقے

---

[۱] یہ ہسپانوی نژاد سنہ ۵۳ء مین پیدا ہوا۔ اور چند برس فوج مین عمدہ خدمات کرنے کے بعد سنہ ۹۸ء مین سلطنت روما کا قیصر ہو گیا۔ اور سنہ ۱۱۷ء مین فوت ہوا۔ (مولف)

آجتک اونہی کے قبضہ مین پائے جاتے۔ مگر مزید افسوس یہ ہے کہ سابقہ فروگذاشتون کے بدنتائج سے بھی ابھی تک انکو سبق حاصل نہین ہوا۔ اور اس ترقی و ایجاد کے زمانہ مین بھی وہ اس معاملہ مین بدستور سابق ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہین اور اس قسم کے جو تھوڑے بہت کام (ریلوے لائنین وغیرہ) دکھائی دیتے ہین۔ یا تیار ہو رہے ہین۔ وہ محض اجنبیون کی زر و دولت اور ہمت وکوشش کا نتیجہ ہین۔ اور بدقسمتی سے یہ غفلت اب بھی دور ہوتی دکھائی نہین دیتی۔ فن انجنیری مین اونکی کوششین عالیشان مساجد اور پر تکلف محلون کے بنانے تک ہی محدود رہی ہین۔ ان عمارات کی عالیشانی دیکھ کر گو ظاہر بینون کی نگاہون مین چند لمحون کیلئے چکاچوند پیدا ہو جائے۔ اور وہ اون سے اسلام کی شان و شوکت اور عظمت کا نتیجہ نکال لین۔ مگر یہ مسلمہ امر ہے کہ ایسی عمارات ملک و قوم کیلئے کبھی مفید نہین ہو سکتین۔ بلکہ اگر اس لحاظ سے اونکو مضر بھی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ کہ ملک کا روپیہ ایک ایسے کام پر صرف ہوا ہے۔ جس سے کوئی مالی۔ تجارتی یا ملکی فایدہ نہین ہو رہا۔ بلکہ رایگان گیا ہے۔ مگر ایسے کامون کیلئے دنیا کے دیگر ممالک کے مسلمانون کی طرح ترکون اور ترکی گورنمنٹ کے پاس اب بھی روپیہ یا ہمت کی کوئی کمی نہین۔ ان چیزون کی کمی ہے تو محض مفید اور کارآمد کامون کیلئے۔ اور اس سے بڑھ کر قومی نکبت اور بدبختی کی کوئی زبردست شہادت نہین ہو سکتی۔ اور جب کہ موجودہ فرمانروا ایسے قابل اور سچے محب ملک سلطان کے عہد مین بھی ہم جامع حمیدیہ تو برسون سے دیکھ رہے ہون۔ مگر کسی حمیدیہ ریلوے لائن۔ یا حمیدیہ نہر۔ یا حمیدیہ کارخانہ۔ یا حمیدیہ شرکت جہازرانی کا کہین کوئی وجود نہ نظر آتا ہو۔ اور نہ ابھی جلد اونکے موجود ہونیکے بظاہر کوئی قرائن دکھائی دیتے ہون تو مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ شاید منشاء ایزدی ہی کچھ ایسا ہوگا۔ الا ماشاء اللہ۔

خارجیہ معاملات مین راغب پاشا کی رائے تھی کہ اپنے ملک کے قدیم اعداء روس اور آسٹریا کے برخلاف دیگر عیسائی دول سے سلسلہ اتحاد و ارتباط پیدا اور مستحکم کیا جائے۔ اوس نے چارون طرف نگاہ دوڑائی۔ کہ یوروپ مین کون سی ایسی سلطنت ہے۔ جس کو ترکی کے نقصان سے کوئی ذاتی منفعت نہین ہو سکتی۔ اور ساتھ ہی وہ خود بھی اچھی زبردست ہو۔ اوس نے دیکھ لیا کہ ایسی سلطنت پرشیا ہے۔

اوس کے بلند ہمت بادشاہ فریڈرک اعظم[1] ثانی نے محاربہ وراثت آسٹریا اور محاربہ ہفت سالہ مین اپنے ملک کا رقبہ بہت وسیع

[1] پرشیا کے بادشاہ فریڈرک ولیم اول کا فرزند تھا جس نے جنگی مذاق کا آدمی ہونے کی وجہ سے اوسے ٹھیک تعلیم نہ دلوائی۔ مگر فریڈرک نے جوان ہونے پر خود ہمت کر کے اس کی تلافی کر لی۔ بادشاہ نے اس پر ناراض ہو کر ۱۷۲۶ء مین اوسے قید کر دینے اور سزا دینے کا ارادہ کر لیا۔ مگر پولنڈ اور سویڈن کے بادشاہون کی سفارش سے باز آگیا۔ فریڈرک نے ۱۷۳۳ء مین شادی کی۔ اور ۱۷۴۰ء مین باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اوسے فرنچ زبان سے نہایت الفت تھی۔ اس کے سوا کسی اور زبان مین گفتگو نہین کرتا تھا۔ ۱۷۵۰ء مین فرنچ فلاسفر اور ادیب والٹیر پرشیا جا کر کچھ عرصہ اس کا مہمان رہا۔ یہ بادشاہ جس نے اپنے ملک مین کئی صوبے ملحق کئے۔ ۱۷۸۶ء مین لاولد فوت ہوا۔ اس نے کئی کتابین اور تاریخین بھی تصنیف کی تھین جن پر اوسے بہت ناز تھا۔ انگلستان کے مشہور ادیب کارلائل نے اسکی مفصل سوانح عمری لکھی ہے۔ مولف

کرلیا تہا۔ اور اوسکی فوجی طاقت کی تمام بر اعظم مین دہاک بندہ گئی ہتی۔ ادہر اس کے ملک کا محل وقوع ایسا تہا کہ ٹرکی کی بربادی یا تقسیم سے اوسے کوئی فائدہ یا نقصان نہین ملسکتا تہا۔ مگر چونکہ پرشیا کو بہی روس و آسٹریا سے ہر وقت خطرہ تہا، ٹرکی اور پرشیا متحد ہوکر ایک دوسرے کے بہت کام آسکتے تہے۔ یہ حقیقت راغب سے پہلے بہی کئی وزراء پر واضح ہوچکی تہی۔ اور انہون نے جیسا کہ اوپر مذکور ہوچکا ہے، اس اتحاد کو قائم کرنے کی کوشش بہی کی تہی۔ مگر دوستانہ تعلق کا باضابطہ معاہدہ ۱۷۶۱ء سے پہلے نہ ہوسکا۔ فریڈرک نے قسطنطنیہ اپنا سفیر بہیجدیا۔ اور اوس نے باب عالی سے اوسی مضمون کا دوستانہ عہدنامہ کیا جیسے کہ پہلے سویڈن، نیپلز اور ڈنمارک سے ہوچکے تہے۔ لیکن راغب اس سے بڑہ کر تعلق پیدا کرنا چاہتا تہا۔ اور اوسکا ارادہ اس ابتدائی تعلق کو جارحانہ اور مدافعانہ اتحاد کی شکل مین لے آنیکا تہا۔ آسٹریا اور روس کے سفراء اس امر کے مخالف اور انگلستان کا سفیر اس کا مؤید تہا۔ آخرالذکر کی وساطت اور سعی و کوشش سے معاملہ بہت کچھ طے ہوچکا تہا۔ کہ راغب پاشا ۱۷۶۳ء مین فوت ہوگیا، اور اوسکے ساتھ ہی یہ تجویز بہی ملیامیٹ ہوگئی۔

سلطان مصطفے نے جو دربار برلن کی نسبت دربار وائنا کی دوستی کو ترجیح دیتا تہا۔ راغب پاشا کی پالیسی کو ترک کردیا۔ اگر راغب کی تجویز کے مطابق ترکی اور پرشیا مین ایسا اتحاد ہوجاتا تو ٹرکی کی اوسیوقت آسٹریا سے لڑائی چہڑجاتی جس مین شاہ پرشیا اوسکا معاون ہوتا۔ اور بالغلب جو اوس کا نتیجہ سے ٹرکی کی تاریخ مابعد کا رخ بالکل بدلجاتا۔ اور آج دنیا مین ٹرکی ایسی کمزور اور اوس کے اعداء اس قدر قوی و زبردست نہ دکہائی دیتے۔ مگر خداوند کریم کا شکر ہے کہ ہمارے موجودہ امیرالمومنین نے اس غلطی کی اب تقریباً ڈیڑہ سو برس کے بعد اپنی کمال دوراندیشی سے باحسن وجوہ تلافی کرکے پرشیا کے بادشاہ سے جو اب کل جرمنی ریاستون کا قیصر بہی ہے سلسلہ اتحاد قایم کرلیا ہے۔ اور خدا نے چاہا تو یہ اتحاد ٹرکی کیلئے بہت کچہ خیر و برکت کا باعث ثابت ہوگا جس کی ادنے نظیر ہمین ۱۸۹۷ء کے محاربہ روم و یونان مین ملچکی ہے۔

راغب پاشا کی وفات پر سلطان نے عنان امور مہام سلطنت اپنے ہاتہ مین لیلی۔ وہ بہت مستعد اور قابل اور اپنی سلطنت کی بہتری اور ترقی کا سچے دل سے خواہان تہا۔ مگر نقص رکہتا تہا کہ ضدی اور شتاب پسند تہا، اور نیز اپنے عہد کے آخری حصہ مین وہ بدقسمتی سے قابل مشیر اور سپہ سالار منتخب نہ کرسکا۔ ادہر خوبی قسمت سے اوسی سانہ مین ٹرکی کے جانی اور نہایت ہی خوفناک دشمن طاقت کی عنان ایک ایسے فرمانروا کے قبضہ مین چلی گئی۔ جسے روسی سلطنت کے نہایت ہی اولوالعزم، کمال بے اصول و طامع اور ساتہ ہی لائق ترین بادشاہون مین شمار کیا جاتا ہے۔ یعنی ملکہ کیتہرائن ثانی چند فوجی افسرون کے ہاتہ سے ۱۷۶۲ء مین اپنے کمزور طبیعت خاوند پطر ثالث کو قتل کراکر روس کی فرمانروا ہوگئی تہی۔ مؤرخین نے اوس کی نیک اور پرائیویٹ چلن اور کیرکٹر کے لحاظ سے اوسکو بابل کی قدیم ملکہ سمی رامس ثانی کا جو خطاب دیا ہے اوس مین ذرہ بہر مبالغہ نہین۔ اس کمبخت کی عصمت شعاری اور پارسائی کا پہلو متعدد دفعہ متن اور حاشیہ مین ذکر ہوچکا ہے اور شاہی معاملات مین جیسی کچہ ایمانداری سے وہ کام لیتی رہی۔ اوسکی مفصل کیفیت ناظرین کو صفحات آیندہ سے منکشف

ہو جائے گی۔

سلطان کے دلی ارادے اور اوس کی طبعی اولوالعزمی اسی سے معلوم ہو سکتی ہے کہ جب شمشیر عثمانی کو زیب کمر کرنے کے لئے وہ مسجد ایوب کو جاتا ہوا آغائے ینگچریوں کے ہاتھ سے شربت کا پیالہ پینے کے لیے حسب معمول اونکی بارکون کے سامنے ٹھہرا ہوا۔ تو اوس نے اونکو باواز بلند ان الفاظ سے مخاطب کیا۔

"رفقا۔ مین امید کرتا ہون کہ اگلے موسم بہار مین مین بندر کی فصیل کے نیچے تمہارے ساتھ شربت نوش کرونگا" یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ وہ اپنے متقدمین کی امن پسند پالیسی کو چھوڑنیکا مصمم ارادہ کر چکا ہے۔ ادہر یورپ مین طاقتون مین سے جو اس وقت جنگ ہفت سالہ مین مبتلا تہین۔ ہر ایک کو ترکی کی امداد کی احتیاج تہی۔ مگر راغب پاشا نے جلدی سے محترز رہکر اس بارہ حزم واحتیاط سے کام لینا مناسب سمجھا۔ اور بلا سوچے سمجھے کسی سلطنت کے ساتھ سلطان کو اتحاد نہ کرنے دیا۔ اور جب اونسے آخر پرشیا کو منتخب کر لیا۔ تو موت نے مہلت نہ دی۔ ادہر فرانس نے جب ایک مستعد سلطان کو تخت عثمانیہ پر مسند آرا دیکھا تو خوشی سے اوس کی باچھیں کھل گیئن۔ اور اوس نے ان تمام خفتون کو جو اتحاد کیلئے پچھلی سلسلہ جنبانیون مین اوسے اٹھانی پڑی تہین۔ اور نیز اون نقصانات کو جو بیت المقدس مین اوس کے مذہبی اقتدار کو پہونچا تہا۔ بالکل فراموش کرکے بابعالی کو کہلا بہیجا کہ اُن سب باتون کے باوجود وہ ٹرکی کا بدستور مخلص خیرخواہ ہے۔ اور اوسکے دوستانہ خیالات مین کوئی تغیر پیدا نہین ہوا انہی دنون (۱۷۶۰ء) عیسائی بحری قزاقون کے چند جہازون نے ترکی بیڑہ کے امیر البحر کے جہاز پر اچانک حملہ آور ہو کر اوسے گرفتار کر لیا اور اوس کو جزیرہ مالٹا مین لیگئے۔ سلطان نے اس واقعہ کی خبر سنتے ہی فرنچ سفیر سے جہاز مذکور کے واپس دلائے جانیکا سختی سے مطالبہ کیا۔ بلکہ لوئی پانزدہم کو بھی ایک تاکیدی خط اسبارہ مین بہیجکر اوس مین تحریر کیا کہ "شاہ فرانس نے ہمارے مطالبہ کو پورا کرنے سے دریغ کیا۔ تو اوس کی دوستی کو نقش برآب سمجھا گیا"

ناظرین کو صفحات ماقبل سے معلوم ہو چکا ہوگا۔ کہ مالٹا اوس وقت طبقہ سینٹ جان کے نائٹون کے قبضہ مین تہا جو کسیطرح فرانس کے ماتحت نہ تھے۔ دربار فرانس نے پہلے یہ امر سلطان کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کی۔ مگر ساتھ ہی کہلا بہیجا کہ باوجود اسکے شاہ فرانس سلطان کی دوستی کے لحاظ سے جہاز کی واپسی کیلئے تا بمقدور کوشش کرے گا۔ ترک اور اون کے اولیاء حکومت اوس زمانہ مین دنیا کے جغرافیہ اور اوس کی پولیٹیکل حالت سے ایسے بیخبر اور ناواقف ہو گئے ہوئے تھے۔ کہ دربار فرانس کے اس جواب کو غلط سمجھا کر واپسی جہاز کیلئے مکرر اسطرح سے تقاضا کیا گیا۔ کہ گویا قزاق یا مالکان مالٹا فرانس کی رعیت تہے لیکن چونکہ فرانس کو بھی اسوقت ترکونکی دلداری بہت کچھ منظور تہی۔ اور نیز وہ کئی برسون سے اونکی ایسی بیجا اور لایعنی باتون کے سننے کا عادی ہو رہا تہا۔ دربار فرانس نے جہاز کو مالٹا کے نائٹون سے خرید کرکے اوسے بڑی دہوم دہام سے قسطنطنیہ کو بہیجدیا۔ جسکے پہونچنے پر ترکون نے انتہا خوشی ظاہر کی۔ مگر افسوس اوسی جہالت کی وجہ سے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ فرانس کی اس مروت کا کوئی احسان نہ مانا۔ اور شاہ فرانس کی پاس شکریہ ادا کرنیکے لیئے کوئی سفارت بہیجنی بھی مناسب خیال نہ کی۔ لاعلمی نے

اون کو دوسری سلطنتون کی طاقت و قوت کا صحیح اندازہ کرنیکے قابل نہین رہنے دیا ہوا تھا۔ اور اجنبی طاقتین اپنی اپنی اغراض کیلئے یا خود ترکون کی بہتری کے واسطے جو کچھ اونکی خاطرداریان کرتی تھین۔ یا اپنی ابلہ فریبیون سے انکو بے وقوف بناتی رہتی تھین۔ اونکو وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ ہم سے ڈر کر یہ خاطر کر رہی ہین۔ اور اون سے یہ خاطرین کرانا ہمارا حق ہے۔ اس غفلت انگاری اور جہالت کا خمیازہ اونکو جلد اٹھانا پڑ گیا۔ اور اون کے دشمنون نے اس جاہلانہ سرمستی سے تھوڑے ہی عرصہ مین خوب سیر ہو کر فائدہ اٹھا لیا۔ عہدنامہ بلغراد کے بعد اب تک نادر شاہ کی ناکام فوجکشی کے علاوہ بابعالی بیرونی لڑائیون سے محفوظ رہا تھا۔ لیکن آگسٹس ثالث شاہ پولنڈ کی وفات اور طامع و حریص کیتھرائن کی تخت نشینی سے اوسے بھی آخر کار کروٹ بدلنی پڑی۔ اور اوس نے دربار فرانس کے ساتھ ذرا زیادہ گہرے تعلقات قائم کر لینے تصور کیئے۔

روس کی تہذیب و ترقی کی بانی مبانی پیٹر نے تین سلطنتون سویڈن۔ پولنڈ اور ٹرکی کو اپنے راستہ مین حایل سمجھکر ان مزاحمات کو ہٹانے پر کمر ہمت چست باندھی تھی۔ اوسکے بعد اسکی جانشین بھی اوس کے قدم بقدم چلتے رہے۔ اٹھارہوین صدی کے پہلے نصف مین ٹرکی کے برخلاف جو جدوجہد کیا گیا تھا۔ اوسکی کیفیت پہلے مذکور ہو چکی ہے۔ لیکن عثمانیہ سلطنت کو فتح کر لینا ایک دن کا کام نہ تھا نیز اس کے پہلے سویڈن اور پولنڈ کو نابود کرنا مقدم شرط تھی۔ سویڈن کا جو حشر پیٹر کے ہاتھون ہوا سو وہ ناظرین کو معلوم ہے۔ اوسکو کئی صوبے چھین لیئے گئے۔ اور معاہدہ نسٹاٹ کی رو سے گو اوسکی جان سلامت رہنے دی گئی۔ مگر قطع برید اس قدر کر دیگئی کہ اوس مین پھر مقابلہ کرنے یا روس کے ارادون مین مزاحم ہونے کی سکت نہ رہی۔ اوس کے بعد پولنڈ کی باری آئی۔ اور اوسمین بھی وہی چال چلی گئی۔ جو روس اور دیگر فاتح زبردست قومین اپنے مقبوضات کی وسعت کیلئے ہمیشہ سے چلتی آئی ہین۔ یعنے اپنے کمزور ہمسایہ کے ملک مین پہلے خانہ جنگیان اور فساد برپا کرا دیئے۔ پھر کمزور فریق کے دوست بن کر مداخلت کر دی۔ بعد ازان پہلے سے بدتر نئے اختلافات اور تنازعات کھڑے کر دیئے۔ اور اس طرح سے ملک مین بدامنی اور عام تباہی برپا کر کے بدقسمت ہمسایہ کو اور بھی کمزور و ضعیف کر دیا۔ اور پھر اسی بدامنی اور خرابی کی حجت سے فوجکشی کر کے اوسے فتح کر لیا۔ پولنڈ مین یہ چال پیٹر کے وقت سے ہی چلی جا رہی تھی۔ جسکی آخری اور فیصلہ کن گھات پر کیتھرائن کے عہد کے آغاز مین عمل کیا گیا۔ کیتھرائن کا عاشق آرلوف اور اسکے مددگار دیگر فوجی افسر جنہون نے ملکہ کے خاوند کو قتل کیا تھا۔ اپنی حرص و طمع اور خودبینی کے تقاضاؤن کو پورا کرنے اور نیز اپنی شجاعت کے اظہار کے لیئے (کیونکہ پانچون عیب شرعی کے باوجود یہ ایک وصف ان انسان صورت وحشی درندون مین ضرور پایا جاتا تھا) لڑائی کیلئے بیقرار ہو رہے تھے۔ اونکی اس تمنا کو پورا کرنے کے لیئے بدقسمت پولنڈ کو یہ بہانہ بنایا گیا۔

انہی دنون (۱۷۶۳ء) حسن اتفاق سے آگسٹس ثالث جو ۱۷۵۵ء مین فریڈرک اعظم شاہ پرشیا کو برخلاف شاہ فرانس سے جس کے بیٹے سے اوسکی لڑکی بیاہی گئی تھی متحد ہو جانے سے جنگ ہفت سالہ کا باعث ہوا تھا مر گیا۔ اور قیصرہ کیتھرائن نے پولنڈ کے

ر کو ایک گمنام خاندان کے امیر مسمی سٹانسلاس پونی آٹوسکی کو جو ملکہ کا پرانا معشوق یا عاشق تھا شاہ پولنڈ منتخب کرنے
ہبور کیا۔ تمام رعایا اس سے ناراض ہو رہی تھی۔ کیتھرائن نے وہان کے قوانین نافذ کرکے باشندون کو اور برافروختہ
دیا۔ ادھر وہان کے شورہ پشت اور ناعاقبت اندیش امرا مین بلطائف الحیل سخت خانہ جنگیان برپا کرا دیگئین۔ اور آخر
خرابیون کا انسداد اور آگسٹس کی حمایت کے بہانہ سے زبردست روسی فوج پولنڈ مین بھیجدیگئی۔ شمالی یوروپ کی
استین بقول فرنچ وزیر اعظم ڈی شوازل اوس وقت کیتھرائن کی آگون کے دامن سے بندھی ہوئی تھین۔ سویڈن کو اون
رونی خرابیون اور خانہ جنگیون سے جو روسی پالیسی نے برپا کرا رکھی تھین فراغت نہین تھی۔ پرشیا کو روس کی خاطر
طر تھی۔ وہ اوسے آسٹریا سے علیحدہ کرنے کی تدبیر کر رہی تھی۔ اور ساتھ ہی جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہو جائیگا پولنڈ کی نسبت
یڈرک کی نیت بھی بخیر نہ تھی۔ انگلستان فرانس کی رقابت کیوجہ سے روس کا علانیہ دوست ہو رہا تھا۔ آسٹریا ۱۷۵۵ء کے معاہدہ
وجہ سے گو سر دست علانیہ روس کے ساتھ شریک نہین ہو سکتی تھی۔ اور بظاہر الگ تھلگ تھی۔ لیکن مال یغما مین سے کچھ
پیش کیئے جانے پر اوس کا روس کے ساتھ شامل ہو جانا یقینی امر تھا۔ فرانس کو جنگ ہفت سالہ نے کسی قابل نہ چھوڑا تھا۔
ن رہی ٹرکی سو وہ روس کی نظرون مین کوئی حقیقت ہی نہین رکھتی تھی۔ اور پولنڈ کی طرح یقینی شکار سمجھی جاتی تھی۔ تاہم
لی پولنڈ کل یوروپ اور بالخصوص ٹرکی اور فرانس سے امداد کی برابر درخواست کرتے رہے۔

فرانس کی قدیمی پالیسی روسی تجاوز کی مزاحمت کی متقاضی تھی۔ اور وہ اب بھی اس پالیسی پر کاربند ہونیکا دل
خواہان تھا۔ لیکن خاص اوس وقت وہ اوسپر کاربند ہونیکی طاقت نہین رکھتا تھا۔ اوسے جنگ ہفت سالہ سے تازہ تازہ
شکست ملی تھی۔ اور اوسکی خفت کا بدلہ لینے کے لیئے انگارون پر لوٹ رہا تھا۔ شوازل اپنے ملک کی عزت اور نیک نامی کے لیئے انگلستان
سے پھر لڑائی شروع کرنا سخت ضروری تصور کرتا تھا۔ اِنہی دنون شمالی امریکہ کے آبادکارون نے انگلستان کے برخلاف
سی بغاوت شروع کر دی تھی۔ اور وہ باواز بلند آزادی کا مطالبہ کرنے لگ گئے تھے۔ شوازل نے اس جلتی آگ پر تیل ڈالکر
سے اور بھڑکا دیا۔ اور اوسے امید ہو گئی۔ کہ انگریز آبادکارون کی اس بغاوت سے اوسے انگلستان سے پورا پورا بدلہ لینے اور
کے سمندرون پر پھر فرنچ اقتدار کو بحال کرنے کا خاصہ موقع ملجائے گا۔ ایسے موقعہ پر جبکہ اوسے باقی تمام طرف

یہ شخص صوبہ لتھوانیا کے ایک امیر کا لڑکا تھا۔ کیتھرائن جو ایک پرشوی شاہزادہ والئی ان ہالٹ زربسٹ کی بیٹی تھی۔ اور
س کا کنوارے پنے کا نام صوفیا آگسٹا تھا۔ روس کے ولیعہد سے جو بعد مین پیٹر ثالث کے نام سے ۱۷۶۱ء مین تخت نشین ہوا
پنی بیوی کے آشنا اورلن کے ہاتھ سے ۱۷ جولائی ۱۷۶۲ء کو قتل کر دیا گیا۔ شادی ہونے سے تھوڑا ہی عرصہ بعد
ش سکے حسن و ملاحت اور طرحداری سے اوس کی گرویدہ ہو گئی۔ ۱۷۶۳ء مین اسے پولنڈ کا بادشاہ بنایا گیا۔
۱۷۹۵ء مین وہ تخت چھوڑکر سینٹ پیٹرزبرگ چلا گیا۔ اور پولنڈ کی آخری (تیسری) تقسیم کر لیگئی۔ وہ ۶۶ برس کی عمر
ن ۱۷۹۸ء مین فوت ہوا۔ (مولف)

بیفکری اور یکسوئی در کار تھی پولنڈ کے معاملات سے اوسے آزردگی پیدا ہونا طبعی امر تھا۔ وہ روس کی ترقی کو بھی فرانس کیلئے مفید نہیں تصور کرتا تھا۔ مگر یہ ترقی صرف ایک ہی طرح یعنی فرانس اور انگلستان کے اتفاق سے روکی جاسکتی تھی۔ اور ایسا اتحاد ناممکن محض تھا۔ تاہم فرانس نے اپنی طرف سے اس کیلئے سلسلہ جنبانی کرنے سے دریغ نہ کیا۔ لیکن انگلستان کی آنکھوں پر جوش رقابت سے کچھ ایسا پردہ پڑ رہا تھا۔ کہ اوس نے نہ فقط پولنڈ کے معاملہ مین فرانس کی خود مدد کرنے سے ہی انکار کردیا۔ بلکہ اوسے بھی صاف یہ کہکر پولنڈ کی امداد دینے سے ایک طرح روک دیا۔ کہ اگر اوس نے (یعنی فرانس نے) روس کے برخلاف کچھ کارروائی کی۔ تو انگلستان دیگر یورپین طاقتون کو اوس کے برخلاف متحد کرلیگا۔ اس صورت مین شوازل کے پاس بجز اسکے کہ اہالی پولنڈ کی امداد کی ترغیب دینے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہگیا۔ اور اوس نے فرنچ سفیر کو اس مضمون کی ہدایت بھیجدی۔ اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ ترکون کو آسٹریا کی حمایت کا یقین دلا دیا جاوے

ادہر اوغسٹ بادشاہ کے مرنیکے بعد اوسکی خارجیہ پالیسی کا ترک کردیا جانا اپنا رنگ لائے بغیر نہ رہا۔ فریڈرک اعظم نے سلطان مصطفےٰ کی عدم توجہی اور بے رغبتی دیکھ کر اپنے قدیم اعدا روس و آسٹریا کے برخلاف ٹرکی سے اتحاد کرنے کا خیال چھوڑ دیا۔ اور اوس کے برعکس ۱۷۶۴ء میں کیتھرائن سے اتحادی معاہدہ کرلیا۔ اور پولنڈ کے شکار کے طمع نے اوسے بھی اولوالعزمی اور بڑائی بلکہ صداقت و ایمانداری کے راستہ سے ہٹا دیا۔ اس معاہدہ کی رو سے دونون فرمانرواؤن نے ایک دوسرے کے مقبوضات و مملکت کی سلامتی و قیام کا عہد واثق کرکے اقرار کیا۔ کہ اگر دونون مین سے کسی پر کوئی اور طاقت فوج کشی کرے تو دوسری سلطنت اول الذکر سلطنت کی دس ہزار فوج پیدل اور ایک ہزار سوارون سے مدد کریگی۔ مگر اس شرط مین یہ صریح استثنا کیا گیا۔ کہ اگر روس پر ترک حملہ کرین۔ یا پرشیا پر فرنچ۔ تو اس صورت مین سپاہ کی بجائے نقد روپیہ سے مدد دیجائے گی۔ اسی معاہدہ مین پولنڈ کی آزادی کو ملیامیٹ کرنیکے لیے خفیہ عہد و پیمان کیا گیا جس کی وجہ سے خود عیسائی مورخ بھی اس اتحاد کو "ناپاک اتحاد" کے نام سے لکھتے ہین۔ کریسی صاحب لکھتے ہین کہ یہی وہ ناپاک معاہدہ ہے۔ جس سے پنڈورا کے صندوق کیطرح وہ تمام خرابیان اور قباحتین برآمد ہوئین۔ جو اوس وقت سے لیکر اب تک کل یوروپ کو برباد کرتی رہی

لہ نیوٹرل یعنی الگ تھلگ رہنا۔ مولف۔

لہ یونانیون کی دیومالا یا میتھالوجی مین پہلی عورت کا جو مخلوق ہوئی نام ہے۔ یعنی اس لحاظ سے یہ نام اماں حوا کے مترادف ہوسکتا قصہ اس طرح سے مشہور ہے کہ دیوتا ہفسٹس نے دیوتا زیس کی درخواست پر آئی تھی۔ اس کو جو نہایت عالم و فاضل تھا۔ اوس کے بے ادبانہ اعمال کی سزا دینی تھی کیلئے پنڈورا کا بت مٹی سے تیار کیا۔ جب اس بت مین جان ڈالی گئی۔ تو کل دیوتاؤن نے ایک دوسرے سے بڑھکر اوسے تحفہ تحائف دئیے۔ اسی سے اوس کا نام پنڈورا ہوگیا جس کے لفظی معنے ہین ہر طرح کی تحائف حاصل کرنیوالی آخرش دیوتا جوپیٹر (مشتری) یا برہما نے اوسے ایک صندوق دیا۔ اور کہا کہ یہ اوس شخص کو نذر کرنا جسکے ساتھ تمہاری شادی ہو۔ اور پھر اوسے ببرومی تہی۔ اوس کے پاس پہونچا دیا۔ مگر اس چالاک انسان کو دیوتاؤن کے مکر کی خبر ہوگئی تھی

(باقی دوسرے صفحہ پر)